کلیاتِ ولیؔ

پرکاشیکا نمبر ۴۷

جنرل ایڈیٹر

پرتاپ نند جھا

کلیاتِ ولی

مرتبہ

عبدالحق

National Mission for Manuscripts

نیشنل مشن فار مینسکرپٹس، نئی دہلی

اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس، نئی دہلی

©جملہ حقوق محفوظ

ناشر:
نیشنل مشن فار مینسکرپٹس
۱۱۔مان سنگھ روڈ، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱
ویب سائٹ:www.namami.org
ای میل:director.namami@gmail.com

معاون ناشر:
اصیلہ آفسیٹ پرنٹرس
1307-08، کلاں محل، دریا گنج، نئی دہلی
ٹیلیفون:011-23289539
ای میل:javedasila@gmail.com

مرتب: پروفیسر عبدالحق
سنِ اشاعت:۲۰۱۹ء
قیمت:-/Rs.400

ISBN: 978-80829-02-4 (Series)
978-80829-73-9

بڑی بہن

سائرہ مرحومہ

کے نام

پاس مرے تو نہیں شہر ہے ویراں تمام

عبدالحق

ترتیب

عرضِ حال	۹
مقدمہ	۱۲
غزلیں	۴۳
فردیات	۳۱۳
ثلاثی	۳۱۸
رباعیات	۳۱۹
چار در چار	۳۲۲
مخمسات	۳۲۲
مستزاد	۳۴۵
ترجیع بند	۳۵۰
قصائد	۳۵۳
مثنویات	۳۷۴
قطعات	۳۷۸
فرہنگ	۳۸۰
مصادر	۳۸۶

عرضِ حال

’دیوان زادہ‘، ’تذکرۂ الٰہی‘ اور ’تیرہ ماسہ‘ کی اشاعت (۲۰۱۷ء) کے بعد ’کلیاتِ ولؔی‘ کے نادر خطی نسخے کے مطالعے میں مصروف رہا۔ شکر ہے کہ یہ کام مکمل ہونے کو ہے۔ ربِ کائنات کا بڑا احسان ہے کہ کلام ولؔی کا بہت بہتر اور معتبر قلمی نسخہ ناچیز کے پیشِ نظر ہے، جو آبرو، حاتم اور اکرم قطبی کے کلام کے ساتھ مجلد ہے۔ اقبالیات سے جب بھی فراغت ملتی اس نسخے کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتا۔ بعد میں اس گراں قدر نسخے کی اہمیت کا اندازہ ہوا۔ چند دوسرے نسخوں کی نقلیں حاصل کیں۔ موازنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ خاکسار کا نسخہ اُن میں بہتر ہے۔ متن میں اضافہ اور درستگی کے ساتھ قدامت و کتابت بھی معتبر ہے۔ راقم نے ’ایوان اردو، دہلی‘ کے جون ۲۰۱۶ء کے شمارے میں اس نسخے کا تفصیلی تعارف پیش کیا تھا۔ قدیم تحریر اور رسم خط کی پیچیدگی نے قرأت کو مشکل بنا دیا ہے۔ راقم نے اس نسخہ اور کلیات ولؔی مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کو بنیاد قرار دیا ہے اور بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اس مطبوعہ کلیات نے بڑی رہ نمائی کی ہے۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے بڑی عرق ریزی اور کمالِ احتیاط سے کلام کو مرتب کیا ہے۔

ترتیبِ نو میں کہیں کہیں کلیات کے متن سے اختلاف کیا گیا ہے اور ذاتی نسخے کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔ کلیات کے ضمیمہ اول کی ۳۴ غزلوں کو متن میں شامل کیا گیا ہے۔ میرے نسخے کی ۲۶ غیر مطبوعہ غزلیں، دو مخمسات۔ چند اشعار کے ساتھ ایک غیر مطبوعہ رباعی بھی شامل ہے۔ نسخۂ کراچی کی ۶ غزلیں اور کتب خانہ آصفیہ کے نسخے کی ایک غزل اضافہ ہیں۔ تدوین نشاطِ کار کے لیے نہیں ہے، بلکہ علم و قلم کو اندیشوں آزمائشوں اور رسوائیوں سے روبرو ہونے کی خواہشِ بے جا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ کام ہمیشہ تشنہ اور تکمیل طلب ہوتا ہے۔ تحقیق کی تقدیر صبح و شام بدلتی رہتی ہے۔ مجاہدے کو سرگرم عمل رہنے میں ہی سربلندی ہے۔ یہ تکوینی نظام ہے۔ حقیقت کا علم اور قدرت تو صرف ذاتِ باری تعالیٰ کو ہے۔ انجام کار سے بے خبر اور بے نیاز ہو کر جدوجہد جاری رہنی چاہیے۔ نظامِ عالم کا یہی نقطۂ راز ہے۔ آئندہ نئی دریافت سے بہتر سے بہتر کلیات اور کلام مرتب ہوگا۔ ہم کوششِ ناتمام کے لیے مکلّف ہیں۔ مکروہاتِ دنیا میں ملوث ہونے کے سبب تدوین کا حق ادا نہیں ہو سکا ہے۔ یہ احساس ہراساں کرتا ہے اور اپنی

بدتوفیقی پر نادم ہوں۔ کچھ کرتے رہنے کی عادت سے مجبور ہوکر بزرگوں کے اثاثے کی بازآفرینی کے لیے ذمہ داری قبول کی ہے۔ مصروف رہنے کے لیے یہ ایک خوش گوار بہانہ بھی ہے۔ مخطوطات کے متن میں الجھے رہنا کبھی کبھی اچھا لگتا ہے مگر ندامت بھی ہوتی ہے۔ متن کا مطالعہ مزاج بن گیا ہے، شاید یہی وجہ ہے کہ اقبال کے متون میں تبدیلی وتحریف پر دو مضامین قلم بند کیے۔

شکر ہے کہ 'دیوانِ ولی' کا ایک اچھا نسخہ دست یاب ہوا، جس نے بڑا حوصلہ دیا۔ یہ قدیم طرزِ تحریر کی مثال ہے۔ جیسے الف مدکو دو الف کے ساتھ لکھنا اس دور کا اندازِ خاص تھا۔ ٹ، ڈ وغیرہ کے لیے کوئی علامت نہیں لگائی ہے۔ حرفوں اور لفظوں کو ملا کر لکھنا نقطوں کو موقوف کرنا وغیرہ۔ ان سے بڑی دقت پیدا ہوتی ہے۔ کاتب نے اشعار لکھنے میں کسی اصول کو خاطر میں نہ لاکر بے ترتیبی پیدا کی ہے۔ ایک طرح سے لفظوں کو ٹٹولنا پڑتا ہے پھر دوسری زبانوں اور مقامی بولیوں کے الفاظ کی نشان دہی بڑی آزمائش ہے۔ مختلف نسخوں کے اندازِ خط میں روش جداگانہ ہے۔ ان سب کو ذہن میں رکھنا بھی مشکل کام ہے۔

موجودہ متن میں مقامی اندازِ کتابت غالب ہے۔ ترتیب میں کئی نسخوں میں معمولی اختلاف کو نظر انداز کیا گیا ہے، کیوں کہ حاشیہ کی عبارت کا بوجھل ہونا اچھا نہیں لگتا۔ ناچیز نے کوشش کی ہے کہ مرجح یا سب سے بہتر صورت کو متن میں شامل کیا جائے اور حاشیے میں کم سے کم حوالوں کا ذکر ہو۔ اس طرح سے حاشیہ کی عبارت کو معمولی اختلاف کی گراں باری سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ دوسری طرف کمپوزنگ کی دشواریاں بھی حائل ہوتی ہیں۔ راقم نے حوالوں کو حاشیہ میں جگہ دی ہے۔ باب یا کتاب کے آخر میں حاشیہ لکھنا مناسب نہیں لگا۔ یہ ترتیب تشفی بخش نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ کتاب میں کوتاہیاں موجود ہیں۔ تدوین وتصحیح کے تقاضے پورے نہ کرسکا۔

قدیم تحریروں کو پڑھنا اور لفظ کی صحیح شناخت آسان بھی نہیں۔ خاص طور پر مشابہ حرفوں کی یکساں لکھاوٹ پریشان کن ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ ہر کاتب کا اندازِ خط یا طرزِ تحریر بھی مختلف ہوتا ہے۔ راقم نے متن میں قدیم املائی صورتوں کو کسی حد تک برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ قارئین قدیم املائی شکلوں سے متعارف ہوسکیں اور رسم خط کے ارتقائی احوال کا اندازہ ہوسکے۔ کہیں کہیں ان سے انحراف بھی کیا گیا ہے۔ راقم قدیم متن کو موجودہ املا میں لکھنے کا قائل نہیں ہے۔ اس پر گفتگو کی گنجائش ہے، زبان کے ساتھ بزرگوں کے رسم خط اور املا کا علم بھی ضروری ہے۔ اس التزام کے لیے راقم معذور بھی ہے۔ ولی کی شعری بزرگی نے بھی رہبری کی کہ ان کی زبان کے ساتھ اس دور کے تحریری نقش ونگار کو بھی بحال رکھا جائے۔ حاشیہ میں 'ک' کی علامت مطبوعہ کلیات اور 'م' سے مراد مخطوطہ سے ہے۔ ردیف کی ترتیب کے ساتھ مرتبین نے غزلوں کے نمبر دیے ہیں۔ مخطوطات میں یہ شمار موجود نہیں ہے۔

ایک اور خیال تحریک دلاتا رہا کہ تقریباً ایک صدی بعد بھی کلیاتِ ولی کی ہندوستان میں اشاعت نہ ہوسکی۔

ناچیز نے 'نیشنل مینسکر پٹ مشن' سے رجوع کیا۔شکر ہے کہ اس سرکاری ادارے نے آمادگی ظاہر کی۔اسے 'کلیاتِ ولی' کا نقشِ ثانی ہی سمجھا جائے۔تدوین کے لیے کسی مردِ غیب کا میں بھی منتظر ہوں۔بہی خواہوں اور بیٹیوں کی محبت کے لیے سراپا سپاس گزار ہوں۔ڈاکٹر سنگ متر ابسو کا خاص طور پر شکر گزار ہوں کہ انھوں نے 'کلیاتِ ولی' کی اشاعت میں اپنے ادارے کے بھرپور تعاون سے نوازا اور رہبری فرمائی۔

عبدالحق

۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ

۲۳ر مئی ۲۰۱۹ء

○○

مقدمہ

شمس الدین ولی (۱۶۵۰ء۔۱۷۲۰ء) ہماری شعری ثقافت کا اعجاز اور فسوں سازفن کی علامت ہیں۔ وہ سرمایۂ سخن کے معمارِ اول ہی نہیں گوہر شاہوار بھی ہیں۔ انہوں نے بے مثال خارہ تراشی اور فن گدازی کے لازوال پیکروں کی تخلیق کی ہے اور جہانِ نو کو بے کراں امکانات سے روشن کیا ہے۔ ولؔی سے قبل اور صدیوں بعد بھی اردو کو ایسا جامع کمالات قلم کار نہ مل سکا۔ حیرت ہوتی ہے کہ ولؔی کے سامنے شعری سحر کاری کی کوئی ایسی مثال بھی نہ تھی جو انہیں مہمیز کرتی یا روایت سے روشناش کرتی۔ دکن میں ایک قابل قدر ذخیرہ ضرور موجود تھا مگر زیادہ تر داستان سرائی تک محدود تھا۔ ولؔی کی وسعت طلب رہ گزر کی روشنی کے لیے قلی قطب شاہ کی غزلیں ناکافی تھیں۔ ولؔی نے اردو غزل کو آبرومندی ہی نہیں بخشی بلکہ فردائے قیامت کے لیے ایک میزان مقرر کر دیا۔ غزل بے پایاں امتیاز کے ساتھ دنیائے ادب میں رشک وحسد کا سبب بن گئی۔ حریفوں کو ولؔی کے شعری دستورِ دین کو قبول کرنا پڑا۔ ولؔی نے طرزِ تغزل کا آئینہ خانہ تعمیر کیا جو ہر دور کا اعتبار ٹھہرا۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی غزل گوئی پر ولؔی کے موثرات نشان زد کیے جاسکتے ہیں۔ اورنگ زیب کی بے نظیر وسعت نظری اور بصیرت کا فیضان اردو پر بھی ابر بہار بن کر برسا اور اردو کے دامنِ تخلیق کو ریزہ ہائے گہر سے سرشار کر گیا۔ فتح دکن ان کی سیاسی حکمت عملی تھی اور ہندوستان کو براعظم بنانے کی کارگر تدبیر بھی۔ برسہا برس لاؤلشکر کے ساتھ اورنگ آباد میں قیام اور جسدِ خاکی کو اسی سرزمین کے سپرد کر دینے کا عزم ان کی سرفروش زندگی کے عظیم مجاہدے کی مثال ہے۔ عاشقانِ پاک طینت کے مجاہدات زمین وزمان سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ دہلی سے دکن کے طویل فاصلے ہی نہیں تفاوت وتضاد کو ہم آہنگ کرنے میں اس مردِ درویش کا فیضان نظر ہماری تاریخ کا روشن باب ہے۔ ہماری کوتاہ بینی اس بدیہی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہی۔ ہم نے صدق وصفا کے ساتھ اعتراف نہیں کیا۔ یہ ایک بڑی حقیقت ہے کی اورنگ زیب نے بڑی مملکت کی بنیاد ڈالی اور شمال وجنوب کے لسانی وثقافتی آہنگ کو ہم آمیز کرنے میں قابل قدر کام انجام دیا، جس کی کوئی تحریکی صورت نہیں تھی بلکہ دونوں علاقوں کے باشندگان کے شعور میں قربت کا احساس جاگزیں ہوا اور دبے

قدم شمال وجنوب روبرو ہوئے۔اس کی نمایاں مثال اردو ہے۔اردو اس عظیم فرماں روا کے احسان سے گراں بار ہے۔اردو کو ممکنات کی دنیا سے نئی آگہی حاصل ہوئی اور کئی صدیوں کی دکنی تخلیق سے متعارف ہوئی۔ولیؔ شمال وجنوب کے اتصال کی علامت ٹھہرے۔اردو کو دنیا سے روشناش کرانے والے ولیؔ ہیں جنہوں نے اورنگ آباد سے گجرات اور دہلی کے طویل فاصلے کو ایک جست میں طے کرکے سنگِ راہ کو سنگِ نشان بنادیا۔دہلی میں ریختہ کے چند شعراء مشقِ سخن میں مصروف تھے مگر ان کی تخلیق معتبریت سے محروم تھی، کیوں کہ ابھی اردو کو نہ اعتبار حاصل تھا اور نہ ہی اس میں اظہار کی بھرپور قوت موجود تھی۔علمی استناد کے لیے اشرافیہ کی فارسی دانی کا علمی وقار لازم تھا۔اردو کو خاطر میں لانا دلیل کم نظری تھی۔فارسی کی لسانی برتریت تسلیم شدہ ہو چکی تھی۔جہاں گیر کے چند اہم امرا تو پوری ایرانی تہذیب کو مسلط کردینے پر آمادہ تھے۔میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ ولیؔ ہی ہماری غزلیہ شاعری کے موجد ہیں۔

'ابتدائے ریختہ از وست۔اول استاد این فن بنام اوست۔'[۱]

یہ ریختہ جو افتادہ و آمیختہ صورت میں ناسزاوار دید وشنید تھی۔ولیؔ نے اس کو رشکِ فارسی کے مرتبۂ اعلیٰ تک پہنچا دیا۔ولیؔ کا یہ اظہار کہ ملک دکن کا باشندہ ہونے کے باوجود عراق و پارس دادِ سخن دینے کے لئے مجبور ہوگئے:

ولیؔ ایراں و توراں میں ہے مشہور　　اگرچہ شاعرِ ملکِ دکن ہے

ابوالمعانی کے ساتھ ولی ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۰ء میں دہلی وارد ہوئے۔دہلی کے کوچہ وبازار سے گزرتے ہوئے ولی کو لسانی مشاہدات سے بھی سابقہ ہوا۔ریختہ کی عوامی مقبولیت سے بھی وہ آشنا ہوئے۔فارسی کے فیضان کی وسعتوں اور اثرات کے ہم سب معترف ہیں۔اردو نے اس زبان سے سب سے زیادہ اثرات قبول کئے۔صرف زبان ہی نہیں ایرانی تہذیب وتمدن کے ساتھ ذکر وفکر کے سوز و ساز میں عجمی تخیلات کے صنم کدے آباد ہوئے۔جس سے آج تک ہم جاں بر نہ ہوسکے۔فکرِ عرب بھی عجم میں تحلیل ہو کر ہم تک پہنچا۔عربی مشاہدات کو ایران نے مسخ کیا اور ایک آمیزہ تیار کیا۔وہی مرکب صورتیں یہاں کی آب وہوا کو بھی راس آئیں۔فکر ونظر کی دنیا میں بڑے اندوہ ناک تصورات بہت ہی دبے قدم داخل ہوئے۔دین ودانش کے محافظ بھی کا فرادائی کی آہٹ کو محسوس نہ کرسکے،عقائد وافکار کی کشاکش نے جنم لیا۔فارسی صرف شعر وادب کی ہی نہیں بلکہ فکر ونظر کے تمام اسالیب کا ذریعۂ اظہار بن کر مسلط ہوئی۔تمام لسانی اکائیاں بے دست وپا ہو کر رہ گئیں۔زیرِ تربیت اردو زبان کو بھی محروم ہونا پڑا۔بھلا ہو شاہ سعد اللہ گلشن کا جنہوں نے ولی کو مشورہ دیا کہ:

'ایں ہمہ مضامین فارسی کہ بے کار افتادہ اند در ریختۂ خود بکار ببر،از تو کہ محاسبۂ خواہد گرفت' [۲]

---

۱ تذکرۂ میر حسن،انجمن ترقی اردو ہند،ص ۱۸۴

۲ نکات الشعراء،ص ۹۴

اس مشورے میں فارسی سے بے نیازی کے ساتھ اردو کے حلقۂ گردن میں فارسی کے ساز دلبری کی پڑی بیڑی کو اتار پھینکنے کی ترغیب بھی تھی۔ فارسی مضامین کو بے کار کہہ کر انہوں نے انحراف کی رہ گذر پر چلنے کی تلقین کی ہے۔ ریختہ کو ذریعۂ اظہار بنانے اور اپنانے کی ہدایت کی ہے۔ گویا یہ فارسی سے بیزاری کا آغاز ہی نہیں اس کے خلاف ایک احتجاجی آواز ہے۔ جو اردو کی تقدیر بدل دینے کی پہلی آواز اور وؔلی کو اردو تخلیق کا گوہر شاہوار بنانے کی غیبی بشارت تھی۔ اردو پر شاہ صاحب کا یہ بڑا احسان ہے۔ اس کی دوسری بڑی اہم مثال پروفیسر آرنلڈ کی ہے جنہوں نے اقبال کو شاعری ترک نہ کر کے اسے جاری رکھنے کی ہدایت کی تھی۔

اس ضمن میں ہم مرزا مظہر جان جاناں کے بھی مشکور ہیں کہ انہوں نے 'بہ موافق محاورۂ شاہ جہاں آباد' کی تحریک چلائی اور اردو کو خود کفیل زبان کی حیثیت سے متعارف کرایا۔ فارسی سے مانگی ہوئی روشنی مدھم پڑھنے لگی تھی۔ اردو کی مقبولیت میں متواتر اضافہ ہو رہا تھا فارسی سے قطع تعلق کا ایک اور اعلانیہ شاہ مبارک آبرو کا وہ حکیمانہ قول ہے جو اشعار کی صورت میں معاصرین سے مخاطب ہو کر ان کی ہدایت کے لئے قلم بند کیا گیا تھا۔ ان کے قول نے معاصرین کے شعری رویے میں یکسر تبدیلی پیدا کی۔ اردو کا قواعد بھی مرتب ہو گیا۔ فارسی الفاظ سے ترکِ تعلق اشعار میں برتا جانے لگا۔ فارسی الفاظ کی مدد سے ایہام گوئی کی روایت کو ناپسند کیا گیا اور کل تیس برس میں لسانی اظہار سے اجتناب کیا گیا، شاہ مبارک آبرو اس عہد کے ذی احترام شاعر ہی نہیں بزرگ استاد بھی تھے۔ ان کے زیر تربیت تلامذہ اور معاصریں کی کہکشاں آباد تھی۔ ان کا قطعہ ملاحظہ ہو:

وقت جن کا ریختے کی شاعری میں صرف ہے ان ستی کہتا ہوں بوجھو حرف میرا ظرف ہے

جو کی لاوے ریختے میں فارسی کے فعل و حرف لغو ہیں گے فعل اس کے ریختے میں حرف ہے

فارسی کے فعل و حرف کو لغو کہنے کی جرأت بڑی بات تھی۔ ایک جمہوری مزاج کی تشکیل ہو رہی تھی۔ شاہ حاتم نے اس مزاج کو محسوس کیا اور ڈگر بدل دی۔ انہوں نے دیوان زادہ کے مقدمے میں بڑے پتے کی بات قلم بند کی ہے:

'بندہ دریں امر بہ مطابقت جمہور مجبور است'

تقریباً اسی دور کا ناخوش گوار تاریخی واقعہ سامنے آ چکا تھا۔ خاں آرزو (۱۶۸۷ء۔۱۷۵۵ء) ایک عہد ساز شخصیت کے مالک تھے۔ جو لغات و لسان پر عبقری نظر رکھتے تھے وہ شاعر تھے اور فن شعر کے پارکھ بھی تھے۔ اسی زمانے میں ایران سے وارد شیخ علی حزیں نے ہندوستانیوں کی فارسی دانی پر بڑے اعتراض کئے۔ اہل ایران برصغیر کے فارسی شعراء کو سبکِ ہندی کہہ کر کم تر درجے کا فن قرار دے چکے تھے۔ شیخ علی حزیں کی لسانی عصبیت نے ادبی معرکہ آرائی کو جنم دیا۔ ہندوستانی حمیت سے معمور خان آرزو نے محاذ سنبھالا۔ اور شیخ علی حزیں کے روبرو معرکے

میں شریک ہوئے۔ یہ بظاہر لسانی بحث تھی، مگر کسی نہ کسی حد تک مقامی باشندوں کی زبان دانی کو بھی آواز دی گئی تھی۔ اس نے شعوری طور پر حریفانہ کشاکش کی راہ پیدا کی۔ مغائرت کی نفسیات سے احتسابی نظر کا پیدا ہونا ناگزیر تھا۔ شاکر ناجی نے تو مذاق اڑایا ہے کہ فارسی پڑھنا چاکری کی علامت ہے کیوں کہ یہ زبان پڑھ کر سرکار کا نوکر یا زرخرید غلام ہی ہو سکتے ہیں:

گرچہ زر حاصل کرے ہیں یار پڑھ کر فارسی میں کیے ناجی ریختے میں سیم تن

فارسی شعریات میں غرق ہوئے وؔلی کو بھی فارسی زبان کے استحصال کی بھرپور آگہی ہے۔ اردو کو رشکِ فارسی دیکھنے کی آرزو دل میں اضطراب پیدا کر رہی تھی۔ مسئلہ انفرادی امتیاز کا نہیں لسانی آزادی اور مادری زبان کے اقرار و اعتراف کا تھا۔ بیرونی زبان جو حلقۂ گردن میں ساز دلبری بن کر ہراساں کر رہی تھی۔ اس طوق سے گلوخلاصی کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی:

رکھتے نہیں نظیر اپس کی سخن میں ہم ہم پاس آ کے بات نظیری کی مت کہو

وؔلی کا یہ احساس احتجاج بن کر شعر میں ڈھل گیا ہے۔ کہ انورؔی و خاقاؔنی کو دل سے نکال پھینکو۔ اپنی زبان اور شاعری کو قدردانی سے نوازنے کی ضرورت ہے۔ بغاوت کی یہ آواز اشرافیہ کے لئے بھی تھی اور عوام کے دل کی آواز بن کر ابھر چکی تھی۔ فارسی کو فراموش کرنے کی تاکید ولی کی ہے۔ دل سے اردو کو رشک، فارسی بنانے کا پرزور مشورہ بھی:

وؔلی کوں دیکھ کہ اب رشک انوری یہ ہے بسار دل سوں اپس کے تو یادِ خاقانی

یہ صرف شعری اظہار نہیں ہے بلکہ فارسی کے خلاف احتجاجی آواز ہے۔ جو برق و رعد بن کر کڑکی۔ نظیری، بیدل، طالب و کلیم کی کہکشانی روشنی ماند پڑ گئی پھر سبکِ ہندی کا بھی کوئی فن کار مطلع شعر پر نمودار نہ ہو سکا۔ غالب و اقبال تو سبکِ ہندی کے بھی سزاوار نہیں ٹھہرے۔ دونوں عظیم شعراء نے اپنا زیاں کیا اور اردو کو عظیم تخلیق سے بھی محروم کیا۔ ہم بھی سبک سار ٹھہرے۔ وؔلی آفریں باد کے ہی نہیں خراج تحسین وعقیدت کے حق دار ہیں۔ ان کے تفاخر میں تعلّی کے ساتھ دعوائے لسان بھی ہے:

پیدا ہوا ہے جگ میں وؔلی صاحبِ سخن
میری طرف سیں جا کے کہو انورؔی کے تئیں

خامۂ حق نے ولی کے جبین ناز کو خالی رکھی ہو یا نہ رکھی ہو مگر وؔلی نے اپنی تقدیر خود اپنے قلم سے رقم کی تھی۔ ادبیات مشرق میں شہرتِ شعر کی ایسی مثال مفقود نہ سہی محدود ضرور ہے۔ اس کی تصدیق اس حقیقت سے بھی ہوتی ہے کہ عہد قدیم تا جدید کسی بھی فن کار کے اتنے قلمی نسخے نہیں ملتے ہیں اتنا ضخیم اور قابل قدر کلام تخلیق کرنے کے باوجود وؔلی اسے مرتب کرنے سے بے نیاز رہے۔ یہ ان کے مزاج کی قلندری تھی۔ محسوس ہوتا ہے کہ کلام وؔلی کی

تسوید وتحفیظ کو سرمایۂ جاں جاننے والوں کی کمی نہ تھی۔ برصغیر کے علاوہ بیرونی دنیا کے بیشتر اہم ذخیروں میں ولؔی کے کلام کا مخطوطہ موجود ہے۔ آئے دن نئے نسخوں کی دریافت سے اس فہرست میں خوشگوار اضافہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ اب تک ساٹھ سے زائد خطی نسخوں کا علم ہو چکا ہے۔ میرے نسخوں کے علاوہ کئی نسخے محتاج تعارف ہیں۔ یقین ہے کی کہ اب بھی کئی نسخے پردۂ خفا میں پوشیدہ ہیں۔ ایک صدی سے کلام ولؔی کی تدوین و ترتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ مولانا احسن مارہروی نے بڑے اہتمام سے ۱۹۲۷ء میں کلام کو مرتب کیا تھا اور انجمن ترقی اردو نے شائع کیا تھا۔

متعارف نسخوں کی مدد سے ایک معقول حصۂ کلام منظر عام پر آ گیا۔ گویا ولؔی شناشی کی یہ ایک خشتِ اوّل تھی۔ ان کے بعد پروفیسر نور الحسن ہاشمی نے کئی اور نسخوں کی مدد سے کلیات ولی کو مرتب کیا۔ ۱۹۴۵ء میں انجمن ترقی اردو سے شائع کرایا۔ اس کی دوسری اشاعتیں بھی سامنے آتی رہیں تقریباً پون صدی کے درمیانی وقفے میں ولی پر تنقید و تحقیق کے علاوہ کلام کے کئی قلمی نسخے، انتخاب، بیاضیں اور اہل علم کے مباحث بھی سامنے آئے۔ بعض اہم نسخوں کی دید و دریافت نے درِعلم کو کشادگی بخشی یہاں چند اہم مخطوطات کا تعارف بے محل نہ ہوگا۔

ولی کے شہر اورنگ آباد میں لکھا گیا دیوان کا نسخہ معلومات کے مطابق سب سے قدیم مخطوطہ خدا بخش کتب خانہ پٹنہ میں موجود ہے جو ۱۱۲۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔ ترقیمہ کی تحریر سے اس کی تصدیق ہوتی ہے:

'بحمد للہ والمنت درشہر اورنگ آباد کتاب دیوان ولی با تمام رسید بتاریخ بست ششم ماہ ربیع الاول روز جمعہ ۱۱۲۰ھ'

کاتب وغیرہ کے بارے میں دوسری تفصیلات نہیں ہیں۔ یہ سالار جنگ میوزیم کے نسخہ سے پانچ سال قبل لکھا گیا اولیت کا شرف خدا بخش والے نسخہ کو ہی ہے۔

متعارف مخطوطات کے مطابق دوسرا قدیم نسخہ ۱۱۲۵ھ کا ہے جو حیدر آباد ذخیرے کی زینت ہے یہ خوش خط نستعلیق تحریر سے مزیّن ہے کاتب خیر الدین ہیں۔ ۹/ ذی الحجہ ۱۱۲۵ھ میں مکمل کیا گیا۔

ترقیمہ کی عبارت حسب ذیل ہے:

'تمت تمام شد کارِ من نظام شد نسخۂ دیوان ولی بخط شکستہ وشائستہ خیر الدین بتاریخ نہم ذی الحجہ تحریر یافت۔'

قصیدے کے آخری شعر:

عارفاں بولے کہ جان ہور دل سیں لاکھاں آفریں　　جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

اس شعر پر دیوان کی عبارت ختم ہوتی ہے۔

دیوان کا پہلا صفحہ گل بوٹوں سے آراستہ ہے۔ حاشیہ اور حوض کا اہتمام رکھا گیا ہے پہلی غزل کا مطلع

زیرِ ترتیب موجودہ کلیات کے مطابق ہے:

کیتا ہوں ترے نام کوں میں ورد زباں کا

حیدآباد کا دوسرا اہم ذخیرہ کتب خانہء آصفیہ ہے وہاں کئی نامکمل انتخاب ہیں ترقیمے کی عبارت بھی موجود نہیں ہے اس لئے ان سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے کئی مخطوطے قابل ذکر ہیں۔ایک مخطوطہ ۱۱۵۹ھ کا رقم کردہ ہے ترقیمہ کی عبارت حسب ذیل ہے:

'بتاریخ ہفتم شہر ذی الحجہ ۱۱۵۹ھ قلمی گشت تمت تمام شد'

اس میں ۱۱۲/ورق ہیں عام مخطوطات کی طرح اس میں بھی وہی پہلی غزل ہے جس کا اندراج اس کلیات میں کیا گیا ہے اس میں تقریباً ۴۱۰/غزلیں ہیں خط شکستہ آمیز ہے غزلوں کی ردیف وار ترتیب میں کہیں کہیں بے احتیاطی برتی گئی ہے کاتب خوش سواد نہیں ہے املائی صورتیں قدیم رسم خط کے مطابق ہیں وؔلی کا تقریباً مکمل کلام موجود ہے مخمسات ہیں اور قصائد ور باعی بھی ہے۔

اسی ذخیرے میں ایک دوسرا مخطوطہ بھی موجود ہے جس میں سن کتابت درج نہیں ہے اور نہ ہی ترقیمہ ہے یہ ۱۱۶/اوراق پر مشتمل ہے اس میں کلام ولی کا بڑا سرمایہ موجود ہے مثنوی سورت بھی موجود ہے چار در چار کے اشعار بھی ہیں۔اس کتب خانہ میں ایک اور بھی قلمی نسخہ ہے جو ۱۲۲/ورق پر مشتمل ہے اس میں بھی ترقیمہ نہیں ہے۔

مطبوعہ متن اور مخطوطہ میں کہیں کہیں فرق بھی ہے جو تقریباً ہر نسخے کے ساتھ ہے اس اختلاف میں کاتب کے قلم کے علاوہ مقامی انداز خط کو بھی دخل ہے یہ بعد کا لکھا ہوا ہے ۱۳۰۴ھ میں کتابت ہوئی خط نسبتاً بہتر ہے۔

ہندوستان کے علاوہ پاکستان کے کئی ذخیروں میں کلام ولی کے خطی نسخے موجود ہیں ایک بہت اہم نسخہ کراچی میں ہے جو انجمن ترقی اردو کی ملکیت ہے یہ ۱۱۳۵ھ کا رقم کردہ ہے اس میں بھرپور ترقیمہ بھی ہے عبارت حسبِ ذیل ہے:

'کاتب الحروف فقیر حقیر محمد بازید ولد محمد عثمان ابن عیسیٰ خاں غفراللہ لہ ذنبہ بتاریخ ۴/رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ یوم پنج شبہ بوقت دو پہر ۴/جلوس محمد شاہی قلمی شد تمام شد در خجستہ بنیاد اورنگ آباد'

اس میں ۴۳۶/غزلیں ہیں۔۳/قصائد،۱۰/مخمس،۴/مستزاد مثنوی سورت موجود ہے۔مطبوعہ کلیات کے مقابلے اس میں ۶/غزلیں ایسی ہیں جو کلیات میں شامل نہیں ہیں۔انہیں موجودہ کلیات میں شامل متن کیا گیا ہے۔یہ نسخہ صاف خطِ نستعلیق میں لکھا گیا۔انداز تحریر دکنی ہے قدیم تحریر کی املائی صورتیں عام مخطوطات کی طرح

بدستور ہیں۔مطبوعہ کلیات سے کہیں کہیں اختلاف متن بھی موجود ہے یہ خطی نسخہ خاصا اہم اور قابلِ ذکر ہے۔قدامت بھی بہت اہم ہے۔

ایک دوسرا اہم نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے ذخیرے میں دستیاب ہے۔یہ کراچی والے نسخہ کے تین سال بعد کا کتابت شدہ ہے۔۱۱۳۸ھ کا ترقیمہ موجود ہے دل چسپ بات یہ ہے کہ ولی کے شاگرد ثناء اللہ فانی کا رقم کردہ ہے۔جس سے متن کی معتبریت بڑھ جاتی ہے اور متن میں الحاق واضافہ کا شبہ بھی کم سے کم ہونے کا امکان ہے۔ترقیمہ کی حسب ذیل تحریر قابل ذکر ہے:

'دیوان اشعار ولی محمد مرحوم بتاریخ چہاردہم شہرمحرم الحرام سن ۱۸ از جلوس میمنت مانوس محمد شاہ بادشاہ غازی خلداللہ وملکہ سلطانہ روز چہارشنبہ وقت چاشت در بلدخیر البلاد حمیت عن الفساد بخط فقیر قصیر اضعف العباد محبوب سبحانی نمود بے بود ثناء اللہ فانی تمت انجام وصورت اتمام پذیرفت۔'

اس نسخے کی اہمیت ہے۔اس مخطوطے کی مدد سے ڈاکٹر جمیل جالبی نے ولی کی تاریخ وفات کا تعین ۱۱۳۳ھ تا ۱۱۳۸ھ کے درمیان کیا ہے۔حالاں کہ بعض شواہد کی بنا پر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی اور مولوی عبدالحق ۱۱۱۹ھ کو وفات تسلیم کرتے ہیں۔

مخطوطات کے تذکرے میں مولانا احسن مارہروی نے ایک قدیم خطی نسخے کا ذکر کیا ہے جو ۱۱۲۱ھ کا مرقومہ ہے۔یہ نسخہ نواب نصیر حسین خیال کی تحویل میں تھا۔جواب نامعلوم یا معدوم ہوگیا ہے۔مولانا نے کلیات کی ترتیب کے وقت بہت سے نسخے جمع کیے تھے یا استفادہ کیا تھا۔ان کی فہرست مقدمے میں درج بھی ہے۔ان میں کئی نسخوں کی دستیابی اب ممکن نہیں۔پروفیسر نورالحسن ہاشمی نے بھی کلیات کے مقدمے میں کئی نسخوں کا تعارف پیش کیا ہے۔جو کلیات کی ترتیب کے وقت ان کے پیش نگاہ تھے۔خود انجمن کے ذخیرے میں کئی نسخے موجود تھے۔جن کا تذکرہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے کیا ہے۔ان کی مجموعی تعداد ۲۳/ہوتی ہے۔ان میں چند ہی اہمیت کے حامل ہیں۔جیسے دیوان ولی نوشتہ محمد جعفر ۱۷/سن جلوس محمد شاہی میں کتابت ہوئی ۱۲۴/اوراق پر مشتمل ہے۔۱۱۴۱ھ کا لکھا ہوا مکمل دیوان کا نسخہ بہت زیادہ مستند اور معتبر ہے۔اس میں ۱۸۴/ورق ہیں۔

پروفیسر نورالحسن ہاشمی نے مقدمے میں مولانا احسن مارہروی کے پیش نظر نسخوں کا بھی ذکر کیا ہے جس میں ایک نسخہ ۱۱۵۴ھ کا لکھا ہوا ہے۔سبحان اللہ گورکھپوری کے ذخیرے کا قلمی نسخہ ۱۱۵۸ھ میں لکھا گیا۔یہ ایک اہم نسخہ ہے۔اندازہ ہوگا کہ ان تمام نسخوں کی قدر وقیمت بجا ہے مگر بعض بنیادی خامیوں کی بنا پر بہت سے نسخے غیر معیاری اور غیر معتبر ہیں۔ناچیز کی نظر میں اور خود میری تحویل میں ادھورے اور نا تمام کئی نسخے سامنے ہیں۔مگر وہ تحقیقی استناد سے محروم ہیں

کیوں کہ ترقیمے کی عبارت نہیں خط بھی قدیم نہیں کلام بھی کم ہے۔کہیں انتخاب سے کام لے لیا گیا ہے۔کاتب بھی کم نگاہ ہے ادب شناش نہیں ہے۔ان میں الحاق واضافے بھی ہیں۔متون میں بڑے اختلاف ہیں۔اس لئے ان نسخوں کا ذکر بے سود ہے راقم نے حاشیہ میں بھی ان غیر اہم نسخوں کے اختلاف متن کے اندراج سے گریز کیا ہے۔کیوں کی حاشیے کی عبارت کو بوجھل بنانا قطعی مناسب بات نہیں کہ ہر نسخے کا اختلاف درج کیا جائے۔صحیح تر عبارت کو ترجیح دی گئی ہے۔

گارساں دی تاسی کو آفریں ہو کہ انہوں نے ولی کا دیوان پہلی بار ۱۸۳۳ء میں پیرس سے شائع کیا بعد ازاں مطبع حدری بمبئی سے شائع ہوا،نول کشور نے لکھنؤ سے اور حیدر ابراہیم منایانی نے پونہ سے شائع کیا۔مولانا احسن،مارہردی کے بعد ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی کا مرتب کردہ کلیات ۱۹۴۵ر میں انجمن ترقی اردو دہلی نے شائع کیا،انتخابات بھی شائع ہوتے رہے۔اور ولی کی شاعری کی تنقید وتحسین بھی جاری رہی۔مولانا حسرت موہانی کا انتخابِ ولی مطبوعہ ۱۹۱۰ر بھی قابل ذکر ہے۔گویا قلمی نسخوں کی کتابت سے لے کر اشاعت تک کا ایک سلسلہ جاری ہے۔اردو کے دوسرے شعراء کے مقابل ولی کو اس بارے میں سبقت حاصل ہے۔

کلام ولی کی باز آفرینی کا سلسلہ تقریباً ایک صدی سے جاری ہے۔ایک عام اندازے کے مطابق کلام ولی کے قلمی نسخوں کی تعداد تقریباً 60 سے بھی زیادہ ہے۔ان میں کلیات،دیوان اور انتخاب کے مکمل اور ادھورے نسخے شامل ہیں۔ان سب کو یکجا کرنا آسان نہیں اور بیش از بیش نسخوں میں متن یکساں ہے۔کبھی کبھی نئے نسخوں کی بازیافت کا علم ہوتا ہے۔جرائد کے حوالوں سے اضافہ ایک خوش گوار علمی معاملہ ہے۔ڈاکٹر نصیرالدین ہاشمی نے رسالہ 'ہندوستانی' الہ آباد کے جنوری ۱۹۳۳ء کے شمارے میں کئی مخطوطات کے متن پر بحث کی تھی۔پروفیسر نورالحسن ہاشمی نے کلیات میں جگہ جگہ حوالہ دیا ہے۔اس کے بعد 'معاصر' پٹنہ مئی جون ۱۹۴۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر مختارالدین آرزو کا مضمون شائع ہوا۔اگست ۱۹۴۵ء میں 'معارف' اعظم گڑھ میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے نئے مخطوطہ کا تعارف اور تقابل پیش کیا 'نوائے ادب' بمبئی جولائی 1952ء کے شمارے میں ڈاکٹر عالی جعفری نے اس روایت میں اضافہ کیا 'اُردو' کراچی جولائی ۱۹۰۰ء میں قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی نے خطی نسخوں اور تقابل کا تجزیہ کیا۔اسی رسالے کے شمارہ جولائی ۱۹۶۶ء میں محمد اکرام چغتائی نے دریافت شدہ نسخوں پر مقالہ شائع کیا۔

ڈاکٹر اکبر حیدری نے 'نیا دور' لکھنؤ مطبوعہ نومبر ۱۹۹۵ء میں کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد کے دو خطی نسخوں پر مضمون قلم بند کیا۔انہوں نے غیر مطبوعہ کلام کے کچھ اشعار کو ادعائیت کے ساتھ پیش کیا ہے حالانکہ پیش کردہ اشعار کی بڑی تعداد کلیات ولی مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن میں موجود ہے۔بعض غزلوں کو بھی غیر مطبوعہ بتایا جب کہ وہ کلیات میں شامل ہیں۔یہ بھی ان کی عام تحقیقی کمزوریوں پر مبنی ہے ان کے مطابق یہ غزلیں غیر مطبوعہ ہیں:

شوخ سرکش دل رہا ہے الغیاث 1

چشم دل بر ہیں خوش ادا پایا 2

جب صنم کوں خیال باغ ہوا 3
جب لگ ہے چمن بیچ بہار گل ونرگس 4

مفلسی سب بہار کھوتی ہے

ان کے علاوہ دوسرے اشعار بھی مطبوعہ کلیات میں موجود ہیں ان کی اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ تحقیق نے بہت مغالطے پیدا کیے ہیں۔ راقم نے بھی 'ایوانِ اُردو' دہلی، جون ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں دو مخطوطات کا تعارف اور غیر مطبوعہ کلام کا کچھ حصہ پیش کیا تھا۔ ولی پر لکھی جانے والی تصانیف، مقالے اور مضامین سے الگ یہ ان کے خطی نسخوں سے متعلق مضامین کا رسالوں کے حوالے سے ذکر تھا۔

کلام ولی کے مجموعوں کی اشاعت کا آغاز 1927ء سے ہوا۔ مولانا احسن مارہروی نے کلیات ولی کو مرتب کر کے شائع کیا۔ مقدمے میں مخطوطات کا تعارف بھی پیش کیا۔ کچھ نئے نسخوں کی دریافت کے بعد ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے 'یادگارِ ولؔی' مرتب کیا۔ جو 1938ء میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے کلیات ولؔی کو نئی تدوین سے آراستہ کیا۔ مقابلہ ونظر ثانی کے بعد دوسری بار شائع کیا۔ جسے انجمن ترقی اردو ہند نے 1945ء میں شائع کیا۔ اس کی تیسری اشاعت 1954ء میں کراچی میں ہوئی۔

1140ھ کا لکھا ہوا نسخہ کا ما لائبریری بمبئی کی تحویل میں ہے۔ 375 غزلیں شامل ہیں۔ ترقیمہ بھی ہے۔ انجمن ترقی اردو ہند دہلی کے نسخے مکتوبہ 1141ھ کو پروفیسر نورالحسن ہاشمی نے اپنے مرتب کردہ کلیات میں استعمال کیا ہے ان کے خیال میں یہ نسخہ بہت مستند ہے۔

انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ 1144ھ کا لکھا ہوا ہے۔ کلیات ولؔی کی تدوین میں ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے اس نسخے سے استفادہ کیا ہے۔ اس میں غزلوں کی تعداد 365 ہے۔ حفیظ اللہ کے قلم کی کتابت ہے جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ کا نسخہ 1152ھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس میں 105 ورق ہیں۔ اس نسخے کو کئی لوگوں نے متعارف کرایا

1- کلیاتِ ولی، ص69
2- کلیاتِ ولی، ص48
3- کلیاتِ ولی، ص41
4- کلیاتِ ولی، ص99

ہے۔اس میں درج ایک قطعہ کی بنیاد پر ولی کے سال وفات پر مضامین لکھے گئے۔اس میں 308 غزلیں دوسرے اصناف کے ساتھ موجود ہیں۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے کتب خانہ میں ایک نسخہ ہے جو 1155ھ کا لکھا ہوا ہے یہ نسخہ مولانا احسن مارہروی کے مطالعہ میں رہا ہے۔کلیات کی ترتیب کے وقت انہوں نے اس سے استفادہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ بیرون ملک کے ذخیروں میں بھی کئی اہم نسخے موجود ہیں۔ برٹش میوزیم کے علاوہ کیمبرج،اڈنبرا وغیرہ میں بھی دیوان وؔلی کے نسخے ہیں۔کیمبرج والا نسخہ گارسان دتاسی کے ہاتھوں گزر چکا تھا۔

’نوائے ادب‘ جولائی 1952ء میں ڈاکٹر عالی جعفری نے جس نسخہ کا حوالہ دیا تھا اس کی نشان دہی نہ ہوسکی۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانہ میں 1134ھ کا لکھا ہوا نسخہ اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں حافظ محمود شیرانی کے ذخیرے میں بھی ایک نسخہ موجود ہے جو 1138ھ میں لکھا گیا۔ عام نسخوں کی طرح غزل، قصائد، مخمسات، رباعی وغیرہ موجود ہیں۔ یہ نسخہ احمد آباد میں لکھا گیا۔ ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے حیدرآباد کے ایک ذاتی ذخیرے کے نسخہ کا تعارف کرایا تھا جو 1144ھ کا ہے۔ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد میں دو اہم نسخے موجود ہیں۔ایک 1151ھ کا دوسرا 1152ھ کا رقم کردہ ہے۔ پہلا نسخہ مکمل نہیں ہے اور 111 اوراق پر مشتمل ہے۔ دوسرے نسخہ کے چند ابتدائی صفحات نہیں ہیں۔اس میں 124 اوراق ہیں۔ یہ نسخہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔کئی نسخوں کی ادھوری یا نا تمام نقلیں اور نسخے دیکھنے کو ملے اور غلط سلط لکھے ہوئے نظر آئے ترقیمہ بھی ندارد ملا۔مگر نسخوں کی کثرت آرائی کسی استعجاب سے کم نہیں۔

کلام وؔلی کے مخطوطات کی اتنی کثرت ہے کہ انہیں جمع کر کے کلام وؔلی کا عجائب خانہ تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ راقم معترف ہے کہ اس ذخیرے تک میری رسائی نہیں ہوسکی ہے اور نہ ہی مطالعہ کا امکان پیدا ہوسکا۔اپنی بے بضاعتی کے باوجود ایک خیال پیدا ہوا کہ ولی کے متن کا ایک سرسری مطالعہ کیا جائے۔

چند نسخے میرے پاس تھے۔جن میں دو اہم ہیں ایک تو بہت اہم ہے۔ دوسرا کم اہمیت رکھتا ہے۔اس میں ترقیمہ نہیں ہے،مگر یہ قدیم ہے اور میرے قیاس کے مطابق 1150ھ کے قریب رقم کیا گیا۔ یہ صرف دیوان تک محدود ہے۔اس میں کئی اشعار اور دو غزلیں زائد ہیں جو کلیات میں نہیں ملیں،لیکن دوسرا نسخہ کافی اہمیت رکھتا ہے۔ ترقیمے کے علاوہ اس میں 18 غزلیں دو مخمس اور بیسوں اشعار زائد موجود ہیں جو کلیات میں نہیں ہیں۔ کچھ اور نسخے مکمل اور نامکمل ہیں اور 1160ھ کے بعد کے ہیں۔ان سے صرفِ نظر کیا گیا ہے۔1155ھ کے قبل لکھے گئے چند نسخوں کی نقلیں موجود ہیں،جن سے مدد لی گئی ہے۔کئی بہت اہم ہیں جن کی دستیابی کی سردست صورت پیدا نہ ہوسکی۔

کئی نسخے جو پہلے تھے اب نامعلوم ہوگئے ہیں۔کئی بیرونی ملکوں کے ذخیروں میں محفوظ ہیں۔ کچھ عرصہ قبل ان کے نقول کی فراہمی آسان تھی۔مگر اب نہیں رہی اس لیے وہ بھی رسائی میں مشکل ہوگئے۔ناچیز کو چند نسخوں

پر اکتفا کرنا پڑا۔ پروفیسر نورالحسن ہاشمی کے بارِ احسان سے سبک دوش نہیں ہوا جا سکتا کہ یہ ایک مثالی کام ہے جس سے خاکسار نے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ انھوں نے کئی ایسے نسخوں سے مدد لی، جواب نامعلوم ہیں۔ مولانا احسن مارہروی کے کام کو پروفیسر موصوف نے آگے بڑھایا اور یہی کلیات ہماری رہبری کے لیے بھی سنگِ نشاں ہے۔ راقم نے اکثر اس کلیات کے متن کو دوسرے نسخوں پر ترجیح دی ہے۔ ہاں ناگزیر صورت حال میں کلیات کے علاوہ ترجیح طلب متن کا انتخاب کیا گیا ہے۔ قدیم نسخوں میں ذاتی نسخۂ دوم کو بوجوہ بہتر پایا ہے، اس لیے اس کے اضافے اور اختلاف کو صحت متن کے لیے ضروری سمجھا گیا ہے۔ دوسرے نسخوں کے اضافے کو بھی متن میں جگہ دی گئی ہے۔ حاشیہ میں ماخذ کا حوالہ موجود ہے۔

راقم کی تحویل میں شامل خطی نسخہ بے حد اہم اور قابلِ ذکر ہے۔ میری نظر میں یہ بیشتر نسخوں سے بہت بہتر ہے۔ یہ 1150ھ کے آس پاس رقم کیا گیا۔ تحریر شکستہ آمیز ہے۔ لمبی تقطیع پر اشعار باریک قلم سے لکھے گئے ہیں۔ مسطر کا اہتمام نہیں ہے۔ ترتیب کا خیال ہے مگر کہیں کہیں اس سے تجاوز کر کے کاغذ کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں حوض سے باہر حاشیہ پر بھی دو ایک اشعار نقل کیے گئے ہیں۔ کاتب خوش قلم اور مشاق ہے۔ متن و کتابت میں غلطیاں نہیں ہیں۔ وہ خود صاحب ذوق لگتا ہے۔ کاغذ ہلکا بادامی اور دبیز ہے۔ کاغذ و روشنائی اور انداز تحریر سے قدامت کا یقین ہوتا ہے۔ عبارت کے لیے سیاہ روشنائی مستعمل ہے اور کہیں کہیں سرخ روشنائی کا بھی استعمال کیا گیا ہے۔ تحریر صاف اور نمایاں ہے۔ زمانے اور موسمی اثرات سے تحریر پاک ہے۔ دہلی کا انداز خط نمایاں ہے۔ دہلی یا اسی کے نواح میں اس کی کتابت ہوئی ہے۔ دیوان حاتم قدیم اور دیوان زادہ کے مقدمے میں اس ترقیمے پر گفتگو کی گئی ہے۔ دراصل یہ مخطوطہ مجلد صورت میں دستیاب ہوا اور اس نسخے نے میرے مطالعہ کا رخ بدل دیا۔ میری تمام تر دلچسپی مطالعۂ اقبال سے تھی۔ اس قلمی نسخے کی بازیابی نے قدیم متون کے مطالعہ کی راہ پیدا کی۔ ایک عرصہ کے بعد خیال آیا کہ اس بیاض کو بہ غور پڑھا جائے۔ اندازہ ہوا کہ یہ تو ایک زر بکف علمی کشکول ہے، جس میں ولی، شاہ حاتم، آبرو اور اکرم قطبی کے کلام جمع ہیں۔ سب سے پہلے شاہ حاتم کے قدیم دیوان کا انتخاب مرتب کیا جو 1977ء میں شائع ہوا۔ اس کا دوسرا نقش 1991ء میں مرتب ہوا۔ بعد ازاں 'دیوان زادہ' کو مرتب کر کے 2010ء میں پیش کیا گیا۔ اس قلمی مجموعہ کا آخری حصہ اکرم قطبی کے تیرہ ماسہ پر مشتمل تھا، اسے 2017ء میں شائع کیا گیا۔ 'دیوان آبروؔ کے معلوم شدہ تمام قلمی نسخوں سے بہتر یہی نسخہ ہے جسے پروفیسر ظفر احمد صدیقی کے حوالے کیا گیا ہے، کیونکہ وہ مدتوں سے دیوان آبرو مرتب کر رہے ہیں۔ ولی کے کچھ غیر مطبوعہ کلام کا تعارف پیش کر چکا ہوں۔ اب خیال آیا کہ کیوں نہ ولیؔ کے کلیات کو اپنی کم فہمی اور کوتاہی کے باوجود تدوین نو سے آراستہ کیا جائے۔ اس مجموعہ میں کلام ولیؔ کی ضخامت سب سے زیادہ ہے۔ ابتدا سے انتہا تک کلام محفوظ ہے، مگر آخر میں ترقیمہ نہیں ہے، جس سے

کتابت کی صحیح تاریخ متعین کی جاسکے مگر حتمی قیاس کے شواہد موجود ہیں۔ ولؔی، حاتؔم کے بعد آبؔرو کے کلام کے اختتام پر ترقیمہ کی حسب ذیل عبارت بہت اہم ہے:

''تمت تمام شد نسخۂ دیوان آبرو بتاریخ بست ونہم شہر ربیع الثانی بخط رحمت خاں بن فیروز خاں بطریق مسودہ بکمال استعجاب نوشتہ شد جلوس مطابق 1158 ہجری۔ ہر کہ مطالعہ نماید بدعا خیر یاد آرد۔''

تین سال بعد آبرو کی مشہور مثنوی ''در موعظہ آرائش معشوق'' کتابت ہوئی اور آخر میں یہ تحریر لکھی گئی:

''تمت تمام شد 1161 ہجری سنہ احمد شاہی جملہ بیت دوصدوسی وچہار''

تین سال بعد مثنوی کی دستیابی ہوئی اور کاتب نے مسودے میں شامل کرلیا۔ اس سے اندازہ لگتا ہے کہ آبؔرو سے پہلے حاتم کا کلام رقم کیا گیا اور شاہ حاتؔم سے پہلے ولؔی کے کلام کی کتابت ہوئی جس میں کئی برس لگے ہوں گے۔ خاصا وقفہ گزرا ہوگا۔ اتنا تو طے شدہ ہے کلیات ولی کی کتابت 1158ھ سے پہلے ہوئی۔ کتنے برس پہلے کا تعین یقینی طور پر نہیں کیا جاسکتا۔ سبھی کلام ایک ہی کاتب یعنی رحمت خاں بن فیروز خاں کے قلم سے رقم کیا گیا ہے۔ ایک ہی اندازِ خط اور اہتمام ہے۔ خط کی مشاقی اور اہتمام سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کاتب خوش قلم اور شعری ذوق سے بہرہ مند ہے اور شاید اپنے شوق کے لیے کلام کی کتابت کی ہو۔ قدیم رسم خط کو پڑھنے میں ہر ہر شعر میں دشواریاں ہیں۔ یائے معروف ومجہول ک، گ، ب، پ، ت کے نقطوں وغیرہ کی تحریری شکلوں میں یکسانیت نے بڑی دقتیں پیدا کی ہیں۔ مسطر کا لحاظ نہیں ہے۔ دائیں بائیں جہاں بھی جگہ خالی ہے اشعار لکھ دیے گئے ہیں۔ حاشیہ میں اسے م۲ اور دوسرے نسخے کو م۔ا مطبوعہ کلیات کو ک کی علامت دی گئی ہے دوسرے نسخوں کے لیے پورا نام درج ہے جیسے نسخۂ کراچی کئی نسخوں میں موجود متن کے معمولی اختلاف کو نظر انداز کیا گیا ہے، کیونکہ حاشیہ کی عبارت کا بوجھل ہونا اچھا نہیں لگتا۔ ناچیز نے کوشش کی ہے کہ مرجح یا سب سے بہتر صورت متن میں شامل ہو۔ اس طرح سے حاشیہ کی عبارت کو معمولی اختلاف کی گراں باری سے محفوظ رکھا گیا ہے۔ ورنہ بیشتر نسخوں کے اختلاف در آتے۔

ولؔی کی لسانی بصیرت ایک عجوبہ ہے۔ انہیں بیان پر بلا کی قدرت اور زبان پر حیرت خیز مہارت حاصل ہے۔ گویا وہ زبان وبیان پر بے پناہ دست رس رکھنے والے سحر آفریں شاعر ہیں۔ قوت بیان کے لیے زبان کی انتہاؤں کو زیر کمند لانا پڑتا ہے۔ خیال کتنا ہی پرشکوہ ہو یا رفعتوں کا حامل ہو صحیح ترسیل کے لیے الفاظ ساتھ نہ دیں تو تکمیل اظہار ناتمام رہتا ہے۔ عظیم شعرا عام طور پر زبان کی تنگ دامانی کا شکوہ کرتے ہیں۔ سینے میں شمعِ خیال کا فروزاں ہونا کافی نہیں ہے۔ اس کے ابلاغ کے لیے تاب گفتار کے شعلوں سے گزرنے کی آزمائش ہوتی ہے۔

بزرگوں نے اسی لیے لفظ و معنی کے ارتباط پر گہری سنجیدگی کا اظہار کیا ہے۔ اقبال نے کہا ہے ارتباط لفظ و معنی ارتباط جان وتن ہے تخیل تمام تر ترسیل کے تابع ہے اور ترسیل کی زمام کار زبان کے ہاتھوں میں ہے۔ راہِ مضمون تازہ کے اظہار کے لیے باب سخن کو قیامت تک کشادہ رکھنے کے فن سے ولی کو بھرپور آگہی حاصل تھی۔ ولی کو زبان پر حاکمیت حاصل ہے وہ جس طرح چاہتے ہیں استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں ایک لفظ کے کئی کئی روپ رنگ نظر آتے ہیں جیسے آنکھ، انکھاں، آنکھاں، انکھیاں، آنکھیں وغیرہ۔ وہ اس استعمال میں آزاد ہیں۔ عربی و فارسی کے ضابطوں سے بے نیاز منفرد اور خود مختار زبان کے حال و مستقبل پر گہری نظر کے مالک ہیں۔ انہیں تسمی، طنا، وضا، نفا، شما لکھنے میں عار نہیں ہے۔ وہ ساکن کو بہ حرکت اور حرکت کو حسب ضرورت سکون میں بدل دینے میں کوئی مضائقہ محسوس نہیں کرتے۔ مروّجہ قاعدوں کو ترک کرنے کی مثالیں بہ کثرت کلام میں موجود ہیں۔ اضافت کے استعمال میں وہ آزاد ہیں۔ وعدۂ کل، جام نین، نورِ نین وغیرہ دوزبانوں کے درمیان اضافت کو جائز سمجھتے ہیں:

آرے صنم شتاب ہے روز نہان آج

حرف تیز اس کے ہیں جیسے حلوۂ سوہاں لذیذ

وہ ردیف و قافیہ کے استعمال میں اجتہادی نظر رکھتے ہیں۔ درازی کے ساتھ قاضی، عید کے ساتھ بھید، نسل، اصل کا جواز موجود ہے۔

ولؔی نے عوام میں مستعمل اور مقبول زبان کو ہی ترجیح دی ہے۔ کتابی یا لغت کے استناد سے انحراف کیا ہے۔ عوامی لب و لہجے کی ترجمانی کے آداب سکھانے اور برتنے والے ولؔی کو اردو کے مستقبل کی بھی خبر تھی۔ ولی کی زبان کے لیے آج مسجد و محراب ترس رہے ہیں لسانی سطح پر آج اردو کا بحران ایک نئی آزمائش سے دوچار ہے۔ زبانِ ولؔی کی رفاقت اور رہبری آج بڑی معنویت کی حامل ہے۔ ولؔی کے موثرات سے شمالی ہند کے لسانی خمیر کی تشکیل ہوئی۔ اہل لکھنؤ نے پیروئ پارس کے زعم میں زبان کو شہریت اور فارسیت کے فسادِ خون سے سیراب کیا۔ جمہور سے مطابقت کی لسانی راہیں مسدود ہوئیں۔ میراثِ ولی کی محرومی سے اردو کے بال و پر کی پرواز تھم گئی۔ لسانی اجتہاد کے علاوہ اسالیب کو بھی ولؔی نے نیا رنگ و آہنگ دیا تھا:

الفت ہے دل وجاں کو مرے سیم نگر سوں

نظر میں جس کی وہ شیریں بچن ہے

تبسم ہے، نگہہ ہے، زلف ہے چہرا گلابی ہے

ہر نگہ خنجر و کٹاری ہے
ہر استخواں میں میری آوازِ بانسلی ہے

سرے کا منہ سیاہ کیا ان نے جگ منیں
جس کی نین میں پیو کی خاکِ چرن گئی

اب لگ ولی پیانے دکھایا نہیں درس
جیوں شمع انتظار میں ساری رین گئی

ولی کی زبان لسانی اشتراک کی انمول مثال ہے۔ ولؔی جہاں دوست انسان اور جہاں گشت درویش خدامست بھی تھے۔ مرد قلندر کی طرح خانہ بردوش تھے۔ جہاں چاہتے قدم رنجہ فرماتے اور جی چاہا تو پل بھر کے لیے قیام کر لیتے۔ بزرگوں کے آستانے اہلِ صفا کی خانقاہیں ناداروں کے غریب خانے درماندہ رہرو کے ٹھہرنے کے لیے کافی تھے۔ وہ بے برگ وساماں بزرگ اور بے سنگ ومیل کے مسافر تھے۔ اورنگ آباد سے احمد آباد اور پھر دہلی تک کا سفر آسان نہ تھا، مگر نا آشنائے سکوں قدم نے دوریٔ منزل کو پامال کیا: ہو کہ اردو کی راہ روشن ہوئی۔

ایسے جہاں گرد قلم کار کے اظہار میں مختلف زبانوں کے الفاظ کا در آنا فطری عمل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دکن سے دہلی اور اس سے بھی آگے کے لسانی اثرات ولی کی شاعری میں موجود ہیں۔ مختلف علاقوں کی لفظیات کے علاوہ لب ولہجے کے موثرات بھی موجود ہیں۔ ولؔی کا کلام تقریباً تین سو سال قدیم زبان، ذخیرۂ الفاظ، اسالیب اور لب ولہجے کا آئینہ خانہ ہے۔ آج کے دور میں قدرے اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔ زبان سیلِ رواں ہے ہر دور میں خس وخاشاک سے پاک ہوتے رہنا اس کی فطرت ہے۔ اسی سبب متروکات کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ ولؔی کے بہت سے الفاظ آج استعمال عام میں نہیں ہیں۔ ہر زبان کا یہ ارتقائی اسلوب ہے۔ سیتی، مینں، کسو، کبھو، کتئیں، توں، کاں دکھاں، کنے کتے بوجھنا، پیونا، کوں، کتیں، لگ، ایدھر، جیدھر، اتا، دھاں، بھاں، ہمنا، تمنا، لاگا جیسے بہت سے الفاظ ہیں جو ولؔی کے یہاں ملتے ہیں۔ یہ عہد میر و میرزا تک رائج تھے۔ ولؔی کے دور میں بولنے اور لکھنے کی زبان میں بہت کم فرق تھا۔ لکھنا ایک املائی صورت ہے۔ کلامِ ولی میں بڑی وافر مثالیں ملتی ہیں جیسے موسا، اسا، شما، نفا، طبا، طما، وضا وغیرہ الفاظ کی ادائیگی اور املائی صورتوں میں مطابقت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اندازہ ہوتا ہے کہ ولؔی کے دور میں لفظوں کے استعمال میں آزادی تھی۔ واحد جمع یا تذکیر وتانیث میں

مقامی اثرات غالب تھے۔ فارسی قاعدے کی پابندی سے گریز عام تھی۔ ہندی لفظوں کو بھی فارسی قاعدے کے مطابق لگا کر جمع بنالیتے۔ پھولاں، نیناں، راتاں، وضاں، باتاں، لوگاں وغیرہ۔

ولی کو شعری ضرورتوں کے تحت بھی حرکت وساکن کو بدل دینے میں عار نہ تھا۔ اوپر اور اُپر، دیکھنا، دِکھنا، ہوے کہ جگہ ہو، جھٹا، نہانے، سکھا سوکھا کی جگہ کھڑنا، پچھان، پونچھا، یعنی مخلوط آوازوں کے استعمال میں آزادی تھی۔ پہچان کو پچھان، گڑھنا کو گھڑنا وغیرہ میں شمال وجنوب کا فرق نہ تھا۔ حسن، حرف، ختم، لوہو، قبر، فکر وغیرہ حرکت اورسکون دونوں طرح سے استعمال کیے گئے ہیں۔

ہندی الفاظ کے استعمال میں بھی ولؔی بڑے فراخ دل تھے۔ فارسی میں متبادل کی موجودگی کو نظرانداز کر کے عام بول چال میں رائج ہندی، دکنی، گجراتی وغیرہ زبانوں کے الفاظ کو شعری تخلیق میں جگہ دی:

اس بےخودی کے گھر کی طرف سدھ کو ڈال چل

اتال قافیہ کی پوری غزل نین قافیہ کی پوری غزل ہے:

سحر پرواز ہیں پیا کے نین
ہوش دشمن ہیں خوش ادا کے نین

پری کے تئیں اور آری کے تئیں دوغزلیں ہیں:

تیری نگہ کی تیغ سوں میں صاحبِ سنگرام رام

کہیں کہیں یہ استعمال کھٹکتے بھی ہیں۔ جو اردو کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں، مگر اس دور میں زباں زد تھے۔ یہ دکنی اور دراوڑی بولیوں کے اثرات ہیں:

سولٹ کوں دیکھے ولی لٹک کر سجن نین میں اٹک لیا ہے

مجھ گھٹ میں اے نگھر گھٹ ہے شوق تج گھونگھٹ کا
دیکھیں سوں لٹ گیا دل تری زلف کا اٹکا

اس غزل میں کپٹ کا، ٹھٹکا، ہٹ کا قافیہ ہے۔ اس کے برعکس دان، پران، نہان، تان، بان کے قافیے بھلے لگتے ہیں۔ غزل نمبر 121:

تیری حیا کے رمز کو اٹکل گیا ہوں میں

جی چل بچل ہوا ہے چنچل تیری چال دیکھ

اس میں لفظی بازیگری اور حرف وصوت کے اشتقاق پر نظر ہے۔ فنکار اس طرح کی کرتب بازی دکھاتا ہے۔ ولؔی کی ایک خوبی بسیار گوئی بھی ہے۔ انہیں قدرت نے بھر پور تخلیقی قوت سے نوازا تھا۔ غزل کی شعری ساخت میں قافیہ کے الفاظ حسن آفرینی میں اضافہ کرتے ہیں کہیں کہیں یہ گراں بار بھی ہوتے ہیں۔ جیسے ردیف الف کا نویں غزل میں پھیٹا، لپیٹا، جھپیٹا، سمیٹا:

تیری نگاہ ظالم مانندِ بیجلی ہے

کلیات کی غزل 408 میں قافیہ دیکھیے جڑ، پکڑ، گڑ، جھڑ، اکڑ، دھڑ مڑ یا 405 نمبر والی غزل میں پچھاڑ دھاڑ، باڑ، پہاڑ، کراڑ، دراڑ نے حسن غزل کو مجروح کیا ہے۔ 311 کی غزل موزوں اٹھ کے قافیہ 422 نمبر کی غزل میں پھڑک، دھڑک، سڑک، کڑک، بھڑک کے قافیے بسیار گوئی یا لفظوں کے استعمال کی مہارت باور کرانے کے لیے ہیں۔ یہ سخت گوش گراں اور غیر مترنم آوازیں دوسری زبانوں کے موثرات کے ترجمان ہیں۔ ان کے برعکس پر کیف آوازیں بھی ہیں جو سماعتوں کو سرور بخشتی ہیں:

مجھے مقصود دنیا میں مرے یتیم کی گالی ہے

یہاں ڈالی، ہلالی، تالی، دوالی، گالی لطف سخن میں اضافہ کرتے ہیں۔ محبوب کے تعلق سے ولی کی غزل کا یہ عجیب منظر ہے۔

ولؔی کی شعری لسانیات کا دوسرا رخ زیبا بھی قابل ذکر ہے۔ ہندی اور ہندوستان موثرات کے دوش بدوش پارس وعجم کی روح، کافرِ ہندی کے جسم وجاں میں رگِ خون کی طرح رواں ہے۔

کلام ولؔی لسانی اور ثقافتی سطح پر مقامی اور معاصر رویوں کا نگارخانہ ہے تو دوسری جانب وہ بیرونی اور کلاسیکی روایات کا جام جہاں نما بھی ہے۔ کلیات کے مطالعہ کے بعد یہ فیصلہ کرنا ذرا مشکل ہوتا ہے کہ ہندی روایت کا اثر ونفوذ غالب ہے یا فارسی کا۔ قدیم اسالیب فن ہوں یا شعری اکتساب سب میں فارسی کی سایہ نشینی بہت نمایاں ہے۔ غالب واقبال کے علاوہ اردو شاعری میں فارسی زدگی کی ایسی مثال ولی کے علاوہ شاید ہی کہیں نظر آئے۔ کلاسیکی شاعری کے رنگ وآہنگ کی یہ سرشاری بھی کہیں نہیں ہے۔ نہ اتنے حوالے اور نہ استفادے کے سرچشمے ہی کہیں دکھائی دیتے ہیں۔ کلیات میں سیکڑوں مقامات ہیں جہاں مصرعے فارسی نژاد ہیں اور اپنے نسب نامے کی نشان دہی کرتے ہیں۔ غزل میں ثنائے رحمتِ عالمؐ ولی کا امتیاز ہے۔ (433)

غلام و فدوی درگاہِ احمدؐ

غمزۂ شوخ نے بہ نیم نگاہ

فرد باطل خط تدبیر کیا
دام زہ زلف گرہ گیر کیا

ترے لب ہیں بہ رنگ حوضِ کوثر مخزنِ خوبی
روز ایجاد تری چشم سوں اے نور نظر

بے منتِ شراب ہوں سرشارِ انبساط

اس تیغ نگاہِ شوخ سرکش کی ہے خوں ریز
چمن آرائے باغ خوش ادائی

وہ ہلال ابرو بہ رنگ ماہِ نو

تو ہو دیں بخت اہل انجمن سبز

تیری زلف ہے حلقۂ دودِ چراغ گل

خاطر ناشاد ہووے رشک گل زارِ جناں

نگاہ تیز نگاہاں ہے خار آتشِ حسن

پیچ وتاب زلف ہے دودِ چراغِ بزمِ حسن
اے باعث جمعیت ایام جوانی

ان کے علاوہ کلام میں تراکیب الفاظ کا ایک گنج گہر ہے جو شعری حسن آفرینی کے ساتھ رنگ وصوت کے پیکر تراشتا ہے۔ معنیٔ ناز، دلبرِ شیریں حرکات، عشق میں تحصیل جنوں، گل باغ وفا، گل باغِ ادا، حسن دور نما، بیاض

گردن مینا،مثل مینائے شراب حسن، دامن صد چاک گل، پا تمالِ قاتلِ رنگیں ادا،سوارِ تازیٔ آتش عناں،آتش خو

خرمن ماہ و خوشۂ پروین

صورتِ ناز و معنیٔ تمکیں

زخمی ہے جلادِ فلک تج غمزۂ خوں ریز کا
ہے شور دریا میں سدا تج زلف عنبر بیز کا

دوسرے اشعار میں نقاشِ رنگ آمیز، حسن شور انگیز چمن آرائے حسن، رنگ روئے گل رخاں، مانند مژگاں صد زباں، گل بہشتی رو، داروئے درماندگی جیسے کثیر اختراعی ترکیبیں کلام کی دلکشی میں معاون ہوتی ہیں۔

ان کے علاوہ غزل میں فارسی اشعار اور مصرعے بھی بڑی بے تکلفی کے ساتھ وارد ہوئے ہیں۔ گویا غزل کی فضا آفرینی میں ان روایت کو بہ طور خاص شعوری طور پر شامل کیا گیا ہے۔ چند مصرع ملاحظہ ہوں:

دین و ایمانم ربود تدگل رخاں

بس کہ کثرت شد بہ کوئے آں صنم

بوالہوس تقلید عاشق می کند

ہے نگاہِ شوخ و سرکش فتنۂ آخر زماں

خاطرِ ناشاد ہووے رشک گلزارِ جناں

لوحِ دیباچۂ کتابِ سخن

کلام ولی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گہرے مطالعے کے ساتھ ان کا مشاہدہ بھی بے کراں وسعتوں سے معمور ہے۔ کلیات میں فنکاروں کے کثرت سے حوالے موجود ہیں۔ جگہ جگہ وہ اپنے فن کا موازنہ فارسی شعرا کے حوالے سے کرتے ہیں اور اپنی فنی حاکمیت کا اعلان کرتے ہیں۔ ایک عجیب مثال پر مشتمل پوری غزل ہے۔ اس

کی مثال اردو فارسی میں نہیں ہے۔ شعرا کے قلمی ناموں کی معنوی رعایت سے محبوب کے سراپا کی پیکر تراشی کی گئی ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ فارسی شعرا کے مجسّموں کا منظوم تذکرہ ہے:

ترا مکھ مشرقی، حسن انوری، جلوہ جمالی ہے نین جامی، جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے
نگہ میں فیض وقدسی، سرشت طالب وشیدا کمال بدردل اہلی وانکھیاں سوں غزالی ہے
توہی ہے خسروروشن ضمیروصائب وشوکت ترے ابرو پہ مجھ بیدل کوطغرائے وصالی ہے

عراقی، خاقانی وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان شعرا کے ساتھ حضرت حسانؓ کا بھی ذکر ہے۔ بلبل شیراز خواجہ حافظ کا کثرت سے ذکر آتا ہے۔ ان کے مضمون اور الفاظ کو بھی نظم کرنے میں ولی بخل نہیں برتتے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو:

کیا حقیقت ہے تج تواضع کی یہ تلطف ہے یا مدارا ہے

ایک اور مصرع ہے:

تلطف ہے مدارا ہے کرم ہے بے عتابی ہے

خواجہ شیراز کی ابتدائی غزل کا معروف مصرع ہے:

بادوستاں تلطف با دشمناں مدارا بلبلِ شیراز کوں کرتا ہوں یاد

ایسے ہی کلیات میں دو جگہ مولانا رومی کے مضمون کو ان کے الفاظ کے ساتھ دہرایا گیا ہے، جو دنیائے شاعری میں تصوف کا ایک فکری ماخذ قرار دیا گیا ہے:

ہر استخواں سینے کے ہیں رومی مانند فریاد نے

'ہم چوازنے نیستاں خوذوالی روایت کا نام لےکر مولانا رومی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

کلام ولؔی کو قدیم اسالیب سے ہم آہنگ کیا ہے۔ قدیم وجدید کے حسن ارتباط نے ولی کے فن کو جاودانی بخشی ہے تو اپنے شاگرد اشرف کو بھی داد دی ہے:

اشرف کا یو مصرع ولی مج کوں ہے دلچسپ الفت ہے دل وجاں کوں میرے پیم نگر سوں

(کلیات ولی غزل 443)

ابھی ہند وعجم کا ذکر ہورہا تھا۔ ولؔی کی بصیرت دیکھئے ہندی اساطیر وثقافت کی معروف علامتوں کے ساتھ غزل کے کیف وکم کو مقامی ارضیت کی روح سے آشنا کیا ہے۔ کسی قلم کار کے یہاں ملکوں شہروں کے یہ نام نہیں ملیں گے۔

بنگال کا روپ، باڑا گھاٹ، سورت، دہلی، گجرات، دکن، بیجاپور، کشمیر، متھرا کاشی، کشن، موہن، راون، کھنجن، کنول، کوئل، کاجل، پان، گنگا نہان، سنگم، کریلا، گجگری، گڑھ، حلوۂ سوہاں، آم، داڑم، انار، اناس کا ذکر سنیے:

دو باغ محبت کا اناس نہ آیا

گوپی، گوالن، دیول، چیتیل، چکارا، پھول بن، بید گیا، لیلاوتی، فائدہ، فواد، ہنسلی، بانسلی، جھانجھ، رام کلی، بھبھاس، تال وغیرہ۔

مقامی جہانِ رنگ و بو کے آثار و علائم میں جو ہماری شعریات کو ترسیل کی بے اماں وسعتوں سے ہم کنار کرتے ہیں۔ ولی کی لسانی بصیرت کو آفریں ہو کہ اس نے دامنِ شعر کو انمول موتیوں کے آب و تاب سے گراں بار کیا۔

یہ بھی دلچسپ پہلو ہے کہ ولی نے ہندی اور فارسی پر ہی توجہ نہیں کی بلکہ عربی الفاظ کو بھی بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ آیاتِ قرآنی کے علاوہ عربی الفاظ کو قافیہ میں برتا ہے۔ تفحص، تمسک، دقیق، عمیق، رحیق، تحقیق وغیرہ کے قافیے غرابت سے گریز کرتے ہیں۔

بوجھوں صدائے صور قلم کے مدیر کوں غم سوں تیرے ہے ولی حال ترحم کا محال

لکھا ہے صفحۂ ایجاد پر مصور صنع ہر طرح مستغنی الاوصاف ہے

تصنیف، تردیف، کشیف ولطیف، خریف، مثقال، قال، استقبال، عمال، تمثال، شوال، غزال، استغراق، اوراق، ساق، طاق، اشراق وغیرہ کثرت سے قافیہ اور متن میں استعمال کیے گئے ہیں۔ ان سے ولی کے لسانی تبحر اور زبان دانی کا علم ہوتا ہے۔ اس زاویہ نظر سے بھی ولی کے شعری امتیازات منفرد ہیں۔ ولی کی زبان سیال صفت ہے، جو ہر زبان کا فطری خمیر ہوتا ہے۔ ولی کو زبان کے جمود اور اس کے خطرات کا بھرپور ادراک ہے۔ وہ بولیوں اور عوامی گفتار کے اسالیب کی بھی پذیرائی کرتے ہیں:

اے مان بھری چنچل ٹک بھاو بتاتی جا

غصے سیتی بولیا کہ چلا جا بے چلا جا

اگر ہو جلوہ گر بازار میں شیریں بچن میرا

احوال گر کہوں میں دل بے قرار کا

انفس آفاق کی روح مذہب ہے۔ فکر و عمل کے لئے یہی راہ ہدایت ہے۔ جو معاشرۂ انسانی کے ارتقاء کی انتہا ہے۔ اسی سے عظیم اقدار کی تخلیق اور تربیت ہوتی ہے۔ اقدار کے مختلف عناصر سے ثقافت کا آمیزہ تیار ہوتا ہے۔ اس مرکب سے تہذیب کی شناخت اور سرفرازی کا منہاج مقرر ہوتا ہے۔ تہذیبی آثار میں افکار و عقائد کا جو ہر رگِ خون بن کر رواں رہتا ہے۔ خون گرم سے ہی ثقافتی سرگرمیوں کی نمود ممکن ہوتی ہے۔ متحرک مجاہدات سے

دین ودانش کوفروغ جاوداں ملتا ہے۔تہذیبی تحریک وتفاعل سے تخلیق وجود میں آتی ہے۔ادبیاتِ عالم کے لافانی شاہ کارشاہد ہیں کی ان کی اساس میں مذہبی روح یا اساطیری عناصر کی کارفرمائی ہی موجبِ تخلیق ہے۔عظیم تہذیبوں کے آغوش میں آسمانی یا اساطیری صحائف اور کتابیں موجود ہیں۔انہیں کے وسیلے سے بزرگی وبرنائی کا معیار قائم ہوتا ہے۔قرآن مسلم ثقافت کے بے شمار ستون کی بنائے پائیدار ہے ذکروفکر میں انقلاب آفریں موثرات کے علاوہ انسانی تہذیب کی تربیت میں اس پاک کتاب کا سب سے اہم کردار ہے کتاب کے اثرونفوذ کا احاطہ آسان نہیں ہے اس سے نسبت رکھنے والی ادبی تخلیقات کوبھی امتیاز واحترام حاصل ہوا۔وہ لازوال ادبی صحیفوں میں شمار کیے گئے۔مثنوی روم وکلامِ اقبال سب کے مشاہدے میں ہے ان کا سرچشمۂ فیض کتاب آخر ہی ہے فکر وفلسفہ ہو یا روز وشب کے معمولات سب کوروشنی بخشنے والی یہی کتابِ ہدایت ہے جوصحف سماوی کی آخری تنزیل ہے۔کرۂ ارض کی مسلم ادبیات کا مصدر بھی یہی کلام ربانی ہے اس نے فن کے ابدی اقدار کی نگہبانی اور لفظ ومعانی کی مشاطگی بھی کی ہے یہی فنی عظمتوں کا وجۂ امتیاز اور مردِ ہنرمند کے فن کوابدیت سے ہمکنار کرنے والی کتابِ تخلیق بھی ہے۔اردو شاعری کونئی زندگی دینے والے اور شاعری کو جہانِ ممکنات سے آشنا کرنے والے وؔلی دکنی ہیں۔ان کی شعری صناعی میں پرتو نورفراہم کرنے والی یہی کتاب ہے۔

مدار بخش مدن وؔلی کے ایک قابل ذکر شاگرد ہیں۔انہوں نے اپنے ایک شعر میں اشارہ کیا ہے کی وؔلی حافظ قرآن تھے۔وؔلی کے اشعار میں کتاب اللہ کے حوالے مدن کے قول کی توثیق کرتے ہیں۔مدن کا شعر ہے:

فضل حافظ وؔلی کے سیتی یارو مدن کا شعر اب اتمام ہے گا

مدن کا یہ شعر بیاضِ آبرو میں موجود ہے۔یہ بیاض پروفیسر سید محمد حنیف نقوی کے ذخیرے میں ہے۔ولی کا کلیات ضخیم ہے۔اس میں بیش از بیش اصناف سخن موجود ہیں ان میں جگہ جگہ قرآن کریم کی آیتوں کے حوالے ہیں ولی کی لفظیات میں ایک معقول حصہ عربی الفاظ کا بھی ہے جن سے وؔلی کے شعری آہنگ کی تشکیل ہوتی ہے ان کی شاعری میں عربی تخیلات وتلمیحات بھی ہیں جن سے ان کی اقدار پسندی اور ایمان ویقین کی پختگی کے ساتھ ذہنی وقلبی واردات کا انکشاف ہوتا ہے۔شمال وجنوب کے کئی شعرا ہیں جن کے یہاں صحف سماوی کے حوالوں سے شعری پیکر تراشے گئے ہیں۔اس سے ان کی قرآن سے نسبت وقربت کا علم ہوتا ہے فنی تلازمات میں کلاسیکی روایات کی پاسداری کا یہ اہتمام ولی کی رفعتوں تک رسائی کا کارگر وسیلہ ہے۔عظیم تخلیقات کے خمیر میں عقیدہ وایمان کے اعلیٰ اقدار ہی فن کوابدیت کی تصویر میں ڈھالتے ہیں شعرِ ولی کی دائمی اور مقدور بھر مقبولیت کے تجزیہ میں کلام کے پاکیزہ تصورات بہت ہی فکرافروز ہیں روایت کے مطابق ایک لاکھ اشعار اور ضخیم مطبوعہ کلیات کے مالک اور وؔلی کے پیش رو محمد قلی قطب شاہ بھی قرآن کریم کے حوالوں سے اس طرح کلام کو پرنور نہ کر سکے۔مثنوی نگاروں

کے یہاں بھی یہ صورت پیدا نہ ہوسکی۔ ولی کے اکتساب کے سرچشمے بے حساب ہیں جن میں آخری صحیفے کے مندرجات کو مصدرِ اولیٰ کہہ سکتے ہیں:

رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب　　زیورِ لب ذکرِ سبحان الذی اسرا کروں

پندرہویں پارہ کی سورہ بنی اسرائیل کی یہ پہلی آیت ہے جو معراج نبوی کے عظیم واقعہ کا حرفِ آغاز ہے۔ ولؔی نے کس خوب صورتی سے ذکر حبیب کے تذکرے اور احترام کے لیے اس آیت پاک کو منظوم کیا ہے۔ ایک دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔

چہرۂ گل رنگ وزلف موج زن خوبی منیں　　آیت **جنة من تجری تحت الانهار** ہے[۱]

یہاں قرآن پاک کے آخری پارہ کی سورہ بینہ کی آخری آیت منظوم کی گئی ہے۔

'ان کے رب کے پاس ہیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں'

معراج نبوی ﷺ کے متعلق ستائیسویں پارہ کی سورہ والنجم کے پہلے رکوع کی آیت کے حوالے کو دیکھیے:

توں ہے حق سیتی ہم زباں و ہم کلام　　ترا قاب قوسین ادنیٰ مقام[۲]

سیرت رسولؐ اور معراج مصطفیٰؐ کے پس منظر میں یہ آیت بہت معروف ومقبول ہے۔ سورہ والنجم کا ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جو معراج کے عظیم واقعے کا لطیف ترین اور انتہائی فکر انگیز اشارہ ہے۔ ساتھ ہی یہ رحمت عالمؐ کی ذات مبارک اور شان نبوت کی عظمتوں کا اقرار نامہ ہے، جسے اسلامی فکر وثقافت میں کثرت سے یاد کیا گیا ہے۔ ہماری شعری روایت میں اس آیتِ کریمہ کا سب سے زیادہ حوالہ ملتا ہے۔ ولؔی سے لے کر اقبال تک اس سرچشمے کی مشک باری موجود ہے۔ اقبال نے تو شعر کے علاوہ اسی آیت سے پانچویں خطبہ کا آغاز کیا ہے[۳]۔ ولؔی کی وجد آفرینی دیکھیے، یہ مثنوی کا شعر ہے:

الٰہی دل اوپر دے عشق کا داغ　　یقیں کے نیں میں سب کحل مازاغ[۴]

اقبال کے دعائیہ شعر کو دیکھیے:

فروغِ مغر بیاں خیرہ کر رہا ہے تجھے　　تری نظر کا نگہباں ہو صاحب ما زاغ[۵]

ولؔی کا ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

توں ہے حق ستی ہم زباں ہم کلام　　تیرا قاب قوسین ادنیٰ مقام

---

۱ کلیات ولی، مرتبہ پروفیسر نورالحسن ہاشمی، مطبوعہ ۱۹۴۵ء، ص ۲۳۷
۲ کلیات ولی، مرتبہ پروفیسر نورالحسن ہاشمی، مطبوعہ ۱۹۴۵ء، ص ۲۸۰
۳ تشکیلِ جدید الٰہیات اسلامیہ، اقبال، لاہور، ۱۹۵۸ء، ص ۱۸۸
۴ کلیات ولی، مرتبہ پروفیسر نورالحسن ہاشمی، مطبوعہ ۱۹۴۵ء، ص ۳۵۲
۵ ضرب کلیم، اقبال، نظم غزل

پیغمبر اعظم و آخرؐ کے ذکرِ جمیل سے ولؔی کا کلام منور و منزّہ ہے۔ نعتیہ قصیدے کے علاوہ مختلف موقعوں پر غزلوں کے اشعار میں عشق رسالت مابؐ سے بڑی گہری عقیدت کا اظہار ہے۔ غزلوں سے قطع نظر مخمس کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

یٰسین وطٰہٰ والضحیٰ نازل ہوئے تج شان میں والیل اور والشمس ہیں تج زلف ومکھ کے دھیان میں

شانِ رسالت مآبؐ سے متعلق علامہ اقبال کے 'بالِ جبریل' کے دو شعر لافانی بن چکے ہیں۔ دوسرے شعر کا مصرع ثانی ملاحظہ ہو:

وہی فرقاں، وہی قرآں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

ولؔی نے ایک شعر میں حضور رسالت مآبؐ کو بے مثال عقیدت سے یاد کیا ہے:

محمدؐ وہ کہ جس کے حق میں لولاک کہا ہے خالق املاک و افلاک

ایک اور مخمس میں قرآنی حوالہ موجود ہے گل وگل زار ھل أتی کی قسم یہ انتیسویں پارے کی سورہ الدھر کی ابتدائی آیت ہے۔ علامہ اقبال نے بھی اس آیت کریم سے استفادہ کیا ہے۔ ولی نے ایک رباعی میں ۲۳/ویں پارہ میں تخلیق کائنات سے متعلق سورہ یٰسین کی بہت ہی معروف آیت کو نظم کیا ہے:

دیوانِ ازل بیچ خدائے بے چوں یہ حکم کیا عام کہ ہاں کن کن فیکون
افرادِ دوعالم کا بندھا شیرازہ اس دفترِ کونین پہ فہرست ہے تونؔ[ا]

ہم جانتے ہیں کی اقبال نے ارتقائے کائنات کے تصور میں اس آیت مبارکہ کو اساسی اور سب سے اہم بنیادی عنصر قرار دیا ہے۔ اور ہر لمحہ شانِ وجود کے اظہار کو بدیہی حقیقت تسلیم کیا ہے اور ہر لمحہ صدائے کن فیکون کی آواز کو رمز کائنات کا بلیغ اشارہ بتایا ہے۔ اسے ٹھہرتا نہیں کاروان وجود سے بھی تعبیر کیا ہے۔ نعتیہ قصیدے میں اس آیت کو دیکھیے:

وہی پاوے مطلب راضیۃً مرضیۃً محض للہ جگ میں جو اعمالِ پنہانی کرے

ولی نے راضیۃً مــــــرضیۃً کی آیت کو منظوم کیا ہے جو عمّ پارے کی آیت ہے اور سورہ والفجر میں وارد ہے۔ اس میں معبود اور بندے دونوں کی رضامندی کی طرف اشارہ ہے۔ ولؔی نے ایک شعر میں نماز کی تکبیر کے کلمات 'قد قامت الصلوۃ' کو بھی منظوم کیا ہے اور ان مقدس حوالوں کی مدد سے اپنے کلام کو تقدیس وتنویر سے معمور کیا ہے۔ انہوں نے کلاسیکی اسالیب کو ان حوالوں سے مستحکم اور مربوط کیا ہے۔ دوسری جانب فن کو بلند اخلاق واقدار کا ترجمان بتایا ہے۔ انہوں نے شعر و تخلیق کے دامن کو بے کراں پہنائیوں سے روشناس بھی کیا ہے۔ اس پاک کتاب کے حوالوں کے ساتھ ساتھ تاریخ و تلمیح کو ولؔی نے کثرت سے ذکر کیا ہے۔ ان اشاروں اور استعاروں

ا کلیات ولی، مرتبہ پروفیسر نورالحسن ہاشمی، مطبوعہ ۱۹۴۵ء، ص ۲۹۲

سے کلام ولؔی کے حسنِ بیان میں بے انتہا وسعتیں پیدا ہوئیں ہیں۔ پورے واقعہ یا کیفیت کو ایک لفظ سے تعبیر کرنے کے ہنر سے ولؔی واقف ہیں۔ ان کی شعری دل کشی کا یہ بھی ایک اہم امتیاز ہے کہ ان کی شاعری اشخاص و اعلام کی دوکان شیشہ گر ہے جو ہفت رنگ تصویروں کی طرح آویزاں ہیں۔ ولؔی نے قصیدے بھی رقم کیے ہیں۔ ان میں حضور رسالت مآبؐ، صحابۂ کرامؓ، بیت الحرام کے علاوہ شاہ وجیہ الدّین، شاہ میران محی الدّین بھی مدح و منقبت کے سزاوار قرار دیے گئے ہیں۔ یہ دنیاوی مال و زر والے ممدوح نہیں ہیں، گویا قلم کی تقدیس کا پاسِ ادب ولی کی حرمتِ فکر کی نمایاں شناخت ہے۔ یہی تقدیس و تحریم ان کے فن کا امتیاز بھی ہے۔ غزل گوئی میں بھی وہ پردہ داری کا اہتمام کرتے ہیں۔ ان کا نور و نظر ان کے قاری کو بھی بے حجاب و بے تکلّف نہیں ہونے دیتا بلکہ وہ جمال و زیبائی کے ساتھ فطرت سناش، دیدۂ بینا فراہم کرتا ہے۔ ان کا اقرار ہے کہ رسالت مآبؐ کی ذات فکرِ روشن کا مصدر ہے:

جس مکاں میں ہو تمہاری فکرِ روشن جلوہ گر — عقل اول آ کے وہاں اقرارِ نادانی کرے

اس نعت میں ایک مصرع ہے:

کہ ہے خیر الکلام قل و دل

ولی کے ندرت بیان کی طرفگی دیکھیئے کہ کلیات میں مثنویات کے ذیل میں جو پہلی نظم ہے، وہ تمام و کمال ذاتِ گرامیؐ کے لیے ہی وقف ہے۔

اڑتیسویں غزل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

کیتا ہوں ترے نام کوں میں وردِ زباں کا — کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا
جس گرد اُپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں — اس گرد کوں میں کحل کروں دیدۂ جاں کا

چار مصروں کا ایک مختصر ترین مستزاد ہے فارسی کی مشہور نعت سے مستفاد ہے:

گئے رات معراج وو عرش اُپر — بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کھلے پردے سب بھید کے سر بسر — کشف الدجیٰ بجمالہ
ہوئی حق کی اُن پر سو حُب کی نظر — حَسُنَتْ جمیع خصالہ
ہوا حکم حق کا محباں اُپر — صلوا علیہ و آلہ

اس تذکرے میں حسب ذیل دو اشعار قابل ذکر ہی نہیں، عقیدت و ارادات کی منتہاؤں سے سرگوشیاں کر رہے ہیں:

اسم اللہ دو جسم احمدؐ ہے — حق سیتی حق کوں حق نما پایا
حفظ کرنے کوں مصطفٰیؐ رو کوں — فیہ خیراً وَ حافظاً پایا

دین محمدی سوں ہے دو جگ کی آبرو

حضور رسالت مآبؐ کا ذکر برکت وسعادت کے لیے ناگزیر تھا۔اس سے قطع نظر ذکر کتاب اللہ ہوا اور جس قلب منذر پر نزول ہوا ہو اس کا تذکرہ ملزوم ہو جاتا ہے یوں بھی روایت ہی نہیں جزوِ یقین ہے کہ آپ کی ذات مبارکؐ پیکرِ قرآن کے نور و جمال کا آئینہ ہے۔گویا آپ کی سیرت وشخصیت میں قرآن ہی جلوہ نما ہے۔ولؔی نے ذکر رسالت مآبؐ میں قرآن کے حوالوں سے بڑے خیال آفریں تصورات پیش کیے ہیں اور شعری حسن سے آراستہ بھی کیا ہے:

وہ نقشِ پاک زینتِ روئے زمیں ہوا

اس میں شرفِ آدم کو بھی شامل کرلیا ہے:

مثل خلیل اللہ مجھے دوجنت الماویٰ کیا

ولؔی غزلیہ شاعری کے بےنظیر فن کار ہیں۔اساسی طور پر حسن وعشق کے افسانے پر ان کی شاعری کا ارتکاز ہے۔یہی مضمون ان کا محور ہے اور مرکزِ خیال بھی۔حسن کے ہزار روپ ان کی شاعری میں موجود ہیں۔حسن وعشق کے لطیف سے لطیف خیال اس کثرت سے کہیں اور نظر نہیں آتے ،ان میں بھی وہ محبوب کے رخ ورخسار پر سب سے زیادہ متوجہ ہیں۔چہرہ یا رخ کے علاوہ دوسرے اعضائے بدن پر ان کی توجہ کم سے کم ہے۔چہرے کے انوار وجمال کا تذکرہ ہی ان کو سب سے زیادہ عزیز ہے۔اس ذکر میں قرآن کریم کا کثرت حوالہ شبیہ یا تجسیم آفرینی کے مرقعے تراشتا ہے ولؔی کی شعری جمالیات کا یہ اہم عنصر بھی ہے۔اس موضوع پر الگ گفتگو کی ضرورت ہے ولی کا پورا کلام حسن وجمال کا نگارخانہ ہے اسے سوعنوان سے بیان کیا گیا ہے:

سجن کا مکھ منور، نور آیت، خال مصحف ہے　　　کہ اہل نامراداں پر دعائے ھل اتی حافظ
جبیں پر اسکے دائم جلوہ گر نورِ سعادت ہے　　　کیا ہے حافظ قرآن تو نے جس کوں یا حافظ

یو مکھ ہے ترا مورد انوارِ الٰہی

قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ تمہاری صورتیں بنائیں اور کتنی ہی خوب صورت بنائیں **صورکم فاحسن صورکم** اور دوسری آیت میں ہے کہ ہر شئے کو بہترین تخلیق میں پیش کیا **أحسن الخالقین** مذہبی جمالیت میں یہ نکات اساسی اہمیت رکھتے ہیں۔

جلوۂ حسنِ دوست کی پاکیزگی کا تقاضا تھا کی اس کی تشبیہ وتمثال کے لئے مقدس اشیائے کائنات کو بروئے کار لایا جائے۔وہ مثالیں خود نورانی اور برہانی صفات سے مزین اور مظہر ہیں۔ولی نے ان سے زیادہ سے زیادہ فیضان حاصل کیا ہے۔اور شاعری کو نور وسرور سے معمور کیا ہے:

دائم نمازِ عشق کوں اول وضو کرو

یو مکھ ترا ہے جیوں مسجد بھواں ہیں جیوں محراب

کتاب الحسن کا یہ مکھ تیرا صفا دستا   ترا مکھ حسن کا دریا و موجاں چین پیشانی
تیرے لب ہیں برنگِ حوضِ کوثر محشر خوبی   یو تِل تج مکھ کے کعبہ میں مجھے اسود حجر دستا
زنخداں میں ترے مج چاہِ زمزم کا اثر دستا

لب روح بخش ہے آب حیواں ہے زنخداں چاہ زمزم ہے حسن شور انگیز ہے۔ابرو طاقِ حرم ہے۔خط آئینہ سکندر، رخسار لوحِ محفوظ زلف قلم تو کا کل علم ہے۔

مکھ صورت قرآن روشن ہے
آیۂ حسن دیکھ زیر و زبر   مکھ ترے کو قرآن بولیا ہوں

نین نوش کا منظر وتصور ولی کا ہے۔صورت فائدۂ فوائد کی مانند ہے یہ سب میرزائی ادا کے مظہر ہی نہیں محافظ بھی ہیں۔مذہبی جمالیات کے یہ دلآویز مرقعے بڑے ہی جاں گداز ہیں اور جاں سوز بھی۔ان میں انبساط ہے تو اضطرابِ دل کے نور و نار کی آتش توانائی بھی ہے،ارض وسما کی پہنائی و پندار میں صورت انساں ہی نقطۂ نور ہے جو حسن جمال کا مصدر ہے۔اس مصدرِحسن کے ہزاروں رنگ ونور کی گہرفشانی کے لیے ولؔی نے اپنے فن کو وقف کیا۔نعتیہ قصیدے میں یہ حوالہ موجود ہے۔

ہے فقر فخر مجھے ، مج کوں فقر سوں نہیں ننگ

غزل کا مطلع ملاحظہ ہو:

میں سورۂ اخلاص تیرے روسوں لکھا ہوں   بسم اللہ دیوان تج ابروسوں لکھا ہوں

ایک بہت ہی معروف نکتے کو نظر میں رکھیے۔ذات گرامی قدرؐ کو آخر الزماں کہتے ہیں۔اس ترکیب کو خوب صورتی سے ولؔی نے محبوب سے منسوب کیا ہے:

ہے نگاہِ شوخ و سرکش فتنۂ آخر زماں

اس غزل کی شعریات کا بڑا دل کش آہنگ ہے آخری مصرع دیکھیے خاطرِ ناشاد ہووے رشک گُل زار جناں قرآن پاک میں کائنات کے مناظر ومظاہر پر غور وفکر کرنے کی جگہ جگہ دعوتِ نظر دی گئی ہے۔خود اپنے وجود پر حد درجہ توجہ کی تاکید ہے۔ولؔی کے اشارے موجود ہیں کہ مظاہر کی عظیم علامت آنحضرتؐ کی ذات گرامی ہے۔نعتیہ قصیدہ کے علاوہ ایک مختصر مثنوی بھی کلیات میں موجود ہے رائج مثنوی کی ہیئت ضرور ہے مگر موضوع ذات گرامیؐ کے حضور نذرانۂ ولی ہے،جس میں 'ساقی نامہ' کا روایتی اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ساقیٔ ازل سے ساقیٔ کوثر کی محبت واطاعت کی درخواست کی گئی ہے۔مطلع سے ہی صاحب مازاغ سے مخاطب ہوتا ہے۔شاعر فیض رحمتؐ سے شعارِ دین کی استقامت کے ساتھ طریقت اور معرفت الٰہی کی سرمستی و رعنائی کی درخواست کرتا ہے مئے معرفت کے ساتھ فکرِ جہاں سے آزادی طلب کرتا ہے، وہ مجلس مجاز سے دوری کی دعا مانگتا ہے،ان گزارشات کے بعد وہ ثنائے

خواجہؒ کی طرف ملتفت ہوتا ہے:

کہا ہو خالق املاک وافلاک   محمدؐ وہ کی جس کے حق میں لولاک
کی ہے اس باغ کا خورشید اک گل   عجب گلزار ہے وہ مظہر گل
اسی کا ذکر ہے ایمان مومن   اسی کا یاد اطمینان مومن

اکتیس اشعار پر مشتمل یہ مثنوی نما نعتیہ نظم بہ تمام وکمال رحمتِ عالمؐ سے ہی نسبت وعقیدت میں تخلیق کی گئی ہے۔

اس سے قطع نظر ایک دوسری حیرت انگیز نظم ہے جو اردو میں شہر نامے کا حرف آغاز ہے۔ شہر سورت پر دو نظمیں لکھی گئیں، جن میں شہر کی خوبیاں اور مختلف مناظر کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔ نظم کے آخر میں پیغمبر اعظم و آخرؐ کا ذکر حاصل نظم ہے۔ اس شہر نامے کے موضوع کو حضور کونینؐ کی وابستگی کا جواز شاعر کے روحانی واردات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ نظم حسبِ ذیل اشعار پر ختم ہوتی ہے:

مہرباں ہو کے اے ساقیٔ کوثر   کرم سوں کشتی مے مج کوں دے بھر
آپس کے لطف سوں کر دے عطا مے   جو اس نشے میں دریا کو کرے طے

ذات گرامیؐ کے ساتھ ان کے اہل وعیال سے محبت وعقیدت بھی ولیؔ کے اکتساب فکر کا ایک اہم پہلو ہے خلیفۂ چہارم کی منقبت کے علاوہ اشعار میں بھی بڑے اہتمام سے ان کے حسن کردار وعمل کا ذکر ملتا ہے۔ مختلف پیغمبروں کے اسمائے گرامی کے علاوہ ان سے منسوب واقعات اور تلمیح کی بھرپور عکاسی کلام میں کثرت سے موجود ہے۔ نورفشانی کی تلمیحات میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت یوسفؑ کا بار بار ذکر ولیؔ کی جمال پسندی کے مظاہر ہیں۔ ان میں رسول پاکؐ ذات مبارک سے شاعر بہ طور خاص متوجہ ہے:

مقصودِ دل ہے اس کا خیال اے ولیؔ مجھے   جیوں مج زباں پہ نام محمدؐ مراد ہے
غلام و فدویٔ درگاہِ احمدؐ   سدا اس کی زباں پر یہ بچن ہے

ولیؔ درویش ہے اور دور اندیش بھی ذہن بشاشتوں سے معمور ہے۔ وہ شعارِ دین کی پاسبانی کے ساتھ روئے زمین کو اپنا وطن اور ابنائے آدم کو رشتۂ بشریت میں برابر کی فضیلت کا قائل ہے۔ عقائد وافکار یا دین ومذاہب کے اختلاف کو انسانی ہیئت اجتماعیہ کا خوبصورت مجموعہ قرار دیتے ہیں، جو وحدت آدم سے مربوط ومحترم ہے گلشن آدم کی یہ رنگ برنگ تصویریں ہی ارض وسما کی دل کشی کی ضامن ہیں۔ شہر سورت سے انھیں ایک خاص محبت ہے اردو کے اس پہلے شہر نامہ میں شہر سورت کی بڑی خوب تصویر کشی کی گئی ہے۔ جائے وقوع کے ساتھ کوچہ و بازار اور باشندگانِ شہر کے دل کش مرقعے دامن دل کو متوجہ کرتے ہیں:

کھلے ہیں ہر طرف رخسار کے گل　　ہر اک گل کے نزدیک ہے وہاں ہے سنبل
ہے سورت حقیقت کی نشانی　　کہ ہیں معمور اہل معانی
شرافت میں یہ ہے جیوں بابِ مکہ　　تو ہے سب ملک پر اس کا جو سکہ

نظم کے آخری شعر میں ولؔی کی انسان دوستی، قلب ونظر کی کشادگی، وسیع المشربی اور بنی نوعِ بشر کے احترام کا بے کراں جذبہ قابلِ تحسین ہے:

اتی آتش پرستاں کی ہے بستی　　سکھے نمرود واں آتش پرستی
فرنگی اس میں اتے ہیں کلہ پوش　　عدو وہاں جن کی گنتی میں ہو بے ہوش
وہاں ساکن اتے اہل مذہب　　کہ گنتی میں نہ اَدِیں ان کے مشرب
اگرچہ سب ہیں وہ ابنائے آدم　　ولے بینش میں رنگا رنگ عالم

ابنائے آدم کا احترام ولؔی کے فکری نظام کا بڑا معتبر حصہ ہے۔ کلام میں جا بجا اس احترام کی پاس داری کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔ وہ اخلاقیات کے معلم نہ تھے اور نہ مفکر مگر اپنی بساط کے مطابق بنی آدم کے لیے فکر و کردار کی حفاظت اور فروغ کے لیے دل سوزی کے ساتھ اعلیٰ قدروں کا ذکر کرتے ہیں:

قسمت تیری ہو حق پہ نا ہو نا امید یاں

لاتقنطوا کے فرمان کو شعر کی ترجمانی دی گئی ہے دوسرا قول بھی دیکھئے

سختی کے بعد عیش کا امیدوار اچھا

دوسری تعلیم بھی دیکھئے:

سب کام اپس کے سونپ کے حق کوں پخت ہو　　یہ ہے تمام مقصد گفت و شنید کا
حاجت اپس کی کہنہ ونو اوس سوں کہہ ولؔی

زندگی کی کامرانیوں کے یہ زریں اصول اور اعمال حسنہ کے اسرار فطرت ہیں، جو جمال دوست شاعر کے زبان قلم سے نکلے ہیں۔ ان نکات کی پنہائیوں میں مذہبی فکر واقدار کی روح کارفرما ہے، جو مرکز نور و ہدایت ہے، وہی آستانۂ غیر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ وہ یکتا و یگانہ ہے اسی کے سایۂ لطف و کرم میں انسانی بستیاں آباد ہیں، وہی بنی نوع انسان کی بہبود و فلاح کا ذمہ دار بھی ہے۔ وہ انسانوں کو نکہت و نور سے نوازتا رہتا ہے تو سمندر کی تہہ میں پوشیدہ گہر کو آب و تاب بخشتا ہے۔ ولی نے کہا ہے وہی مرکز جمال ہے۔ اس جمال کے ادراک و استقبال کے لیے قلب و نظر کو صاف و شفاف رکھنا ہے:

صافی دلاں کن بیٹھنا ہے کسبِ عزت کا سبب　　دریا کے ہو کر ہم نشیں پہنچا ہے موتی آب تک

وؔلی نے تاکید کی ہے کہ صرف بیٹھے رہنے سے مقدر کے ستارے کا طلوع ممکن نہیں۔ اپنی تقدیر تحریر کرنے کے لیے جولاں اور گرم جوش ہونا پڑے گا۔ پوری غزل ایک انقلابی بیداری کا پیغام دیتی ہے۔ مطلع ملاحظہ ہو:

غفلت میں وقت اپنا نہ کھو ہوشیار ہو ہوشیار ہو
کب لگ رہے گا خواب میں بیدار ہو بیدار ہو

ہر محاذ پر شکست خوردہ، مضمحل اور مفلوج معاشرہ کے لیے بیداری کی یہ آوازِ بانگِ درا بن کر نازل ہو رہی تھی۔ حسن و جمال کی تمام خوبیوں کے ساتھ جلال و جبروت کی یہ صدائیں بے سبب نہ تھیں۔ جمال دوست کی نظر میں جلال کا شکوہ بھی اہم تھا۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ولی نے جلوۂ جاناں کے اظہار میں سبقت حاصل کی ہے۔ اور رخِ ماہ تاباں کے سو سو روپ بیان کیے ہیں۔ ان کی تشبیہ کی وسعتوں سے وؔلی کے بے پناہ مشاہدات کا ادراک ہوتا ہے۔ بیانِ حسن وؔلی کا محبوب موضوع ہے۔ حسن کی پیکر تراشی میں وہ یکتائے زماں ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ اردو کا پہلا شاعر مضمون آفرینی کے امکانی وسعتوں سے واقفیت رکھتا ہے۔ شعری اسالیب و آہنگ کی بازگشت ہمیں حیرت زدہ کرتی ہے۔ حسن و جمال کے ذکر میں وؔلی کا ادراک وجدان کو آواز دیتا ہے اس شعر کے معنیاتی محاسن اور خیال کی ارتفاعیت دیکھیے، جسے عظیم اقدار کی علامتوں سے منسوب کیا گیا ہے:

روئے سجن فارغ ہو وؔلی پیو کوں دیکھا کعبے کی زیارت کیا دریاسوں اتر کر

ایمان و عقائد کے ارکان کو غزل کی شعریات میں تحلیل کرنے کی بھرپور اور فکر انگیز مثالیں وؔلی کے یہاں بکثرت ہیں۔ بعد میں اقبال نے اس فن کو اوجِ آسماں کی بلندی بخشی۔ وؔلی کا شعر ہے:

اے قبلہ رو ہمیشہ محراب میں بھنواں کی کرتی ہیں تیری پلکاں مل کر نماز گویا

مکھ کو مصحف سے تشبیہ دینا ولی کا پسندیدہ اظہار ہے۔ گویا روئے دوست جلوہ گاہِ انوار ہے۔ نظیری نیشاپوری کی نظر روئے نکو معالجۂ عمر سے آگے نہ جا سکی۔ وؔلی کی پاکیزگیٔ خیال کی پرواز شقِ قمر اور ہفت آسماں کی بلندیوں پر کمند ڈالتی ہے:

مصحف مکھ ترا یو سورت القمر مج کو والنجم اذا ھویٰ کی قسم

سورہ والنجم کا پھر حوالہ ہے۔ مصحف رخ کی ایک اور مثال دیکھیے جس میں مشابہت کو طلوع نور سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مصحف گلِ یار کی ترکیب بھی توجہ طلب ہے:

مصحف رخ ترا ہے سورتِ فجر بلبلِ باغ نے جب مصحفِ گل یار کیا

خالقِ کائنات کی جمال پسندی کے ان گنت تخلیقی مظاہر ہیں، جو دل و نگاہ کو انبساط و آسودگی بخشتے ہیں۔ ولی کے جمال دوست کی داستان بہت ہی دل افروز ہے۔ اعضائے بدن کے تذکرے میں صرف چہرہ ہی وجہ التفات

ہےاوران میں بھی نگاہ ناز کو خاص امتیاز ہے۔نگہِ نیم باز کی ممکنہ کیفیات سے ولی کی شاعری سرشار ہے۔اس سرشاری و سرمستی کا سبب سب سے بزرگ و برتر ذات اقدس کا کرشمہ ہے۔ولی جان ودل سے معترف ہیں:

تیری انکھیاں کے پردے میں خدا کے راز مخفی ہیں　　　محراب تجھ بھنواں کی اے قبلہ گاہ بس ہے

ولی نے رخِ زیبا کو گونا گوں تشبیہات سے آراستہ کیا۔ان میں مصحف کی مثال کی کثرت اور خیالِ آفرینی میں معنویت بہت اہم ہے۔قطعات کے ذیل میں کہے گئے اشعار سے ایک مثال ندرتِ اظہار پر مبنی ہے:

سجن کے حسن کا قرآں پڑھا ہم ہے نظر کر کر　　　نہ پایا کچھ غلط اس میں دکھا زیر و زبر کر کر

قرأتِ قرآن کے لیے تاکید کی گئی ہے کہ آغاز سے پہلے بسم اللہ پڑھنا لازم ہے اور ہر کام کے لیے بھی ہدایت ہے۔گویا ہر کام کی کارکشائی اور کارسازی کے لیے یہ آیت ہمارے معمولات کا حصہ ہے۔ولی کا اشارہ ہے:

'گنج مخفی کے نہیں ،کنجی ہے بسم اللہ بن'

قرآن میں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازنے کی بشارت ہے،ان کا دل کش بیان اور مثالیں ہمارے روز مرہ میں شامل ہیں بلکہ شعری وثقافتی اظہار کے رمز وایما کا جز بن گئی ہیں۔متفرقات کے اس شعر کو دیکھیے:

کیا کام اس کو پھر کے شراباً طہور سوں　　　پی جس نے تج لباں سوں شراب دو آتشہ

کرۂ ارض کا ہر پتہ اور بوٹا حمد وثنائے ربِ جلیل کے لیے وقف ہے۔ولی نے قرآن کے حوالے سے دلیل دی ہے:

'تمام پات یسبح بحمدہٖ'

غزل کی شعریات میں یقین وثبات کے اقدار کی ترجمانی آسان نہیں بلکہ خطرات اور اندیشوں کو آواز دینے کے برابر ہے۔وہی جرأت آزما ہو سکتے ہیں جن کے حوصلے زیادہ ہوں اور تخلیق کو سپرد دریا کرنے کا عزم بھی رکھتے ہوں۔فن میں نئے اسالیب کی اختراع جنوں خیز طبیعت ہی کر سکتی ہے۔ہر کس و ناکس کے لیے موزوں نہیں۔اور پھر غزل کی مخصوص اور محدود فضا میں مذہبی معتقدات کی مدد سے جمال آفرینی کے مرقعے ڈھالنا ناممکن نہ سہی آتش کدۂ خلیل کے انجام سے باخبر ہونا لازم ہے۔ولی نے اپنے وجود کو آتشِ سوزاں کے حوالے کرنے کی مثال قائم کی ہے۔مذہبی جمالیات کے استفادے سے ولی نے صنم خانۂ غزل کو حسن آفرینی کے امکانات سے روشن کیا ہے۔ایسا بھی نہیں کہ یہ فیض لاشعوری طور پر ہو۔ان کے شعور میں تابندہ شعائیں ان کے مشاہدے کا حصہ ہیں وہ بے تکلف اور برملا اظہار پر قدرت رکھتے ہیں۔ولی کی ایک نمایاں تخلیق ہماری دنیائے غزل کی پہلی اور غالباً آخری مثال ہے جو مذہبی جمالیات کی بے نظیر تمثیل ہے۔کلیات میں ضمیمے کی غزل ہے:

ہیکل گلے میں جان سیں مصحف نمن دھرتا ہوں میں　　　مانند حافظ یاد کر دو نام کوں پھرتا ہوں میں

لب حمد و ابرو بسم اللہ دو زلف ہیں واللیل جیوں　　　لے درس قرآں رُخ کا اب شمس الضحیٰ پڑھتا ہوں میں

تجھ یدکوں جب سیں ید لگا تب سیں یدِ بیضاء ہوا　　　تبت یدا کا ورد دن رات اب جپتا ہوں میں
ہے سورۂ والعصر جیوں اس عصر میں تیرا یہ حسن　　　قدلم یکن کی سیر کا مشتاق ہے پھرتا ہوں میں
دعوت زماں یاسین ہے یاے پریشانی یوں سے　　　ان فتحنا کن مد و تجکوں سجن دھرتا ہوں میں
اب لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار　　　آنکھوں سیں تیری یوں دسے اس واسطے ڈرتا ہوں میں
میرے سجن کو کیوں ہوئے آسیب نازل اے ولی　　　احفظنی من شر البلا اس قد اُپر پڑھتا ہوں میں

پوری غزل کو پیش کرنا معیوب سہی لیکن راقم کو بارِ ثبوت کی مجبوری تھی۔ ناچیز اس کے لیے معذرت خواہ ہے غزل کی پوری فضا کو صحفِ سماوی کے حوالوں سے چراغاں کیا گیا ہے۔ پیکرِ حسن کے مختلف زاویوں کو نورِ مبین کے اشاروں سے قاری کا التفات حاصل کرنا ولؔی کی شعری جمالیات کا دل نواز پہلو ہے۔

کلام ولؔی میں نگہِ ناز کی بہت زیادہ اور حیرت خیز مثالیں موجود ہیں۔ ولی آنکھوں کی خماری یا سحر آفرینی پر اکتفا نہیں کرتے۔ اے دیدۂ بینا اور کائنات کا سب سے محترم نقطۂ نور کہتے ہیں، جس کے انکشاف و عرفان کے لیے خود اپنا ضمیر کافی ہے جو کسی رازی و کشاف کے بغیر رازِ درونِ مے خانہ منکشف کرتا ہے:

کیا کروں تفسیرِ غم ہر اشکِ چشم　　　راز کے قرآن کا کشاف ہے

دو سو سال بعد علامہ اقبال نے اس خیال کو لامحدود وسعتوں سے ہم کنار کیا اور ضمیر کے روحانی مجاہدات کی راز کشائی کی:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب　　　گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشّاف

ولؔی کا مذکورہ شعر آخری صحفِ سماوی سے شاعر کے روحانی رشتہ و پیوند کا پتہ دیتا ہے اور وارداتِ قلبی کے محسوسات کو تسلیم کرنے کے لیے قاری کو مجبور کرتا ہے۔

ربِّ عالم ہر تمثیل و تشبیہ سے بے نیاز ہے۔ قرآن کریم میں اس نے اپنا تعارف زمین و آسمان کا نور کہہ کر کرایا ہے۔ وہ نور ہی نور ہے۔ اس کا کلام بھی نورِ مبین ہے۔ اشرفِ کائنات کا قلب بھی جلوہ گاہِ نور سے معمور ہے۔ اس نور کا صوری مظہر انسانی شکل و صورت ہے، جو تجلیات سے منور ہے۔ قرآن کا قول ہے کہ اللہ تعالی نے انسانی صورتوں کو بہت ہی خوبصورت بنایا ہے۔ حسنِ ازل کا یہ آئینہ خانہ ہے اور جذب و کشش کا نقطۂ پرکارِ حق بھی ہے۔ غزل کی شعریات میں یہ ایک اہم عنصر ہے، جس میں مرکبات کا ایک آمیزہ ہے۔ شعریات کی ساخت میں لفظ و معنی کا ارتباط، ذخیرۂ الفاظ و آہنگ، اسالیب و اظہار کے لطیف طور طریقے ہی کافی نہیں ہیں بلکہ فروغِ فکر، ثقافتی روحِ تمدن، پاکیزگیٔ خیال، اقدار و اعتقاد کا استحکام، تفکیری بلندی، شعری غنائیت وغیرہ بھی اس کے اہم ارکان ہیں۔ ولؔی کی شعریات میں ان عناصر کی فراوانی ہے اور بہت حد تک دوسروں سے ممتاز

ومختلف بھی ہے۔ان کی شعری جہات میں تنوع اور ترسیل کے شیوہ ہائے صد رنگ کی بے مثال صورتیں موجود ہیں۔'روز ایجاد تری چشم سوں اے نورِ نظر' ان کا یہ بیان کچھ غلط نہیں:

ولی رکھتا ہوں سینے میں ہزاروں گوہرِ معنی دکھاؤں اپنے جوہر کوں اگر کئی جوہری آوے

ولی کی شعریات تجسیم آفرینی اور منزہ مرقع نگاری سے عبارت ہے۔یہاں ہم بے تکلف نہیں ہو سکتے:

'لوح محفوظ ہے تیرا رخسار'
کھلنے میں اس لباں کے ہوا حل مشکلات
تج مکھ کی آرسی میں ہے نورِ خدا عیاں
تسبیح تیری زلف کو کہتے ہیں اے صنم
تیری بھواں کو دیکھ کر جزدان چھوڑا طاق میں

واللیل، والشمس، والضحیٰ کی مثالیں کئی اشعار میں وارد ہوئی ہیں:

زلف تیری کو حق نے لام کیا

ذکرِ جمال یا جمال دوستی میں ولی کا کوئی حریف نہیں۔کئی خمسوں میں آدابِ ارادت مندی کی پوری فضا میں عجز وانکسار کے ساتھ دل کشی کا حسن قائم رکھا ہے:

بندہ ہوں صدقِ دل سوں نبی الکریم کا کہتا ہوں جب سوں ورد الف لام میم کا
رہے گر سگ ہو دائم نبیؐ کے آستانے کا

خاکساری ہے حق کے آگے منظور خاکِ در گاہِ مصطفیٰؐ کی قسم

ان مذکورہ حوالوں کے علاوہ اور بھی اشاراتِ کلیات میں موجود ہیں، جو نسلوں کے لیے سامانِ سفر فراہم کرتے ہیں۔ان کے بعد قطبی، شاہ حاتم، شاکر، ناجی وغیرہ کے یہاں ولی کی یہ رہ گزر شاہ راہ میں تبدیل ہو کر شعری اسالیب کے خمیر میں شامل ہو جاتی ہے۔جوش کی گم رہی بھی 'آہنگ میں سورۂ رحمٰن' کہنے کے لیے مجبور ہوتی ہے۔

اس مضمون کا دوسرا حصہ بھی قارئین کو فکر ونظر کی دعوت دیتا ہے۔ولی ہندی مسلمان ہیں۔اسلامی ثقافت کے افکار وعقائد کے ساتھ وہ ہندی تہذیب کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔کیونکہ ان کی فکر میں تہذیبی اشتراک ایک محرک جذبہ کے طور پر کارفرما ہے۔وہ سوادِ اعظم کی دین ودانشوری کا بہ غور مشاہدہ کرتے رہے ہیں بلکہ اسی فضا میں تربیت پائی تھی۔وہ صلح کل اور اخوت آدم کے داعی بھی تھے۔ہندی عقائد واساطیر کا اس کثرت سے تذکرہ ولی کا خاص امتیاز ہے۔ولی نے اردو شاعری کے خاک وخمیر میں ثقافتی ارتباط کی مستحکم بنیاد رکھی ہے۔

ولی کی مذہبی جمالیات کا ایک دوسرا اور بہت اہم امتیاز یہ بھی ہے کہ انھوں نے شبیہ سازی میں صرف قرآن

اوراس کے متعلقات سے ہی استفادہ نہیں کیا بلکہ ان کے دوش بدوش ہندی اساطیر وعقائد سے بھی شعری محاسن کو جلا دی ہے۔ ان کی رنگ برنگ تصویریں غزل کو مقامی ممکنات سے ماورا نہیں کرتیں بلکہ ایک نئے اسالیب سے ہم آہنگ کرنے میں مخزن ومصدر فراہم کرتی ہیں۔ جس کا عکس واظہار غزلیہ شاعری میں بہت کم ہوا ہے۔ ولی کے شعری فکر اور کشادگیٔ قلب ونظر کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے اپنی شاعری کے خمیر میں مقامی اشاروں وعلامتوں کو بہ کثرت جگہ دی۔ راقم کا خیال ہے کہ اس سلسلے میں ولی کو سبقت ہی نہیں سرفرازی حاصل ہے غزل کے لب ولہجے میں فارسی رودِرواں کی طرح جاری ہے۔ مگر اس کے اہتمام میں ہندی آثار وعلائم بھی ہم دوش ہیں جن کے استعمال سے ولی کا فنی کسب وکمال ہمیں ایک دوسرے زاویہ پر غور کرنے کے لیے مجبور کرتا ہے۔ حسن کی جلوہ گری کے منظر بڑے دل فریب ہیں۔ ولی کا یہ محبوب شعری مشغلہ دامن غزل کو وسعتوں سے ہم کنار کرتا ہے:

زلف ہے کشن بدری ولب مصری سخن امرت　　　اے برہمن دیکھ مج کوں بیدخواں مجنوں ہوا

ذاتی مخطوطہ کی غیر مطبوعہ غزل کے چند شعر ہیں:

زلف تیری برہمن مکھ ہے تیرا آفتاب　　　مکھ ہے ترا آفتاب زلف تیری برہمن
جگر کے دل اے برہمن کاپتے ہیں مثل بید　　　جب سوں یہ ہندو خال دشمن ایماں ہوا
بیراگیوں کے پنتھ میں آ کر وہ مہ جبیں　　　بیراگ کوں اٹھا کے چڑھایا اکاس میں

جمال دوستی کی دوسری مثالیں بھی ملاحظہ ہوں:

تری زلفاں کے حلقے میں رہے یوں نقش رخ روشن　　　کہ جیسے ہند کے بھیتر لگیں دیوے دوالی میں

حلقۂ زلف اور محبوب کے رخ روشن کو دیوالی کے دِیوں کی روشنی سے تشبیہ دینا اردو کے شعری کمالات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ ہندی جمالیات کے مرقعے لامحدود تصورات کے حامل ہیں۔ ان سے منسوب خصوصیات کو ولی نے متعارف ہی نہیں بڑی خوبصورتی سے انہیں شعری جمالیات میں ڈھالا ہے۔ الفاظ کا ایک ذخیرہ ہے جو تصورات کی کہکشاں سے روشن ہے۔ برہمن، شاستر، بید، بیدخوان کنٹھا، امرت، بچن، سجن، موہن، رام، کرشن، لکشمن، راون، ارجن، مورت، گنگا نہان، کاشی، بانسلی، کامرودیس، بنگلہ، کنول، بھبھوت، رام کلی، تربنی، گنگا اشنان، دان وغیرہ صرف لفظ ومعنی کے مجموعے نہیں ہیں۔ ان علامتوں میں فکر ونظر، ایمان وعقیدے کی ایک دنیا آباد ہے یہ الفاظ اساطیری جمالیات کے جہان معنی سے آباد ہیں جن میں حسن وعشق کی روایت کا ذخیرہ موجود ہے۔ لفظ بانسلی یا بنسلی کو ولی استعمال کرتے ہیں ایک طرف کرشن لیلا کی داستان سرائی کا اشارہ ہے:

ترے بن رات دن پھرتیاں ہوں بن بن کشن کے مانند　　اپس کے مکھ اپر رکھ کر نگہ کی بانسلی انکھیاں

تو دوسری طرف مولانا رومی کو بھی شعری تلازموں میں جگہ دی گئی ہے:

اے زہرہ جبیں کشن ترے مکھ کی کلی دیکھ　　گاتا ہے ہر ایک صبح میں اٹھ رام کلی کوں

یہ حرف نے اور نیتاں نہیں ہے بلکہ وحدت و کثرت کی ناز آفریں فکر افروزی کا اہم نکتہ ہے جس نے تصوف کو حکیمانہ استدلال دیا ہے۔ ان اسما و علامتوں کے ساتھ بعض اشارے بھی ولی کی غزل گوئی کے جمالیاتی اظہار کو تاب و توانائی بخشتے ہیں۔ پوری پوری غزلیں ان ناموں سے نسبت رکھتی ہیں:

آج خوش قداں میں کمال گوبند لال　　وضع میں میرزا ہے امرت لال

شمع بزم وفا ہے امرت لال　　سروِ باغ ادا ہے امرت لال

کھیم داس کا بھی ذکر ہے۔ جمالیات کی پاکیزہ کیفیات کو مذہبی علامتوں کی سایہ نشینی نے پر کیف بنا دیا ہے۔

گر ہند میں تج زلف کی کافر کوں خبر ہو　　لینے کوں سبق کفر کا ہر برہمن آوے

دوسری صورتیں بھی قابل ذکر ہیں:

ہوتا ہے جیو مرا شاد اس کی بنسی سوں
گنگا رواں کیا ہوں اپس کے نیئن سیتی
آ اے صنم شتاب ہے روز نہان آج
جو دھا جگت کے کیوں نہ مریں تج سوں اے صنم
ترکش میں تج نین کے ہیں ارجن کے بان آج[1]

اسی غزل میں ثقافتی اظہار کی دوسری صورت بھی نمایاں ہے جو دوسری ثقافت کی ترجمانی کرتی ہے۔ شعری پیکر کے خدوخال کا مشاہدہ ملاحظہ ہو:

گرچہ لچھمن ہے تیرا نام ولی　　اے سجن تو کسی کا رام نہیں

تب کا مشتاق جی ہے یہ لکھمن سوں[2]　　کس سوں جب کہ رام رامی ہے

کیا وفادار ہیں کہ ملنے میں　　دل سوں سب رام رام کرتے ہیں

بندھا ہے اے صنم جو دل ترے ماتھے کے صندل پر　　عجب نین جو اگر سائے سوں اس کے برہمن نکلے

اس کے خط وخال سوں پوچھ خبر　　بوجھتا ہندو ہے باتاں بید کی

---

[1] کلیات ولی، غزل: ۱۲۱　[2] کلیات ولی، غزل: ۲۸۳

یاد کرتے خط کو زلف صنم کام ہندو کا بید خوانی ہے

ایک دوسرا پہلو بھی قابل ذکر ہے کہ مخصوص الفاظ کو شعری محاسن جیسے ایہام وغیرہ کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ ولی نے حافظ شیرازی کے بخال بندوش کو طرح طرح سے پیکروں میں پیوست کیا ہے۔ غزل کی فضا کو ایک نئے رنگ روپ میں پیش کرنے کی ایسی معنی خیز کوشش کہیں اور نہیں دکھائی دیتی۔ حیرت کی بات ہے کہ فارسی سے اتنی قربت رکھنے کے باوجود وہ ہندی روایات کی پاسبانی کرتے ہیں۔

ولی کی تخلیقات میں ثقافتی ترسیل کا منظرنامہ مفید ہی نہیں حد درجہ معنویت کا حامل ہے۔ سواد اعظم کی ثقافتی شناخت کا سب سے ممتاز پہلو اس کی اجتماعی ترکیب ہے جسے اقدار کے مرکب سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ متضاد اور منتشر عناصر کے باہمی ارتباط کی مخلوط اور مرکب صورت ہے۔ ولی کا سرمایۂ سخن مشترک اقدار وتہذیب کا آئینہ خانہ ہے۔ رجپوتی حسن کے جلال کا ذکر ہے تو پٹھانوں کا جلال و جمال بھی جاں گداز ہے:

تیرے نین کی تیغ سوں ظاہر ہے رنگ خوں[۱]
کس کو کیا ہے قتل اے بانکے پٹھان آج

غمزاں کی فوجاں باندھ کر آئے ہیں راوت نین کے

کہ جیوں برچھی پکڑ نکلا رجپوت

تیغ برکف ہیں میرزا کے نین

کس ناز و ادا سوں آتا ہے اے عزیزاں
ہے میرزا ادا اوس میزا کی گالی

دیکھ دستار بسنتی ساقیٔ سرشار کی
کھل گئی ہیں آج انکھیاں نرگس بیمار کی

میرزائی حسن کا ذکر اس دور میں عام ہے معاشرہ کے نفسیاتی مطالعہ میں یہ ایک اہم نکتہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ادا و ناز و دلبری کے پیکر معاشرے کے محبوب مشاغل کا اہم مرکز ہوتے تھے۔ یہ جاں بازی و جاں سپاری اور قوت و شوکت کی علامت تھے۔ دوسری جانب نگہ التفات کے لیے کرشمہ و کشش کے موجب بھی تھے۔ بعض شعرا

---

[۱] کلیات ولی، غزل: ۱۲۱

نے تو ان کے نام ونسب کی نشان دہی بھی کی ہے۔شاہ حاتم کو بھی میرزائی حسن مرغوب نظر ہے:

شعر عاشقانہ و حاتم ہے مرزایانہ وضع

کہنے والے شاہ حاتم یہ بھی کہتے ہیں:

دنیا نہیں ہے شیشۂ دل سنگ دل کے تئیں ۔۔۔ دیجے اگر یہ دل تو کسو میرزا کے ہاتھ

دکنی پسر نیں دل پہ بھواں کا اگر پٹا ۔۔۔ سر کا تو کیا ہوا وہ سپاہی تھا مرہٹا

یہ نکتہ بھی پیش نظر رہے کہ برہمن، رجپوت، مرزا اور مغلائی سے ذات پات یا نام ونسب ہر گز مراد نہیں بلکہ دلبروں کے حسن و جمال کی تشبیہ و تمثیل کی علامتیں ہیں جن سے جمال وزیبائی کے نگارخانے تعمیر کیے گئے ہیں۔

اردو اور ولی دونوں مخلوط معاشرہ کے پروردہ تھے۔ دونوں کی سرشت میں لسانی اور ثقافتی سرشاری کا جوہر خاک وطن سے عبارت ہے۔ ولی صاحب نظر اور دوراندیش لسانی مبصر تھے۔ وہ مستقبل اور مقبولیت حاصل کرنے والی زبان کو اپنے آئینۂ ادراک میں محسوس کر چکے تھے وہ جنوب وشمال کے فرق اور فاصلے کے قصے کو ایک جست میں تمام کرنے والے لسانی مفکر کی حیثیت سے پردۂ تخلیق پر نمودار ہوئے۔ کلام میں بکھرے جابجا اشعار کے حوالے ہی کافی نہیں ہیں پوری پوری غزل مذکورہ بحث کی حمایت میں موجود ہے جن سے ولی کی بصیرت کا عرفان ہوتا ہے۔ کلیات کی غزل 441 کے چند اشعار لسانی حوالوں کے لیے توجہ طلب ہیں:

کوچۂ یار عین کاسی ہے ۔۔۔ جوگی دل وہاں کا باسی ہے

پی کے بیراگ کی اداسی سوں ۔۔۔ دل پہ میرے سدا اداسی ہے

اے صنم تجھ جبیں اپر یہ خال ۔۔۔ ہندوئے ہر دوار باسی ہے

زلف تیری ہے موج جمنا کی ۔۔۔ تل نزک اس کے جیوں سنیاسی ہے

گھر ترا ہے یہ رشک دیول چیں ۔۔۔ اس میں مدت سوں دل اپاسی ہے[۱]

غزل کے لسانی تجزیہ پر نظر رکھئے۔ کاسی، جوگی، بیراگی، باسی، اداسی، ہندو، ہردوار، جمنا، سنیاسی، دیول، اپاسی وغیرہ محض ذخیرۂ الفاظ نہیں ہیں ان میں مذہبی تقدیس، تہذیبی علامتیں، معاشرتی کوائف کی ہوش ربائی کا منظر نامہ موجود ہے۔ ہر لفظ معتقدات کی پاکیزگی سے معمور ہی نہیں ثقافتی اظہار کی منتہاؤں سے سرگوشیاں کر رہا ہے۔ ولی کی لسانی اور تہذیبی بشارتوں سے شناسائی کے لیے شاید ہمارا ذہن ابھی تک متحمل نہ ہوسکا۔ اس سے بڑا استعجاب یہ ہے کہ یہ سب کچھ مینائے غزل کی ملکیت ہے جس کے مضامین محدود لفظیات متعین اور نام ونسب مسدود ہوں وہاں امکانی وسعتوں کی یہ بے کرانی ولی کی مرہون نظر ہے۔ ولی کے کشادرول کا ایک دوسرا منظر دیکھئے کہ ابنائے

---

۱ کلیات ولی، مطبوعہ ۱۹۴۵ء، غزل: ۱۴۴

وطن سے بہت دور کی آفاقی پہنائی کو بھی زیر کمند لاتا ہے۔ تہذیبی کشاکش غزل کے نقطۂ نور سے جمال افشانی کرتے ہیں ایک غزل کے دو اشعار دیکھیے:

مجھ اوپر کھینچتے ہیں تیغ ہندی   ترے ابرو کہ چیں جن کا وطن ہے
دسے تیرے نین میں کانور ودیس   تری باتاں میں بنگالے کا فن ہے

دوست کے پیکر خاکی کے مختلف اعضا کی تشبیہ میں روایتی تصورات کے علاوہ محبوب غزل کی پیکر تراشی میں ہمہ گیر حسن آفرینی کو بروئے کار لایا گیا ہے۔ یہ ولؔی کے آفاقی مزاج کی جمال دوستی کا حاصل ہے۔ جسے وہ صلح کل سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا وہ حسن و جمال کے آفاقی اقدار سے اپنے فن کی شادابی کے لیے وسعت مشربی کو ملزوم کہتے ہیں:

ہیں صلح کل کے گوہراں میرے سخن سوں جلوہ گر   از بس کہ وسعت مشربی سوں دل مرادریا ہوا

ولؔی کا کلام شعری محاسن کا بے مثال مجموعہ ہے۔ وہ فطرت کی بخشی ہوئی بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اور تخلیقِ سخن پر بھر پور قدرت رکھنے والے یکتائے روزگار قلم کار ہیں۔ کلام شعری دل کشی کا گنجینۂ گہر ہے وہ لفظ و معنی کے استعمال اور حسن ارتباط کا حیرت خانہ ہے۔ منفرد امتیاز کے شاہ کار مرقعے کلام میں بہ کثرت موجود ہیں۔ تخیل کی بے کراں وسعتیں اظہار کی رعنائیوں سے ہم آہنگ ہیں۔ تخیل میں تصورات کا طوفان ہے۔ تلاطم ہائے تخیل کا ہدف گوہر حسن کی سیرابی ہے۔ تمام موضوعات حسن و عشق کے شیوۂ ہزار کے لیے وقف ہیں۔ حسن کے افسانے کا ذکر ہی ولؔی کا اختصاص اور امتیاز ہے۔

اب حسن کے دیوان کا شیرازہ ہوا تازہ   لکھتا ہوں جس کے وصف سوں آب گہر سیتی

افسانۂ حسن کی نغمہ سرائی ہی غزل کی دنیائے آب و گل ہے۔ اسی کی بدولت غزل کو شعری اصناف میں عظمت و شہرت کی سرفرازی حاصل ہوئی۔ ولی کی غزل گوئی نے سخنوری کا میزان مقرر کیا ہے فن اور فنکار کی آبرو کا پیمانۂ قدرت یہی موضوع سخن ہے۔ معمارِ اول نے ہی مینائے غزل کو سرمستی و شادابی سے سرشار کیا۔ ولی کی پیروی کو اعزاز و افتخار سمجھا گیا۔

صدیاں گزر جانے کے باوجود آج بھی ولی کی بازگشت شعری فضاؤں میں گونجتی ہے۔ اقبال کا روز مکافات حرفِ شیریں اور لالہ خونی کفن ولی کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ معاصر مشہور موسیقار بھی آہستہ آہستہ ولؔی کی غزل کو سنا کر ہماری سماعتوں سے داد حاصل کرتے ہیں۔ بساطِ غزل میں ولی کی بعض غزلوں کا اب تک بدل تخلیق نہ ہو سکا۔

ولؔی نے اسلاف کے قائم کردہ شعری محاسن کے بیشتر اسالیب اختیار کیے اور انہیں جزوِ فن بنایا۔ بعض محاسن ولؔی کو بہت محبوب ہیں۔ تشبیہ و استعارے کی ایسی تکثیریت کہیں اور نظر نہیں آتی۔ محبوب کے حسن و جمال یا شبیہ و شخصیت کو تشبیہ کے پیکر یا پیرہن میں آراستہ کرنے کی بڑی نادر مثالیں کلام میں کثرت سے موجود ہیں۔

قامت رعنا صنم کا سروِ باغ ناز ہے ہر نگاہ شوخ و سرکش دشنۂ خوں ریز ہے[۱]
صحرا کے دامن کے اپر جیوں نقش پائے رہ رواں مصحف سوں تج جمال کی آیت نہیں لکھی

مصحف سوں مکھ یا چہرہ کتابی ہے کہ تمثیل معنی خیز ہے۔ یہ ولی کے فکری اسالیب کا محترم نقطۂ نظر بھی ہے۔

ہر اک نقش قدم سوں دستۂ گل جلوہ پیرا ہے اگر سیر گلستاں کوں دو رشک صد چمن نکلے
یہ نور تیرا اے سجن ہے شمع راہِ عاشقاں مثال شمع کرتا ہے سینے کی انجمن روشن

تشبیہات کی بہت ہی لطیف مثالیں قاری کو متوجہ کرتی ہیں بلکہ حیرت زدہ کرتی ہیں۔ مشہور ہے کہ حسن دوست یا اس کے متعلقات کو اشیائے کائنات سے مشابہ قرار دے کر تشبیہ کا علاقہ پیدا کیا جاتا ہے۔ گویا مرئی اشیا ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ ولی نے ذات سے الگ صفات کو دوسرے اوصاف سے نسبت دی ہے۔

غمزہ و ناز و ادائے ناز نہیں ظلم ہے، طوفان ہے، آشوب ہے
صنم میرا نپٹ شعلہ بیاں ہے برنگ شعلہ سرتاپا زباں ہے
جس معرکہ کا ناؤں نزاکت مآب ہے بھنواں تیغ و پلک خنجر، نگہ تیر

تشبیہ سے براہ راست تعلق نہ سہی یا مروجہ مثالیں نہ سہی مگر حرکات وسکنات کی خوبیوں کو دوسرے غیر ذی روح محسوسات کے مشابہ قرار دینے کی کثرت کلام ولی میں بہت نمایاں ہے جو ندرت اظہار کی غمازی کرتے ہیں۔ تقریباً ساری مثالیں اعضائے بدن سے متعلق ہیں۔ عادات واطوار کے ساتھ جذبہ وصفات اور نفسیات کی خوبیوں سے مثالوں کا معمورہ آباد ہے۔ ولی نے سراپائے دوست کو ہی خاطر نشان کیا ہے۔ پورے بدن میں چہرہ پر ہی ارتکاز ہے۔ زیادہ سے زیادہ موئے کمر کا بھی کبھی تذکرہ ہو جاتا ہے۔ ان کی نگاہ مصحف حسن دوست پر ہی ٹھہرتی ہے وہ رخ روشن پر ہی عمر بسر کرتے ہیں۔ دیگر اعضائے بدن کو نہ خاطر میں لاتے ہیں اور نہ نظر ہی ٹکتی ہے۔ مختلف اور بہت ہی متنوع مثالیں ملاحظہ ہوں۔

گردشِ چشم غارت گر ایماں ہے، موجِ زلف پریشاں، زلف پیچاں ہے، چشم شہلا، چشم مست وغلطاں، نیم خواب انکھیاں، نرگس نین، نین راہزن، نین پیمانہ، چنچل نین، وہ چشم مست سرخوش جب نیم خواب ہووے، یہی اس حسن حیرت بخش کی ظاہر کرامت ہے، ہر نگاہ تیر خوباں نشتر فصاد ہے نگاہیں ساغر بکف ہیں ساتھ ہی مست حیا بھی ہیں۔ قد کی صفات اور روایتی مثالیں ملاحظہ ہوں۔ دستۂ گل سرو قد، قد موزوں، قد نازک، قد بہار گلشن ناز، قد رشک سرو رعنا، قد کی راستی، خوش قامت عالی۔

---

[۱] کلیات ولی غزل، ص۲۲۲

ہے قد ترا سراپا معنئ ناز گویا   پوشیدہ دل میں میرے آتا ہے راز گویا

ولؔی حرفِ راز یا اسرار کائنات کے راز داروں میں ہیں۔ جو ان پر منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ قلب ونظر میں نور و سرور کا مسکن ہے وہ شرح صدر اور صدق وصفا کے پیکر ہیں۔ ولی کے حسن خیال میں پاکیزگی کا لطیف احساس بڑی معنویت رکھتا ہے۔ ان کا عشق راز ہائے دروں کا ایک دفینہ ہے جس میں تطہیر و پاکیزگی کے محل سرا آباد ہیں۔ ان کی محبت باحیا اور باصفا ہے اسی لیے ان کا قلب منور خیالات کا مسکن ہے۔ محبوب بھی حیا اور حجاب کا پرنور پیکر ہے اور راز داں ہے۔ ولی نے قد کے بیان میں اسے ملحوظ رکھا ہے۔ پوشیدہ راز کا ذکر تھا۔ ایک نازک ترین اور انتہائی لطیف تصور کو دیکھئے کہ محبوب کی پاکیزگی اور تقدس کا یہ خیال غزل میں ناپید ہے

ولی اس گوہرِ کانِ حیا کی کیا کہوں خوبی   مرے گھر اس طرح آتا ہے جوں سینے میں راز آئے[1]

محبوب پیکرِ حیا وصفا ہے۔ یہ تصور ولی کا وصف خاص ہے۔

لیتا نہیں سلام ہمارا حجاب سوں   اس صاحبِ حیا کوں ہمارا سلام ہے

کلیات کی پہلی غزل میں ہے۔

چمن زارِ حیا دل کے گلستان میں آ

کلیات میں کئی اشعار ہیں جن میں ولی اپنی نازک خیالی کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ایک شعوری احساس ہے جس کے اظہار میں وہ حق بجانب ہیں۔

ہوا ہے شہرہ عالم میں مری نازک خیال کا

یہ ان کے مزاج میں موجود ہے گویا خمیر میں شامل ہے۔ اقرار کرتے ہیں:

ولؔی ہر شعر میں میرے نزاکت جلوہ پیرا ہے   عزیزاں طبع میں میری عجب نازک خیالی ہے

یہی نازک خیالی ہے جو فکر عالی کے وجود و نمود کا سبب بنتی ہے۔ ولی کی نازک خیالی کے یہ لطیف اشارے ہیں جن میں حسن ولطافت اور پاکیزگیٔ خیال کو فکر عالی سے ہمکنار کیا گیا ہے:

جگ کے ادا شناساں ہیں جن کی فکر عالی   رنگیلے شعر کا کہنا کیا تھا ترک مدت سوں

ترا یو قد ہوا ہے پھر کے باعث فکر عالی کا

فکر عالی رکھنے والے ہی جذب وجنوں سے سرشار ہو سکتے ہیں:

کہ عشق سرو قد رکھتا ہے جس کی فکر عالی ہے[2]

۱؎ کلیات ولی، غزل ۳۵۵

۲؎ کلیات ولی، غزل ۴۴۴

ہماری شعری روایت میں ایسا فنکار نہیں گزرا ہے جس نے دوست کے سراپا یا اوصاف کے بیان میں قدیم قلم کاروں کی سخنوری سے مشابہت پیدا کی ہو۔کلام ولی میں ایسی مثالیں بار ہا نظر سے گزرتی ہیں۔

ترا قد مصرعِ برجستۂ دیوانِ خوبی ہے تری یو بیتِ ابرو شعر دستا ہے ہلالی کا
تو سر سوں قدم تلک جھلک میں گویا ہے قصیدہ انوری کا
چشم رکھتا ہوں اے سجن کہ پڑھوں تج نگہ سوں قصیدۂ جامی

ایک دوسری غزل شعرائے قدیم کے تذکرے پر مبنی ہے[۱]:

ترا مکھ مشرقی، حسن انوری، جلوہ جمالی ہے نین جامی، جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے
نگہ میں فیض وقدسی، سرشت طالب وشیدا کمالی بدر دل اہلی وانکھیاں سوغزالی ہے

خطاطی وخوش نویسی کے فن میں حروف کی شکلوں کو خوش قامت قرار دیا گیا ہے۔ان کے بھی اعضا مقرر ہیں۔جیسے سر، رخ، کمر، لب نقطے، کشش، دائرے، نوکِ پلک وغیرہ ولی نے ان اصطلاحات سے معشوق کی پیکر سازی میں مدد لی ہے۔

ہر شعر سوں ولی کے عزیز اس بیاض میں مسطر کے خط کوں رشتۂ سلکِ گہر کرو
کاف کوفی ہے تج کمر کی پیچ تج دہن نے کہ میم معنی ہے

مشہور خطاط میر علی یاقوت رقم کا حوالہ دیکھئے:

یاقوت کوں ہے قوت ترے خط کی محبت ہے دل میں غبار اس کے سبب میر علی کوں

سراپا کے بیان میں معروف کتابوں کے نام لیے گئے ہیں۔چہرے کو مصحف کی مشابہت عام ہے۔قانونِ شفا، فوائد الفواد کو بھی حوالے میں پیش کیا گیا ہے۔

ترے لب اے مسیح وقت قانونِ شفا دستا
کتاب الحسن کا یہ مکھ صفا تیرا صفا دستا ترے ابرو کے دو مصرع سوں اس کا ابتدا دستا

ایک مقطع کا مصرع ثانی ہے:

مج فائدہ فواد دستا

یہ سارے اشارات حسن دوست کی خوبیوں کے بیان میں بروئے کار لائے گئے ہیں۔شعری روایت میں اعضائے جسم کو مختلف ملکوں، شہروں، مقامات یا جغرافیائی کیفیات سے بھی نسبت دینے کا چلن رہا ہے۔ولی نے بھی انہیں خوب نظم کیا ہے۔غزل کے اشعار ملاحظہ ہوں:

بوتل رنگی وخط مشکِ ختن ہے سخن مصری و لب کانِ یمن ہے

مجھ اوپر کھینچتے ہیں تیغِ ہندی ترے ابرو کہ چیں جن کا وطن ہے
دسے تیرے نین میں کانورودیس تری باتاں میں بنگالے کا فن ہے
ترے لب میں دسے لعل بدخشاں سخن تیرا ہر اک درعدن ہے
تری یہ زلف ہے شامِ پریشاں جبیں تیری مجھے صبحِ وطن ہے[1]
اے صنم تج جبیں اپر یہ خال ہندوئے ہردوار باسی ہے

مکھ مصحف ہے۔ درپن ہے۔ مکھ حسن کا دریا ہے۔ چہرہ ارغوانی ہے۔ وہ سیم براورسیم اندام ہے۔ سروِسرفراز بھی ہے۔ وہ آتش گل اور گل پیرہن ہے۔ جس پر شوخی وناز ہے حیراں

درمیان میں یہ سخن گسترانہ باتیں درآئیں۔ محبوب کے خدوخال کے ذکر میں زلف کے مضامیں سایہ فگن ہیں۔ ان کی صفات دہ چند ہیں۔ زلف پرشکن، زلف سحرساز، زلف شانہ آویز، کاکل مشکیں بار، زلف دراز، زلف طولانی والیل، زلف عنبریں، زلف ناگن وغیرہ کثرت سے موجود ہیں۔ زلف دراز کی ایک ادبی مشابہت بھی خوب ہے:

زلف تیری ہوئی جو چرب زباں حفظ کرکر قصیدۂ لامی

پیشانی ہلال نمن ہے جبیں کشادہ ہے اور کج بھی بھنواں تیغ ہیں ابروہلال ہے، کٹار ہے۔ لب شفا بخش ہے۔ قند ہے، لعل بدخشاں ہے۔ پرشوخ ہے۔ لباں تبسم سرشار ہیں۔ لب شیریں، مسیحائی کرتا ہے۔ تازگی بخش ہے۔ آبِ حیواں ہے۔

یک سخن ترے لب سوں اے مسیح روح افزا حق میں جاں نثاروں کے آبِ زندگانی ہے

دہن تنگ ہے تو گلشن امید بھی ہے، بہار دل کشا ہے، دہن مہر سلیمان ہے مکھ موردِ انوارِ الٰہی ہے۔

یو مکھ ہے ترا موردِ انوارِ الٰہی نازل ہے ترے حسن پہ سب حق کی عنایت

گوش کان کے موتی ہیں وہ من ہرن دل کا مالک ہے۔ من موہن ہے اور سب کا من پسند ہے۔

غرض وہ شاہِ حسن، نوبہارِ حسن، حسن کا دریا، کتاب حسن، حسن عالم گیر اور حسن کے کشور کا والی ہے۔ جو خوش ادا، بانکی ادا، رنگیں ادا، شیریں ادا، شیریں مقال بھی ہے۔ جگ کے خوباں اس کے نمک پروردہ ہیں۔

اس دور میں میرزائی حسن کا تذکرہ بھی ملتا ہے اور بانکے پٹھان کا بھی:

ہے میرزا ادا میں اس میرزا کی گالی

دوسری جانب ولی اپنے کو عاشقاں کی فوج کا سردار کہتے ہیں۔ حسن آفرینی کے یہ صوری مظاہر تھے۔ جن کی مثالیں مختلف اشیائے کائنات سے حاصل کی گئی اور دوست کے سراپا کی مجسمہ سازی کو نذر کی گئیں۔ ان بے مثال

---
[1] کلیات ولی، غزل: ۴۳۱

خوبیوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو دل فریبیٔ حسن کا جوہر ہیں اور صفحۂ ہستی پر تصویرِ حیراں کی طرح آویزاں ہے۔ قد و قامت کے ساتھ مزاج اور افتاد کی متحرک تصویروں پر ولی کی نظر ہے:

ہٹیلا ہے، ستم گر ہے، جفا جو ہے، شرابی ہے　　　کہ جاں بازی میں آفت ہے، قیامت ہے خرابی ہے
تبسم ہے، نگہ ہے، زلف ہے، چیرا گلابی ہے　　　کہ ظالم ہے، دورنگی ہے، ستم گر ہے، شرابی ہے[1]

نام اس دورنگے کا کیوں نہ ہو گل رعنا　　　چہرہ ارغوانی ہے، جامہ زعفرانی ہے[2]

وہ راہ زن ہے صنم کا غمزہ غارت گیر ایماں ہے جو عمر بھر کے زہد و تقویٰ کو ایک آن میں لوٹ لینے کے ہنر سے واقف ہے۔ اس کی ملاقات سے طبیعت منشرح ہوتی ہے۔

کہ جیوں ہوتی خاطر منشرح کشمیر کے دیکھے

وہ بند قبا کے ساتھ لباس زعفرانی میں ملبوس رہتا ہے۔ پھینٹا بھی قامت زیبا پر سجتا ہے۔ غزالاں صید ہو آویں ہیں۔ وہ گل گوں قبا ہے۔ سر پر طرۂ زرتار ہے، کلاہِ کج ہے۔ کلاہِ بارانی کی ترکیب بھی مستعمل ہے۔ نغمۂ رنگیں سحر آفریں ہے اور حیات بخشی میں اضافہ کا موجب ہے۔ اس کی گلی کشمیر و کابل سے بھی زیادہ جاں فزا ہے۔ شاہ حاتم بھی دہلی کو کشمیر و کابل پر ترجیح دیتے ہیں۔ دیار دوست میں خیر خوباں کا دیدار عام ہے۔ اس کے جلوہ و جمال سے کوچہ و بازار گرم نفس ہیں۔ وہاں داروئے درماندگاں کا ساز و سامان موجود ہے۔

ہے نگاہ شوخ و سرکش، فتنۂ آخر زماں

کہ جس کا دیکھنا آرامِ دل و جاں ہے　　　جوں سروِ بے خزاں ہے جہاں میں وہ سبز بخت

اس نو بہار ناز سے ہند کا چمن زار رشک جناں ہے خاص و عام میں عشق بازی کا مشغلہ حقیقت ابدی کی حیثیت رکھتا ہے۔ خواہ وہ حقیقی ہو یا مجازی۔

کیوں نہ ہووے عشق سوں آباد سب ہندوستاں　　　حسن کی دہلی کا صوبہ ہے محمد یار خاں

حسن و عشق کی نقش گری ہی ولی کا وصف و امتیاز ہے اور یہی حاصل حیات بھی ہے۔ اسی امتیاز سے ان کا فن جہاں تاب ہے۔ خود ولی کو بھی اس پر ناز ہے۔ ان کے نزدیک بامراد زندگی کے لیے یہی عیش فراواں ہے اور نشاط کار بھی۔ جسے حرف عاشقی عزیز ہے وہ ولی کے کلام کا قاری ہے:

ہر گھڑی پڑھتا ہے اشعار ولی　　　جس کو حرف عاشقی مرغوب ہے

ان کا مشورہ ہے:

---

[1] کلیات ولی، غزل: ۴۳۷　　[2] کلیات ولی، غزل: ۴۴۹

روشن چراغ خانۂ ہر آرزو کرو　　ہر روز حشر، روز مکافات ہر عمل

آنی وفانی دنیائے دوں میں دو پل کی سرخوشی کے لیے شعلۂ عشق کو جگرتاب کرنے کی ضرورت ہے:

اے ولی غیر عشق حرف دگر　　پختہ مغزاں کے نزد ہے خامی

اس تفصیلی جائزے کا مقصد یہ ہے کہ ولی کے شعری امتیاز کے ایک اساسی پہلو کو روشن کیا جائے۔ جو ولی کا ہی نہیں پوری اردو شاعری کا بنائے امتیاز ہے۔ غزل نے دنیائے شعر کے منجملہ صفات واصناف کو مات دی ہے۔ اس شرف یابی کا سہرا بہت حد تک ولی کے سر ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ زبان کے عبوری دور میں ایسی اعلیٰ درجے کی شاعری معجزۂ فن کی نمود سے کم نہیں۔ اس کرشمہ ساز فن کا عرض ہنر انسان کے سب سے محبوب مضمون اور مشغلے کی نغمہ سرائی ہے:

کامل ہوئے ہیں بسکہ محبت کے فن میں ہم

ولی کو تخلیق کی بے اماں دولت ملی تھی۔ محسوس ہوتا ہے کہ شاعری کے علاوہ انہیں کسی اور شوق سے سروکار نہ تھا۔ مزاج میں بے فکری اور درویشی تھی۔ شاید یہی سبب ہے کہ کلام قدر و قیمت کی گراں مائگی کے ساتھ وافر اور ضخیم ہے۔ وہ بسیار گوئی کے ساتھ زود گو بھی ہیں۔ مختلف زبانوں اور علاقوں کی لسانی روایت سے گہرا سابقہ اور مشاہدہ بھی تھا۔ بسیار گوئی یا عوامی جذبہ واحساس کی ترجمانی میں زبان و بیان کے معیار میں ہر طرح کے اسالیب بیان کا در آنا فطری تھا۔ اس کے علاوہ ولی نے اپنے کلام کا کوئی انتخاب نہیں کیا۔ ہر تخلیق جمع کر لی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ کلیات میں خشک وتر سبھی موجود ہیں۔ بعض غزلیں تو برائے بیت ہیں جو لسانی مہارت یا منہ کا مزہ بدلنے کے لیے کہی گئیں۔ ان میں تکرار ہے یا الفاظ کا الٹ پھیر ہے۔ یہ شعری صناعی یا حسن آفرینی سے خالی ہیں۔ سہل پسندی غالب ہے۔ کلیات میں کئی غزلیں ہیں جن میں تکرار اور الفاظ کی تبدیلی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ لسانی مشق کی مثالیں بھی ہوسکتی ہیں۔ مگر معیار نہیں بن سکتیں۔ یہ کلام شعریت، آہنگ اور خیال کی عظمتوں سے محروم ہے۔ قاری کی طبیعت میں تکرار سے تکدر پیدا ہوتا ہے اور تاثر سے نا آشنا رہتا ہے۔ کلیات کی غزل 328 کے مصرع ثانی میں تکرار خوش گوار نہیں لگتا۔

ہے کل عالم میں کرم میرے اپر　　جزرسی ہے جزرسی ہے جزرسی

رات دن جگر میں رفیق بے کساں　　بے کسی ہے بے کسی ہے بے کسی

باعث رسوائی عالم ولی　　مفلسی ہے مفلسی ہے مفلسی

غزل کے اشعار میں تکرار کی ایک اور صورت دیکھیے:

سب چمن کے گل رخاں کا تو ہے زیب اے گل بدن　　گل بدن تج سا نہ دیکھا گرچہ دیکھا سب چمن[1]

---

[1] کلیات ولی، غزل:۲۳۲

ایک دوسری غزل میں تکرار کی دوسری صورت ہے جو موثرات سے محروم کرتی ہے:

مج کوں ہے دارالامن پیو کا نقش چرن　　　پیو کا نقش چرن مج کوں ہے دارالامن
پیو کا شیریں بچن مج کوں ہے آب حیات　　　مج کوں ہے آب حیات پیو کا شیریں بچن
دستۂ گل ہے سجن سن یو سخن اے ولی　　　سن یو سخن اے ولی دستۂ گل ہے سجن[1]

کلیات کی پندرہویں غزل میں مصرع کا پہلا لفظ اور آخری لفظ کا تکرار بھی موزوں نہیں ہے۔ لفظی بازی گری تو ہے۔ مگر حسن نہیں ہے۔

تکرار کو محاسن شعری میں شمار کیا جاتا ہے۔ مگر اس میں حسن تو ہو۔ صرف اوزان کے اعتبار سے لفظوں، فقروں کو دہرانا گراں گزرتا ہے اور شعری حسن کو غارت کرتا ہے۔ لفظی تکرار و تماشے پر مشتمل کئی غزلیں موجود ہیں۔ تکرار کی ایک اور صورت بھی بھلی نہیں لگتی۔ کئی غزلیں مخمس اور مستزاد میں بھی شامل ہیں۔ انہیں بہ سہولت ایک ٹکڑے یا مصرعہ کا اضافہ کر کے مستزاد و مخمس کی صورت دی گئی ہے۔ ایک مثال ملاحظہ ہو۔

لاگی ہے لگن تم سوں چھڑا کون سکے گا　　　اب مج کوں وطن اپنے لے جا کون سکے گا
ہے کس میں یہ قدرت کہ دل سوں رفاقت[2]

دوسری مثال مخمس کی ہے:

نہ کر آشنائی غیر سوں اے سیم تن ہرگز　　　نہ ہوا ے شمع رو ہر انجمن میں شعلہ زن ہرگز
نہ مل مائل ہو ہر طوطی سوں اے شکر شکن ہرگز　　　نہ مل ہر بلبل مشتاق سوں اے گل بدن ہرگز
ہر ایک گلشن جیوں نرگس نہ کھول اپنے نین ہرگز

یہ مخمس کلیات میں 158 ویں غزل بھی ہے۔ غزل اور مخمس کے کئی اشعار مشترک ہیں۔ اس طرح کی بے اعتدالی اور بھی موجود ہیں۔ جن سے کبھی کبھی انقباض کا احساس ہوتا ہے۔ مجموعہ کلام میں کئی مصرع تقریباً یکساں قلم بند ہو گئے ہیں۔ مضامین کا تکرار بھی بار خاطر ہوتا ہے۔ ان کے ساتھ دوسری زبانوں کے الفاظ شعر کی روانی میں رکاوٹ کا سبب بنتے ہیں اور اجنبی محسوس ہوتے ہیں۔ ان کا ایک جواز تو یہ ہے کہ زبان کا عبوری دور ہے۔ دوسرے اردو اپنے قدیم عہد میں تشکیل کے عمل سے گزر رہی تھی۔ شمال و جنوب کے لب و لہجے میں اختلاف حائل ہے۔ یہ سب نظر انداز کیے جاسکتے ہیں کیونکہ ولی لسانی تشکیل کی آزمائشوں کے دور کے ترجمان ہیں۔ مگر فن کی سحر کاری کو مجروح کرنے والے گوشوں کو نشان زد کرنا انتقادی ذمہ داری ہے اور ضرورت بھی۔ ولی بے نیاز انسان تھے۔ کلام کی جمع و تدوین پر توجہ کی ہوتی تو یہ تسامحات تخلیق و تدوین میں راہ نہ پاتے۔

---

[1] کلیات ولی، غزل: ۲۳۳　　[2] کلیات ولی، ص: ۳۲۱، مستزاد ۲

ہوشیاری یا بیداری کا پیغام غزل کوراس نہیں آتا۔ ولی اس نکتے سے واقف ہیں۔ ان کے شعری سرمایہ میں پند ونصیحت تقریباً بہت کم ہے۔ دو چار اشعار ضرور ہیں۔ ایک غزل میں ہوشیار و بیدار کی تاکید ہے۔ اس ضمن میں بطور تبریک وتحریک دو ایک شعر نقل کیے جاسکتے ہیں:

خدا دوست نیں دیکھتے زر طرف
اے ولی حق کی طلب دولت عظمیٰ رہے
کچھ نہیں مال و زر کی طمع مجھے
مسند پہ عافیت کی وو ہے بادشاہِ وقت
جس دل کی انجمن میں ایماں ہے جیوں چراغ

ان اشعار میں تاکید ونصیحت کم اور حقیقت کا بیانیہ غالب ہے۔ انہیں پیامی شاعری یا فکر کے ضمن میں نہیں رکھ سکتے۔ ولی مفکر تھے نہ پیامبر۔ وہ نشاطِ زیست سے سرشار شخصیت کی نگہداری پر مامور تھے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لفظوں آوازوں یا علامتوں کو دہرانے میں شاعر نے اظہار کے امکانات کو آزمانے یا وسیع تر کرنے کی شعوری کوشش کی ہے۔ ایک غزل کے چند اشعار کو پیش نگاہ رکھیں اسے محاوراتی اظہار کی مثال کہہ سکتے ہیں۔

جی میں وفا دھر نہ دھر سینے میں خوف وخلل — میرے نزدیک آنہ آ، رکھ کے وہم دل منیں

بیت مری سن، نہ سن دوسرے کی جا غزل — مج پر نظر کر، نہ کر بات رقیباں سیتی

استعمال دیکھئے:

دے نہ دے، لے نہ لے، کر نہ کر، سن نہ سن، آنہ آ، دھر نہ دھر، دھونہ دھو، ہو نہ ہو، مل نہ مل، غزل کے ہر مصرع میں اس اہتمام سے سعی لاحاصل کا گمان ہوتا ہے۔

ان سے قطع نظر شعری محاسن کے دوسرے ارکان نے کلام میں دل فریب اور پرکشش صورتیں پیدا کی ہیں۔ تشبیہ واستعارہ تلمیح وتعلیل وتضاد نے حسن بیان کو تازگی بخشی ہے۔ تلمیحات کا ایک ذخیرہ ہے جسے اشعار میں قلم بند کیا گیا ہے۔ محاکات کے دلفریب منظر کو متحرک پیکروں میں پیش کیا گیا ہے۔

کمر سوں کھینچتا، خنجر چڑھاتا آستیں آوے
ہندو سورج کوں دور سے پوجتے ہیں

کہتا ہے مجھے خوفِ رقیباں سو کہ جا بے جا — جب اس کی طرف جاتا ہوں کہ قصد تماشا

ولی نے مذہبی واساطیری اور تاریخی تلمیحات سے کلام میں ایک نگار خانہ آباد کیا ہے۔ غزل کے پیرایۂ بیان میں تلمیحات کی ایسی وافر تعداد دوسرے شعری سرمایہ میں اقبال کے سوا کہیں اور نظر نہیں آتی۔ موزوں نسبتوں اور

مشابہتوں سے شعر میں معنی کا جہانِ دیگر نظر آتا ہے:

مرا دل چاند ہوا تیری نگہ اعجاز کی انگلی ۔۔۔ کہ جس کی اک اشارت میں مجھے شق القمر دستا[۱]

ولی کو عرب وعجم وہند کے آثار واساطیر کے حوادث کی ترجمانی مرغوب ہے۔ ولی کے مشاہدات کی نوع بہ نوع تصویروں سے کلام میں مرقع عالم کی صورت پیدا ہوتی ہے تخلیق آدم انکارِ ابلیس، جلوۂ طور ہے، ید بیضا ہے۔ کشتیِ نوح، دمِ عیسیٰ صلیب، حسن یوسف، پیر کنعاں مصر کا بازار، چشم یعقوب، براہیم کا ایماں، گلزار خلیل، بنائے کعبہ، خضر راہ داں، اسریٰ، شق القمر کے ساتھ قیس، کوہ کن، فرہاد، شیریں، مجنوں، سکندر، جمشید، رستم، نل دمن وغیرہ۔ تصورات کی کہکشاں سے نور وسرور فروزاں ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ غزل کے محبوب پیکر کے لیے مخصوص کیے گئے ہیں:

مج کو واللیل والضحیٰ کی قسم

مصحف رخ ترا صورتِ فجر ۔۔۔ مج کو والنجم اذا ہویٰ کی قسم

تج مکھ کی آرسی میں ہے نورِ خدا عیاں ۔۔۔ روشن ہے تج جمال سیتی کوہِ طور آج

تلمیحات کی تکثیریت سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب ولی کے دل ودماغ میں رقصاں ہیں۔ ایک ہی تلمیح کے بیان میں مختلف طریقے اور تعبیریں ملتی ہیں۔

ولی کو ایجاز واختصار پر قدرت ہے تو طول بیانی پر ملکہ حاصل ہے۔ پندرہ، سولہ، سترہ اشعار پر مشتمل کئی غزلیں موجود ہیں۔ ولی کو بیانیہ پر دست رس حاصل ہے۔ ان طویل غزلوں کے علاوہ قصائد اور مثنوی کو بھی پیش نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ مثنوی سورت ایک طویل نظم ہے۔ جو قدرت بیان کی مثال ہے۔ راقم کی رائے میں ولی نے شہر نامہ لکھنے کی روایت قائم کی ہے۔ اگر چہ شہر آشوب کی تاریخ قدیم ہے۔ مگر شہر نگاری کے ذکر میں ولی کی اس مثنوی کا حوالہ ناگزیر ہوگا۔

محاکات سے قطع نظر ولی نے اپنی بے پناہ تخیل آفرینی کے طفیل پیکر تراشی کی انمول مثالیں کثرت سے پیش کی ہیں۔ ان میں محسوس وغیر محسوس، ساکن ومتحرک پیکروں کی لطیف تصویریں نقش نگاری کی کرشمہ ساز کیفیات کی حامل ہیں اور صوری صورت گری کی انتہاؤں تک پرواز کرتی ہیں۔

جوں سینے میں راز آئے کی حیرت خیز مثال ولی کے مشاہدے کی معراج ہے یہ تصویر آفرینی تخیل اور تمثیل سے ماورا عرفان کے حدود کو زیر پر لاتی ہے۔ مجرد شکلیں روحانی مشاہدات میں تحلیل ہوتی ہیں۔ موجودہ انتقادی اصطلاح میں پیکر تراشی کے تصور کو فروغ دیا گیا ہے۔ ولی کی یہ صورتیں مشرقی شعریات میں فصاحت وبلاغت کے ارکان میں شمار کیے جاتے ہیں۔

---

[۱] کلیات ولی، غزل: ۷

ولؔی کو الفاظ کے استعمال پر حکیمانہ عبور تھا ان کا کلام عوامی زبان اور لب ولہجہ کا ایک آئینہ خانہ ہے۔ جس میں علمی، کلاسیکی اور فصیح زبان کا استعمال خوب سے خوب تر ہے۔ جسے اشرافیہ کی زبان سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ لیکن عوامی زبان کے اظہار واسالیب بھی کم نہیں ہیں بلکہ تناسب اور تعداد میں زیادہ ہیں۔ ولی کا ایک لسانی نقطۂ نظر ہے جسے ہر حال میں پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ولؔی نے بڑی سنجیدگی سے تائید کی ہے کہ فن میں اہل خاص کے جذبہ واحساس کو رقم کرنے سے گریز کرو۔ گویا فن کو عوام کا ترجمان ہونا چاہیے گفتگو عوام سے ہے ایک خواہش کا اظہار ہے۔ ولی کا قول تاکید ہی نہیں انقلابی حکم نامہ کی حیثیت رکھتا ہے:

اپنے اشعار کو ہرگز توں نہ دے جذبۂ خواص

عمومی اظہار کا یہ میلان ولی کی حکیمانہ بشارت ہے۔ ادب کو عوام سے نسبت ہے۔ مخصوص اشرافیہ سے نہیں اس فکر نے اردو کو فروغِ نظر بخشا۔ خواص پر عوام کو ترجیح دی۔ فن کے اسی پیمانۂ فکر پر ولی کو پرکھنے کی ضرورت ہے۔ یہی رمز ہے جو ولی کو شہرۂ عام کی بلندیوں تک لے جاتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مستعمل الفاظ اور اظہار میں کہیں کہیں عامیانہ رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ مذکورہ مصرع کے حوالے سے ولی کے فکری اسالیب کا ادراک ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کلام میں فن اور فنکار کے بارے میں بھی ولی نے نکتہ آفرینی کی ہے۔ فن کی بے کرانی کے اظہار میں ولی کا یہ شعر مقبولِ عام ہے:

راہِ مضمون تازہ بند نہیں　　تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن

لفظ و معنی کے حسن ارتباط پر بھی اسی غزل میں شعری آگہی کا اہم نکتہ بیان ہوا ہے:

نور معانی ہے آفتاب سخن　　لفظ رنگیں ہے مطلع رنگیں
جلوہ پیدا ہو شاہد معنی　　جب زباں سوں اٹھے نقاب سخن[1]

لفظ رنگیں کے ساتھ فکر روشن کو ولی نے ملحوظ رکھا ہے جو فکر روشن سے محروم ہے اس سے کلام کو دور رکھنے کی بھی بات کی ہے۔ بڑے شاعر کی طرح ولی کو اپنے کلام پر فخر ہے اور کہیں کہیں یہ غلو کی حد تک بڑھ جاتا ہے:

پڑھتے ہیں ولی شعر ترا عرش پہ قدسی　　باہر ہے جو تری فکر رسا حد بشر سوں

یہ تعلّی و تفاخر کے سبب ہے اور فخر بے جا میں شمار کیا جاتا ہے۔ ولی نے کئی جگہ اپنے کلام کو گوہرِ معنی سے تعبیر کیا ہے۔

اے ولی سخن تیرا گوہر معنی ہے

تیرے سخن کے نغمۂ رنگیں کو سن اے سجن　　کہتا ہے ولی دل سیتی یو مصرعِ رنگیں

معانی کے ساتھ آہنگ پر ولؔی کی نظر ہے۔ ولی کے اشعار کی ایک بڑی خوبی اس کا نغمۂ وآہنگ ہے۔ بعض

---

[1] کلیات ولی، غزل: ۲۳۰

جگہ موسیقی سے ہم آمیز مصرع نغمگی کے موثر نمونے پیش کرتے ہیں:

گر ناز سوں بازار میں نکلے وہ ماہِ مہرباں
اے نوجواں نہیں ہے ہنگام خورد سال
جبیں پر اس کے دائم جلوۂ گر نور سعادت ہے

کہیں کہیں غیر مانوس الفاظ بھی اس آہنگ میں حائل نہیں ہوتے بلکہ نغمگی کو مہمیز کرتے ہیں۔

ولی مج دل میں آتا ہے خیال یار بے پروا   کہ جیوں، انکھیاں منیں آتا ہے خواب آہستہ آہستہ

تین سو سال قدیم زبان اور بیان کے اسالیب کو آج کے تنقیدی معیار پر دیکھنا منصفی نہیں ہوگی۔ آج کا انتقادی منہاج تصورات کی وسعتوں سے دوچار ہے بلکہ اس میں گم ہے۔ ہر آن ان کے بدلنے یا باطل قرار پانے کا اندیشہ محسوس ہوتا ہے۔ سیماب پائی کی اس فضا میں فن کے قدیم اقدار اور اسالیب بہت ہی معنی خیز اور قابل قدر نظر آتے ہیں:

تجھ شعر کی روانی سنیا جب سوں اے ولی   نمناک ہے تدھاں سیتی دامن سحاب کا

شعر گو ہرِ معنی ہو، رنگین ہو، نغمۂ رنگین ہونے کے ساتھ، فکر عالی، اس میں روانی ہو لذت بخش و دل کشا، جمال آفریں دامن دل کو مس کرنے والا بھی ہو۔

مشرقی ادب میں ایہام کو نگارِ فن کا وسیلہ سمجھا گیا ہے۔ ولی کثیر اللسان ہیں۔ انہوں نے ایہام گوئی کی نادر مثالیں قلم بند کی ہیں۔ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ ایہام گوئی کی تحریک کو پروان چڑھانے میں ولی کا کلام بہت معاون ہوا ہے بلکہ اس سے آغاز ہوا ہے۔ زباں دانی، نشۂ معنی زبان شیریں اور پر تاثیر ہو شعر کے اثرات زہر بن کر جسم میں سرایت ہوں:

ہے ولی کی زباں میں شیرینی
اثر شعر سم ہے سم کی قسم

تخلیقی تاثرات کی یہ گراں مائیگی ولی کے اظہار میں معنی خیز ہے۔ دوسرے لفظوں میں شعر اگر تاثیر سے خالی ہے تو مہمل بیانی کے مترادف ہے۔ ان حوالوں کی مدد سے ولی کے تصورِ تخلیق یا نظریۂ ادب پر وافر روشنی پڑتی ہے۔ یہ وہ خیالات ہیں جو آج کے دور میں بھی دنیائے سخن شناسی کے دین و دستور قرار دیے گئے ہیں۔ ولی معترف ہیں کہ فن میں سحر ساز اثر آفرینی ہونی چاہیے۔

کرتا ہے ولی کہ سدا شعر کے فن میں   تج نین سوں سیکھا ہے مگر جادوگری کوں

ولی نے قاری کو شعر فہمی کے لیے بلند خیال ہونے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ اگر قاری صاحب ادراک

نہیں ہے تو تخلیق فہمی میں وہ بانگِ خر کے برابر ہے۔ آج کے فسوں ساز انتقادی شور و غوغا میں متن قاری اور قراءت کے مباحث لات و منات کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اے ولی جو کہ ہیں بلند خیال　　　شعر میرا پسند کرتے ہیں

اقبال نے بھی کتاب کے سرنامہ پر ہی یہ قید لگا دی ہے کہ جو مردِ ناداں ہیں ان پر نرم و نازک کلام بے اثر ہوگا۔

وؔلی نے مضامینِ نو کی بے کراں وسعتوں کا ذکر کیا ہے۔ خیال کی تازگی اور طراوت پر وہ بہت سنجیدہ ہیں۔ نئے مضامین کو قلم بند کرنے سے تازگیٔ فکر کا اظہار ہوتا ہے۔ تاکہ تخلیق کی رہ گزر مسدود نہ ہو۔ تازہ بہ تازہ اور نوع بہ نوع افکار سے نئے جہاں کی نمود ہوتی ہے۔

جو شعر لباسی تھے جیوں پھول ہوئے باسی　　　جب شعر ولی تیرا یو تازہ ہوا تازہ

ولی کے ان تصورات سے ان کے نظریۂ شعر کی تازہ کار فکری اسلوب کا عرفان ہوتا ہے کہ وہ آج بھی خیال افروز معنویت کے مقام پر فائز ہیں آنے والی صدیوں میں بھی ان کے سحر آفریں کلام کو بہ قدر شوق قبول کیا جائے گا اور ولی کی تحسین شناسی عالم ناز اد کے لیے بھی ناگزیر ہوگی۔

وؔلی کے چند تلامذہ کا تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ اگرچہ ان کے احوال و مقام زیادہ معلوم نہیں۔ تذکروں میں برائے نام کہیں ذکر ہے یا چند اشعار کا انتخاب دستیاب ہے۔ اشرف، وؔلی کے شاگرد ہیں، احمد آباد کے باشندے تھے۔ ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی نے ان کا پورا نام سید محمد اشرف لکھا ہے۔ ڈاکٹر نجیب اشرف ندوی نے ان کے دیوان کے تین مخطوطات کا تذکرہ کیا ہے۔ بیاض آبرو میں چونسٹھ اشعار پر مشتمل ان کی ۶ غزلیں نقل کی گئی ہیں۔ چند غزلوں کے حسب ذیل مطلع ملاحظہ ہوں:

میں دوستی تری سوں افسانہ ہو رہا ہوں　　　از بہر سوختن خود پروانہ ہو رہا ہوں

عید ہے دلبر کے یاراں جاں ایثاری کرو　　　آپ میں اپنے گلوں کوں ذبح خوں خواری کرو

وؔلی کی مشہور غزل کی پیروی میں یہ مطلع قابل ذکر ہے:

صنم آ ؤ جو ٹک طرفم شتاب آہستہ آہستہ　　　نظارے میں کٹے عمرم خراب آہستہ آہستہ

مرا دل غم میں گھائل ہو رہا ہے　　　صنم کے رخ پہ مائل ہو رہا ہے

وؔلی نے اشرف کے شعر کی تضمین کی ہے:

اشرف کا یوں مصرع ولی مج کوں ہے دل چسپ　　　الفت ہے دل و جاں کو مرے سیم نگر سوں

اشرف فارسی میں بھی شعر کہتے تھے. بیاضِ آبرو میں امیر خسرو کی تین غزلوں کے ساتھ اشرف کی بھی تین فارسی غزلیں موجود ہیں۔ معتبر خاں عمر ولی کے دوسرے شاگرد ہیں اور اورنگ آباد کے باشندے تھے گردیزی اور علی ابراہیم

خاں نے اپنے تذکروں میں ولی کی شاگردی کی تائید کی ہے وہ سرکار دکن میں ایک منصب دار تھے،۴۷-۱۷۴۳ء میں ان کا انتقال ہوا۔ بیاضِ آبرو میں ان کی آٹھ غزلیں نقل کی گئی ہیں جن میں ۴۴/اشعار ہیں۔ چند مطلع ملاحظہ ہوں:

سجن تم سے ہمارا کام ہے گا   دو جگ میں تمہارا نام ہے گا

غریبوں ، عاجزوں اور بے کسوں پر   لطف کر اے صنم غم کے پھنسوں پر

زلف کے دام میں میں آپھنسا ہوں   بہت بے تاب بلکہ آ دسا ہوں

شیشے میں مے ہے مے میں اثر میں ہوں   جل میں کنول، کنول میں بھنور میں بھنور میں ہوں

عمر کی ایک غزل دیوان ولی کے مخطوطہ کے حاشیہ میں درج ہے یہ نسخہ کراچی میں انجمن ترقی اردو کے ذخیرہ میں ہے۔

مدار بخش مدن ولی کے تیسرے قابل ذکر شاگرد ہیں تذکروں یا تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ملتا شعری حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ولی کی شاگردی میں شامل تھے انہوں نے مقطعوں میں ولؔی کو بڑا جذباتی خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

فضل حافظ ولی کے سیتی یا رو   مدن کا شعر اب اتمام ہے گا

مدن تو ذرہ سا ہو کر پکڑ دامن ولی شہ کا   کہ دکنی شعر میں وہ آفتاب عالی جناب ہے گا

مدن ہے گرچہ جاری نہر مج پاس   ولے سر چشمہ رکھتا ہوں ولی کا

مذکورہ بالا شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی حافظ قرآن تھے۔ یہ ایک عصری شہادت ہے ان کے کلام میں قرآنی آیات کے اشارے اور حوالے تصدیق کرتے ہیں اس کے علاوہ ان کی شعری لفظیات بھی صحفِ سماوی کے موثرات سے معمور ہے مدن صوفی منش تھے۔ معروف صوفی بزرگ میر فخر الدین اورنگ آبادی سے گہری اِرادت مندی کا بار بار اظہار ان کے کلام میں موجود ہے:

کیوں افتخارِ دین کا حاصل نہ ہو مدن   رکھتے ہیں من میں رات دن اس فخرِ دیں کو ہم

قیاس کہتا ہے کہ دکن سے گجرات تک ولؔی کے بہت سے تلامذہ نے استفادہ کیا ہوگا مگر حوالوں کی عدم موجودگی میں کوئی حتمی گفتگو نہیں کی جا سکتی۔ تذکرے خاموش ہیں، ولؔی کے کلام میں بھی اشارے نہیں ہیں۔ اگر چہ کئی اشخاص کے نام کلام میں موجود ہیں جو ان کے ممدوح ہیں یا ولؔی کو ان سے محبت وعقیدت تھی۔ ولؔی کے ایک شاگرد ثناء اللہ فانی ہیں جن کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ ہاں انہوں نے دیوانِ ولؔی کی کتابت کی تھی، کتابت شدہ یہ نسخہ پنجاب یونی ورسٹی کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی شاگرد ہیں جنہوں نے اصلاحِ سخن لی۔ شاگردوں کی ایک بڑی تعداد ان شعرا کی ہے جنہوں نے معنوی طور پر ولی کی پیروی کی ہے اور ولی سے متاثر ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ مدتوں جاری رہا۔

حاتم ولؔی ولی ہے جہاں میں سخن کے بیچ[۱]

ولؔی کا کلام شمالی ہند میں شعری الہام بن کر اترا۔ ابرِ بہار کی طرح برسا۔ نواح دہلی کے قریہ و قصبات کو تخلیقی نمو سے شاداب کرگیا۔ دنیائے ادب میں ایسی مثال مشکل سے ملے گی کہ ایک فرد کے کلام نے شعر ہی نہیں زبان کو یہ وقار بخشا ہو کہ بے مایہ تصور کی جانے والی بولی کو خاص و عام نے قبولیت سے نوازا اور حیرت انگیز تخلیقی سرمایہ سے سرفراز کیا۔ ولؔی کے زبان و بیان کی سحر آفرینی دبے پاؤں دہلی کے تخلیق کاروں کے سینوں میں راز بن کر داخل ہوئی۔

دیوان ولؔی کی آمد سے قبل دہلی میں شعر گوئی کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس کے آثار واشارات بہت قلیل تھے۔ اسے استقبال حاصل تھا اور نہ ہی استناد۔ تفریحاً طبع آزمائی ہو رہی تھی یا فارسی سے منحرف ہو کر منہ کا مزہ بدلنے کے لیے شاعری کی جارہی تھی۔ میر (1722-1810) نے ایوان تنقید کی بنیاد ٹیڑھی رکھی جسے آج تک قلم کا قط درست نہ کرسکا۔ معمارِ اول کی کجروی نے تنقید کی غلط طرح ڈالی۔ انہوں نے اپنے تذکرہ 'نکات الشعراء' میں دکن کے عظیم سرمایۂ سخن سے صرف نظر کرتے ہوئے تذکرے کا آغاز کیا:

''ریختہ از دکن است۔ چوں از آنجا یک شاعر مربوط برنخواستہ۔ لہٰذا شروع بنام آنہا نکردہ۔'' [۲]

انہیں دکن میں ایک بھی شاعر مربوط نظر نہیں آیا لہٰذا ان کے ذکر سے گریز کیا۔ ہم آج تک زبان و بیان کی ناہمواری کا عذر لے کر دکن کے سرمایہ کو خاطر میں نہیں لاتے۔ میؔر نے اور بھی کئی گمراہی مشتہر کی ہیں۔ غالباً دکن کے ذخیرۂ فن تک ان کی رسائی نہ ہوسکی، مگر دکن کے شعری معشوق سے انہیں بھی مفر نہ مل سکا۔ ادبی تاریخ میں ایسے بہت ہی قلیل قلمکار ہوں گے، جنہوں نے اپنے موثرات سے بساط ادب کے احوال بدل دیے ہوں۔ ولؔی کی پیروی کو سعادت اور سرخ روئی کا سبب سمجھا گیا۔ سوغات سمجھ کر سنبھالا گیا۔ شعری صحیفہ جان کر اونچی محراب پر آویزاں کیا گیا۔ اشعار گفتگو میں حوالے بن کر استعمال ہونے لگے۔ شعر کہنے کے لیے کلام ولؔی کو معیار و معراج قرار دیا گیا۔

ولؔی کی پیروی اور اکتساب فن کو لازمی سمجھ کر دہلی کے خرد و کلاں نے طبع آزمائی کی۔ اس دور کے بیش از بیش قابل ذکر شعرا کے کلام میں ولؔی کی زمین اور غزلوں کی پیروی کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں۔ یہاں صرف چھ شعرا کا تذکرہ ہے، جن کا کلام پیش نظر ہے۔ یقین و مضمون وغیرہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔

شمالی ہند کے سب سے بڑے اور محترم شاعر شاہ مبارک آبؔرو (م 1146ھ) ہیں۔ ان کا دیوان تقدیم اور توقیع کے طور پر سب میں نمایاں تسلیم کیا گیا ہے۔ مطبوعہ دیوان میں دسیوں غزلیں ولی کی زمین میں موجود ہیں۔ زمین یا بحر و اوزان سے قطع نظر خیالات اور لفظیات کا ایک قابل قدر حصہ بھی ان میں در آیا ہے۔ ترکیبوں کا اجتماع

---

۱ دیوان حاتم، مرتبہ، عبدالحق، دہلی، ۲۰۱۰، ص: ۱۵۰ ۲ نکات الشعراء، میر تقی میر، اورنگ آباد، ۱۹۳۵ء

بھی نظر آتا ہے۔ زبان کا فرق بہت ہی معدوم ہے۔ پیروی کی یہ مثالیں موثرات کے مضمرات کی نشان دہی کرتی ہیں۔ دو ایک مثالیں پیش کی جارہی ہیں۔ پہلی صورت دیکھئے۔ وؔلی کی مشہور غزل ہے جو غزل گوئی کا محرک ہی نہیں شعری معرفت کا مصدر بھی ہے:

شغل بہتر ہے عشق بازی کا　　کیا حقیقی و کیا مجازی کا[1]

آبؔرو کی غزل کے مطلع پر غور کیجیے:

جو کہ محرم ہو عشق بازی کا　　دل سیں عاشق ہے جاں گدازی کا[2]

اس غزل کے آخری شعر میں ولی کے مطلع کا پرتو بہت نمایاں ہے:

غم حقیقی ہے کیا ہوا ہے مجھے　　عشق ہے عالمِ مجازی کا

طرحی زمینوں کے علاوہ مضامین، ترکیبیں، تلمیح وعلامتیں، تشبیہ واستعارات کی مشابہت میں اسالیب اور طرزِ اظہار کی ایک دنیا آباد ہے۔ آبرو نے ایک تجاہل برتا ہے۔ زمین ولی کی ہے انداز واسالیب بھی ولی کے ہیں، مگر مقطع میں حافظ شیرازی کی پیروی کا اقرار شاید قافیہ کے سبب ہے:

آبرو شعر کے کمال سیں ہے　　معتقد حافظ شیرازی کا[3]

ولی کا شعری عرفان تفاخر نہیں بلکہ تخلیقی حقیقت کا ترجمان ہے:

وؔلی ایراں و توراں میں ہے مشہور　　اگرچہ شاعر ملکِ دکن ہے[4]

واقعہ یہ ہے کہ ولی کے فنی مؤثرات اور تخلیقی اکتسابات اردو ہی نہیں اس کے سرچشمۂ فیض فارسی غزل گوئی کے دوش بدوش ہیں۔ گو فارسی غزل گوئی نے ولی کے شعری کمالات کو جمال ہم نشینی سے پرنور کیا ہے۔ ولی کو قدرت کی طرف سے بلا کی تخلیقی قوت بخشی گئی تھی۔ ان کی اختراعی فعالیت ایک استعجاب ہے۔ اسی کی بدولت شمالی ہند میں تخلیق کا چشمہ ابل پڑا، جس کا تجزیہ ہنوز باقی ہے۔ وؔلی کو بابا آدم یا چاسر کہہ کر ہم سبک دوش نہیں ہو سکتے۔ وؔلی کی غزل گوئی کی وسعتیں بے کنار ہیں۔ اس کی جامعیت کلاسیکی ادب کا پیش نامہ ہے، جس نے لاشعوری طور پر ایک منضبط اور منصوبہ بند تخلیقی رہ گزر کی بنیاد رکھی اور رہ روانِ شوق کو گامزن کیا۔ ریگ رواں کے ساتھ سنگ نشاں بھی ہم دوش سفر ہوئے۔ تخلیقی تاثرات کا ایسا شعری انقلاب شاید نہ ملے۔ اردو غزل فارسی کی حریف بن گئی۔ نغمہ وآہنگ سے لبریز شاعری کے نمونے ریختہ ہی نہیں دوسری زبانوں میں بھی مفقود نظر آتے ہیں۔ آہستہ آہستہ کے آہنگ میں ولی نے چار غزلیں رقم کیں۔ اس ردیف وقافیہ میں اردو کے کسی شاعر کی غزل وؔلی سے

---

[1] کلیات ولی، مرتبہ نورالحسن ہاشمی، دہلی، ۱۹۵۵ء، ص: ۲۷　　[2] دیوان آبرو، مرتبہ محمد حسن، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص: ۸۹

[3] دیوان آبرو، مرتبہ محمد حسن، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص: ۹۰　　[4] کلیات ولی، مرتبہ نورالحسن ہاشمی، دہلی، ۱۹۴۵ء، ص: ۲۵۹

سبقت نہ لے جاسکی:

کیا مجھ عشق نے ظالم کو آب آہستہ آہستہ　　کہ آتش گل کو کرتی ہے گلاب آہستہ آہستہ[1]

شاہ مبارک آبرو نے اپنے دامن شعر کو ولی کی غزل سے گہربار کیا ہے اور بڑی دیانتداری کے ساتھ اعتراف بھی کیا ہے:

لگا ہے آبرو مجکوں ولی کا خوب یہ مصرع　　سوال آہستہ آہستہ جواب آہستہ آہستہ[2]

پورا مصرع ولی سے مستعار ہے۔کلیات ولی کے مطبوعہ نسخے میں سوال کی جگہ خطاب ہے۔ولی کے خطی نسخوں میں اختلاف متن بھی ملتا ہے۔ان غزلوں کو موسیقاروں نے ساز کے آہنگ میں ڈھال کر محویت کا سماں پیدا کیا ہے۔آبرو کے دوسرے بڑے اور مقتدر معاصر حاتم (۱۶۹۹-۱۷۸۳ء) ہیں ان کے مطبوعہ کلام میں ولی کی زمین طرح میں گیارہ غزلیں موجود ہیں۔یہ غزل 1133ھ کی ہے۔جس کا مطلع ہے:

جس کے دل میں ترا خیال ہوا　　اس کو جینا سجن محال ہوا[3]

ولی کا مطلع ملاحظہ ہو:

جلوہ گر جب سوں وو جمال ہوا　　نورِ خورشید پائمال ہوا

صرف زمین طرح تک نسب ہے۔شاہ حاتم کی غزل ولی کے تخیل کی بلند آہنگی اور تشبیہات کی ندرت تک رسائی نہیں پاسکی۔حاتم کی ایک دوسری غزل کا مطلع سنیے:

تاباں ہے اس نگاہ سیں مج دل میں نور آج　　جس نور میں ہوا ہے ہر اک کوہِ طور آج[4]

یہ غزل بھی 1131ھ یعنی حاتم کے ابتدائی دور کی شاعری کا بہتر نمونہ ہے۔اس طرح دیوان زادہ میں گیارہ طرحی غزلیں زمین ولی میں ہیں۔مذکورہ زمین ولی کی غزل کا مطلع ہے:

جولاں گری میں گرم ہے وو شہسوار آج　　سینے سوں عاشقاں کے اٹھے ہے غبار آج[5]

ولی کے یہاں گیارہ اشعار ہیں۔جب کہ حاتم نے صرف پانچ اشعار پر اکتفا کیا ہے۔اس سے ولی کی قدرتِ بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔شاہ حاتم کا اقرار ہے کہ فارسی میں وہ مرزا صاحب کا تتبع کرتے رہے اور ریختہ میں ولی ہی ان کے معنوی استاد تھے۔

''در ریختہ ولی را استادی داند''

---

۱ کلیات ولی،مرتبہ نورالحسن ہاشمی،دہلی،۱۹۴۵ء،ص:۱۸۹

۲ دیوان آبرو،مرتبہ محمد حسن،نئی دہلی،۲۰۰۰ء،ص:۲۲۶

۳ دیوان حاتم،مرتبہ عبدالحق،دہلی،۲۰۱۰ء،ص:۱۱۷

۴ دیوان حاتم،مرتبہ عبدالحق،دہلی،۲۰۱۰ء،ص:۱۴۶

۵ کلیات ولی،مرتبہ نورالحسن ہاشمی،دہلی،۱۹۴۵ء،ص:۷۳

راقم نے لکھا ہے:

''دہلی میں ولی کا دیوان 1132ھ میں آیا اور بساطِ شعر پر ایک نئی تخلیقی تحریک پیدا ہوئی جس سے دہلی کے در و دیوار شعر و سخن کی آواز بازگشت سے گونج اٹھے۔ مصحفی نے حاتم کے حوالے سے ''تذکرۂ ہندی'' میں لکھا ہے: روزے پیش فقیر نقل می کرد کہ در سنہ دویم فردوس آرام گاہ دیوان ولی در شاہ جہاں آباد آمد و اشعارش برزبان خورد بزرگ جاری گشتہ۔'' [۱]

شاہ حاتم نے غزل کے ایک شعر میں اپنے عجز کا اظہار بھی کیا ہے:

اے ولی مجھ سے اب آزردہ نہ ہونا کہ مجھے ‏ ‏ ‏ ‏ یہ غزل کہنے کو نواب نے فرمائی ہے [۲]

گویا نواب امیر خاں انجام کو بھی ولی کا کلام پسند ہے۔ ولی کے اثرات صرف آبرو و حاتم تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ اس دور کے سبھی شعرا نے تاثرات قبول کیے ہیں۔ کلام کا تحفتاً پیش کیا جانا عوامی مزاج میں شامل ہو چکا تھا۔ دہلی کے گرد و نواح میں کلام ولی کی شہرت عام تھی۔ محمد حسین آزاد نے ولی کو بابا آدم بے سبب نہیں کہا ہے۔

ابتدائی دور کی شاعری کے اولین معماروں میں محمد خاں فائز دہلوی (م 1690) کا نام فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں اولیت کا حق حاصل نہ سہی، مگر شعری ادب کی ترویج و تربیت میں ان کا نمایاں نام ہے۔ ان کا الگ سے اردو دیوان بھی نہ سہی مگر فارسی کلام میں شامل اردو اشعار کا ایک معقول حصہ ان کی ریختہ گوئی کی مربوط روایت کی نشاندہی کرتا ہے۔ کلام مختصر ہے جسے مرتب کر کے پہلی بار 1965ء میں شائع کیا گیا۔ دوسرے معاصرین کی طرح فائز بھی ولی کے فکر و شعر کی سحر آفرینی سے نہ بچ سکے اور نہ تتبع میں تاخیر کی۔ ولی کا مشہور مطلع ہے:

وہ نازنیں ادا میں اعجاز ہے سراپا ‏ ‏ ‏ ‏ خوبی میں گل رخاں سوں ممتاز ہے سراپا [۳]

فائز نے زمین ولی کی پیروی کرتے ہوئے غزل لکھی:

خوباں کے بیچ جاناں ممتاز ہے سراپا ‏ ‏ ‏ ‏ اندازِ دلبری میں اعجاز ہے سراپا [۴]

اس دور کی شاعری اور ثقافت پر حکیمانہ نظر رکھنے والے نقاد پروفیسر محمد حسن لکھتے ہیں:

''اگر ولی اور آبرو کی طرح میں لکھی ہوئی غزلوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ دونوں میں مضامین تقریباً مشترک ہیں۔ ولی کی غزلوں کے مضامین کو تو تھوڑے بہت رد و بدل کے فائز نے تقریباً جوں کا توں نظم کر دیا ہے اور ہر جگہ ولی کا شعر بہتر ہے اور فائز نے محض اس مضمون کو

---

۱ دیوان حاتم، مرتبہ عبدالحق، دہلی، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۶

۲ دیوان حاتم، مرتبہ عبدالحق، دہلی، ۲۰۱۰ء، ص: ۲۲۷

۳ کلیات ولی، مرتبہ نورالحسن ہاشمی، دہلی، ۱۹۴۵ء، ص: ۲

۴ انتخاب کلام فائز، مرتبہ محمد حسن، دہلی، ۱۹۹۱ء، ص: ۳۴

اپنے طور پر ادا کیا ہے اور ولؔی کے شعری مرتبے تک پہنچانے میں کامیابی حاصل نہیں کی ہے۔ مثلاً فائز کا شعر:

خوباں کے بیچ جاناں ممتاز ہے سراپا　　ولؔی کے مطلع کا چربہ ہے اور کمتر درجے کا[۱]

فائزؔ کی ایک اور غزل کا مطلع دیکھئے:

اے خوب رو فرشتہ اسیر انجمن میں آ　　سروِ روان حسن ہمارے چمن میں آ

ولؔی کی غزل کا مطلع ہے:

اے رشک ماہتاب تو دل کے صحن میں آ　　فرصت نہیں ہے دن کو اگر توں رین میں[۲]

فائزؔ کی غزل دراصل ولؔی کی پیروی ہی نہیں بلکہ ایک نیاز مند کا نذرانۂ عقیدت ہے۔ مضامین اور الفاظ کے انتخاب واستعمال میں بھی اہتمام رکھا گیا ہے۔ ولؔی کی پیروی میں ایک اور غزل کی مثال پیش نگاہ رکھیے تو یقین وثبات میں میرے ہم خیال ہوں گے۔ ولؔی نے ردیف ن کی غزل میں سات اشعار قلم بند کیے ہیں۔

ولؔی کا مطلع ہے:

خوب رو خوب کام کرتے ہیں　　یک نگہ میں غلام کرتے ہیں

فائزؔ نے اس زمین میں دس اشعار رقم کیے ہیں:

جب سجیلے خرام کرتے ہیں　　ہر طرف قتل عام کرتے ہیں[۳]

خرام، کام، غلام، رام، سلام قافیہ سے قطع نظر خوباں، خوب روزلف، عاشق، دیکھ صبح وشام وغیرہ الفاظ بھی فائزؔ نے بہت بے تکلفی سے مستعار لیے ہیں۔ ان اشارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولی کے اشعار عوام وخواص کے مزاج میں ڈھل گئے تھے، جن کی ترجمانی فن میں نمایاں نظر آتی ہے۔ ولؔی کے کلام کے مخطوطے کثرت سے مختلف ذخیروں میں موجود ہیں۔ اردو کے کسی قدیم شاعر کا کلام اس کثرت سے نقل نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس احتیاط سے محفوظ کیا گیا۔ ولی کی مقبولیت کی ایک حیرت خیز مثال ہے[۴]۔ ولؔی کی جمالیاتی حسن آفرینی اور پیکر تراشی میں بھی کوئی مقابل نہیں ہے فارسی شاعری سے بھی موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ شاکر ناجؔی کا یہ طنز ایک بڑی حقیقت کا انکشاف ہے کہ فارسی پڑھ کر سرکاری نوکری کے ذریعہ روٹی حاصل کی جاسکتی ہے۔ زندگی کی سرخوشی نہیں:

میں کیے تسخیر ناجی ریختے میں سیم تن　　گرچہ زر حاصل کریں ہیں یار پڑھ کر فارسی

آبروؔ وحاتمؔ اور فائزؔ کے بعد شاکر ناجؔی (م1747ء) قابل ذکر بڑے شاعر ہیں جو شمالی ہند کی اردو

---

۱ انتخاب کلام فائز، مرتبہ محمد حسن، دہلی، ۱۹۹۱ء، ص:۲۳
۲ انتخاب کلام فائز، مرتبہ محمد حسن، دہلی، ۱۹۹۱ء، ص:۳۳
۳ انتخاب کلام فائز، مرتبہ محمد حسن، دہلی، ۱۹۹۱ء، ص:۵۶
۴ متن شناسی، عبدالحق، نئی دہلی، ۲۰۱۶ء، ص:۱۷

شاعری کے دورِ اول میں ممتاز مقام کے حامل اور دہلی کے باشندے ہیں۔ ان کی پیدائش 1105ھ میں ہوئی۔ ان کا دیوان پہلی بار دہلی سے شائع ہوا ہے۔ دہلوی شاعری کے دورِ اول کے شعرا میں ان کا احترام کے ساتھ ذکر ہوتا ہے۔ وہ اگرچہ ہجو و ہزل کے لیے معروف ہوئے، مگر کلام کا بڑا حصہ سنجیدہ شاعری کا بیش بہا سرمایہ ہے۔ وہ بھی ولؔی کے موثرات سے محفوظ نہ رہ سکے۔ کلام میں جگہ جگہ عکس و اعتراف ملتا ہے:

ناجؔی کے حرف حرف میں عرفاں ہے جلوہ گر　　　استاد بیت بیت مصور ولؔی کی ہے[۱]

ناجؔی کا یہ شعر تو زبان زد خاص و عام ہوا اور ولؔی کی شعری دل فروزی کا ایک دستور رقم کر گیا:

جو قبرستان میں کوئی شعر ناجؔی کا پڑھے جا کر　　　کفن کو چاک کر کر آفریں کہتا ولؔی نکلے[۲]

کئی غزلیں زمین ولی میں ہیں۔ ان کے علاوہ لفظیات اور موضوعات میں بھی ولؔی کی لطیف خیال آرائیاں موجود ہیں۔ گویا ولی کی حیثیت استناد کی ہی نہیں بلکہ وہ سب کے لیے ناگزیر سخن ساز اور سرچشمۂ تخلیق ہیں۔

اس دور کے ایک اور اہم شاعر عبدالوہاب یکرو ہیں، جو پنجاب کے رہنے والے تھے، مگر دہلی میں مقیم اور آبرو کے شاگرد ہیں:

استاد آبؔرو نے تخلص مرا کیا

ان کے بارے میں تفصیلات نہیں کے برابر ہیں۔ شکر ہے کہ ان کے دیوان کا واحد قلمی نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ جسے ڈاکٹر شمیم احمد نے 1978ء میں مظفر پور سے شائع کیا ہے[۳]۔

استاد آبؔرو کی طرح ولی کی زمین طرح میں کئی غزلیں ان کے دیوان میں موجود ہیں، جن سے استفادے اور فیض کے حصول کا پتہ چلتا ہے۔ مزید تخلیق میں تقلید و تتبع کا واضح ثبوت بھی ملتا ہے۔ ولؔی کے مطبوعہ کلیات کی پہلی غزل ہے۔ بعض مخطوطات میں یہ پہلی غزل نہیں ہے۔ راقم کے وقیع نسخے میں بھی یہ پہلی غزل نہیں ہے ولؔی کا مطلع ہے:

وو صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ　　　آتشِ عشق پڑی عقل کے سامان میں آ

یکرؔو کا مطلع ہے:

گل کو شرمندہ کرا ے شوخ گلستان میں آ　　　لب سیں غنچے کا جگر خوں کر و مسکیان میں آ

ولؔی کی غزل کا ذکر ہو چکا ہے۔ آبرو نے پیروی کی۔ ان کے شاگرد یکرؔو بھی استاد کے ہم دوش ہیں:

عشق ہے عشق پاکبازی کا　　　گوکہ ہو عالمِ مجازی کا

ولؔی کی مشہور غزل ہے:

---

۱ دیوان شاکر ناجی، مرتبہ فضل الحق، دہلی، ۱۹۶۸، ص ۲۷۲　　۲ دیوان شاکر ناجی، مرتبہ فضل الحق، دہلی، ۱۹۶۸، ص ۲۸۰

۳ دیوان یکرو، مرتبہ شمیم احمد، مظفر پور، ۱۹۷۸ء

تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا   جادو ہیں ترے نین غزالاں سوں کہوں گا

یکرو کا مطلع ملاحظہ ہو:

تجھ قد کی ادا سروِ گلستاں سوں کہوں گا   جادوئے نین نرگس بستاں سوں کہوں گا[1]

شعری تلازموں کی ایسی خوبصورت یکسانیت اور آہنگ کا یہ حسنِ ارتباط ولی کی شعریات ہی نہیں بلکہ تخلیقی روایت کا یہ تسلسل ادبی استحکام کا سبب بن جاتا ہے۔ ڈاکٹر شمیم احمد نے سترہ مطلعے اور شعر کی مثالیں دی ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس سے کہیں زیادہ اشعار اور غزلیں ہیں جن میں ولی کے موثرات ریزۂ گہر بن کر فن میں روشن ہوئے ہیں:

دل لیے جاتے ہیں اے ولی میرا   سرو قد جب خرام کرتے ہیں

یکرو کا استفادہ بھلا لگتا ہے:

خوش قداں جب خرام کرتے ہیں   فتنہ برپا تمام کرتے ہیں

استفادے یا فیض رسانی کا یہ شعوری عمل عام ہے۔ جسے توارد یا سرقہ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ولی جیسے مستند اور معتبر سخنوری کی پیروی میں شعر کہنا فخریہ اسلوبِ اظہار کا پیمانہ بن چکا تھا۔

اس عہد کے ایک اور فنکار کا کلام منظرِ عام پر آ چکا ہے۔ واحد قلمی نسخے کی مدد سے ڈاکٹر شمیم نے دیوانِ سجاد[2] کو پٹنہ سے 1975ء میں شائع کیا ہے۔ میر محمد سجاد اکبرآباد کے باشندے ہیں۔ اقامت دہلی میں تھی۔ یہ شاہ حاتم سے تقریباً 15 سال چھوٹے ہیں۔ ان کی پیدائش غالباً 1126ھ میں ہوئی۔ یہ بھی آبرو کے شاگرد ہیں۔ تذکروں میں کوائف زندگی کی تفصیل نہیں ملتی۔ ان کے کلام میں ولی کے شعری پرتو حسن کی وافر مثالیں موجود ہیں، ولی کی غزل ہے:

کتاب الحسن کا یہ مکھ صفا تیرا صفا دستا   ترے ابرو کے دو مصرع سوں اس کا ابتدا دستا

سجاد کی غزل کا مطلع ہے:

کھلے بندوں نشے کے بیچ آتا ہے چلا ہنستا   گلابی ہاتھ میں دارو پئے سرشار وارستا

ولی کی مشہور غزل کا یکرو کے ذیل میں ذکر ہو چکا ہے۔ سجاد کا مطلع دیکھئے:

آشفتہ دلی زلفِ پریشاں سے کہوں گا   جا درد کے تئیں درد کے درماں سے کہوں گا

اس شعر پر ولی کا حسین شعر یاد آتا ہے:

بس کہ مجھ حال سوں ہمسر ہے پریشانی میں   درد کہتی ہے مرا زلف تری کان میں آ

---

[1] دیوان زادہ، مرتبہ عبدالحق، نئی دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۴۰۰   [2] دیوان سجاد، مرتبہ شمیم احمد، پٹنہ، ۱۹۷۵ء

ولؔی کی ردیف 'م' کی غزل ہے:

جیوں گل شگفتہ رو ہیں سخن کے چمن میں ہم جیوں شمع سر بلند ہیں ہر انجمن میں ہم

سجاؔد کی غزل کا مطلع ہے:

ہوتے نہیں جو شمع تری انجمن میں ہم جلتے ہیں سوچ سوچ کے اپنے ہی من میں ہم

دونوں غزلوں میں ردیف وقافیہ کے علاوہ مضامین میں قدرے تبدیلی موجود ہے۔ لفظیات کا ذخیرہ بھی بہت حد تک یکساں ہے۔ جیسے شمع، انجمن، سخن جلتے ہیں، سجن، نین، کفن، من وغیرہ۔ ایک معمولی فرق کو بھی روا رکھا گیا ہے۔ جیسے خوباں کی جگہ یار، برہ کی جگہ انتظار، بلبلاں کی جگہ پروانہ وغیرہ۔ سجاد کا مصرعہ ثانی ملاحظہ ہو:

لگتے ہیں جا کے یار کے منہ سے سخن میں ہم

ولؔی کا مصرع اولیٰ ہے:

خوباں جگت کے جیو سو ملتے ہیں ہم سیتی

اس طرح کی سیکڑوں مشابہتیں مختلف فنکاروں کے درمیان موجود ہیں۔ ولؔی کے کلام کی یہ سایہ نشینی ان سے ارادت اور عقیدت کے جہانِ نو کے نمود کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ ولؔی سے چشم پوشی ممکن نہ تھی۔ گویا ولی کی شاعری فیشن اور فارمولا سے بھی بلند تر عظمت کی حامل تھی۔

ولؔی کا کلام شمال کے لیے حیرت کدۂ تخلیق ہے۔ کیونکہ ابھی تک نہ کوئی دیوان وجود میں آیا تھا اور نہ ہی ایسا صاف وستھرا جذبہ و احساس کا مجموعہ متعارف تھا۔ شمالی ہند میں بکھرے ہوئے چند اشعار یا اقوال تھے یا بھاکا کے کچھ منظومات، جن تک سب کی رسائی بھی نہ تھی۔ وہ اردو کے لب ولہجہ کے غماز نہ تھے۔ لے دے کے افضل کی بکٹ کہانی تھی جو 1620ء میں تخلیق ہوئی، مگر یہ عام نہ ہوسکی۔ سو سال بعد کا لکھا ہوا مخطوطہ (1720ء) میں دریافت ہوسکا ہے، جو 1965ء میں شائع ہوا۔ خسرو کے چند اردو اشعار اب بھی محض مفروضہ ہی ہیں۔ یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے، اس مفروضہ کو اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو خسرو سے لے کر ولؔی تک تقریباً ساڑھے تین سو سال کے وقفے کا جواز موجود نہیں ہے۔ دکن کے ادب کو نظرانداز کرکے یہ شمالی ہند کی اردو شاعری کے احوال ہیں۔ ایسی خلا میں ولؔی کا دیوان شعری الہام کی حیثیت رکھتا ہے۔ ولؔی کا وجود تخلیق کا ایک اعجاز ہے۔ جو ابر نیساں بن کر زمین شمال پر برسا۔ اس دور کے فنکاروں کو آفریں ہو کہ انہوں نے فارسی کی بالادستی کے برخلاف ایک انقلاب آفریں شعرگوئی کی تحریک شروع کی۔ آبرؔو نے تو فارسی حروف کے استعمال پر بغاوت کا حکم نامہ جاری کیا۔ یہ فارسی کے خلاف اردو کی خودمختاری کا اعلانیہ تھا۔ جس نے عوام کو متوجہ کیا اور فارسی سے دست برداری کا آغاز ہوا۔

اردو کی سرگزشت بھی عجیب ہے۔ اس نے فارسی کے سہارے چلنا سیکھا، مگر فارسی نے یہ موقع نہ دیا کہ وہ جواں اور جولاں ہو سکے۔ فارسی نے سرکاری سرپرستی حاصل کی اور علم وادب کے اظہار پر غالب رہی۔ سرکار کے آئین ولسان کی پیروی عوام کی مجبوری ہوتی ہے۔ اشرافیہ کے ایوان ومحل اردو کے لیے ممنوع تھے۔ کوچہ وبازار کے عوام ہی اس کی سرپرستی کرتے رہے۔ اسی طبقہ نے شمال میں شاعری کو رواج دیا۔ زیر مطالعہ عہد کے تقریباً سبھی شعرا طبقۂ خواص سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ پسماندہ قبیلے کے قلمکار ہیں۔ عہد غالب تک اردو دفتری دستور یا شاہانہ سرپرستی سے محروم رہی۔ غالب واقبال جیسے عظیم شاعر بھی اردو کو منت پذیر شانہ ہی سمجھتے رہے۔ جب کہ اردو نے ہی انہیں عظمت گہری کی آبروبخشی۔ ان فنکاروں کی فارسی تخلیق کو اہل زبان نے سبک ہندی بھی نہیں گردانا۔

لسانی کم مائیگی کی ایسی فضا میں ولّی کا کلام بانگ رحیل اور صور اسرافیل کی طرح جاں بخش ثابت ہوا۔ دنیائے شاعری کو دکن سے دلّی تک ایک ولولۂ تازہ ملا۔ یہ اردو کی نشاۃِ ثانیہ ہے۔

نشاۃ اول کا آغاز دکن کے اہل قلم کر چکے تھے وہ اسے منتہا تک لے جا چکے تھے۔ ناچیز کی نظر میں ولّی دہلی ودکن کی شعری دہلیز کا سب سے درخشاں شاہوار ہے جس نے تخلیقی مہم کو مہمیز کیا ہے۔ راقم نے شمال کے چند اہم اور بزرگ شعرا کے کلام سے چند مثالیں پیش کی ہیں۔ ان کے علاوہ رند، نثار، راسخ، یقین، یک رنگ، فغاں، تاباں، مضمون، ضمیر وغیرہ سب نے ولّی کے اثرات قبول کیے۔ کیونکہ اسالیب اور موضوعات کے اعتبار سے ایسی اعلیٰ اور عظیم شاعری کی کوئی نظیر نگاہوں میں نہ تھی۔ حسن وعشق کے محسوسات اور محبوب کے متعلقات کا یہ والہانہ مرقع فارسی غزل گوئی کا حریف بن کر دہلی میں وارد ہوا جس نے فنکاروں کے دلوں میں تخلیق کی حرارت کو شعلۂ سوزاں بنا دیا۔ آبرّو کا ضخیم دیوان وجود میں آیا۔ شاہ حاتم نے ضخیم دیوان سے دیوان زادہ کا انتخاب کیا۔ ولّی کے تاثرات کا ہی نتیجہ ہے کہ میرّ وسوداّ کے کلام کو اوجِ آسماں کی عظمت حاصل ہوئی۔ ورنہ کئی سوسال تک اردو کو اپنی بے نوری وبے بصیری پر رونا پڑتا۔ ان دونوں عظیم شاعروں کے کلام میں بھی ولی کے آتش کدے کے شرارے شعلہ بن کر بکھرے ہیں۔ موثرات کی نشاندہی کے لیے چند اہم فنکاروں کا کلام پیش کیا گیا ہے۔ درحقیقت پوری شاعری ولی کی مرہونِ نظر ہے۔

میرا موضوع غزلوں تک محدود ہے۔ دوسری اصناف کی نشاندہی کے لیے دوسرے مقالے کی ضرورت ہے۔ صرف حاتم کا حوالہ پیش نظر ہے۔ پیرویٔ ولی صرف غزلوں تک محدود نہیں ہے۔ دوسری اصناف میں بھی ولی نے رہنمائی کی ہے۔ ولی نے اردو میں پہلا شہر نامہ لکھا اور سورت شہر کو موضوع قلم بنایا۔ شاہ حاتم نے مثنوی بزمِ عشرت رقم کی اور شاہ جہاں آباد دہلی کی تعریف میں اٹھارہ اشعار قلم بند کیے۔ ولّی کے ترجیع بند کے جواب میں حاتم نے 1135ھ میں ایک سودس اشعار کی نظم لکھی۔ اس میں دس بند ہیں

اور ہر بند کا آخری شعر ہے:

خبر لے کہ مشتاق دیدار ہوں　　تری یک نگہ کا طلب گار ہوں

جب کہ وؔلی کے یہاں سات بند ہیں اور کل چھپن اشعار ہیں۔ حاتم کی قادرالکلامی قابل رشک ہے۔ حاتم نے صرف ترجیع بند پر تکیہ نہیں کیا۔ مخمسات میں بھی ولی کے چراغ سے اپنے اشعار کو پُرنور کیا ہے۔ کلیاتِ ولی میں پانچ بند کا مخمس ہے، 'یہ برہ کی ناریکوں کر جاوے' جس میں کل پچیس مصرعے ہیں۔ حاتؔم کے مخمس میں اٹھارہ مصرعوں کا متن وؔلی کا ہے۔ باقی مصرعوں میں صرف دو ایک لفظ کی تبدیلی ہے۔ یوں سمجھئے کہ صرف تخلص کا فرق ہے۔ یہ خوش عقیدت مندی ہے، مگر تخلیقی صحت مندی کے یکسر منافی بھی ہے:

آپ کی یاد کر خدا کی قسم

وؔلی کی پیروی میں، یہ فکری وفنی اکتساب کے حوالے ہیں جس میں عقیدت، خراجِ تحسین کے ساتھ ناگزیر سیادت کا احساس بھی شامل ہے۔ یہ وابستگی وؔلی کے شعری نسب نامے کی شناخت بھی ہے۔ اس اتباع کو احساس افتخار کا ایک وسیلہ بھی کہہ سکتے ہیں، جو انسانی نفسیات کا ایک عنصر ہے۔ ہر بشر اپنے رشتہ وپیوند کو بزرگ اور جلیل القدر ہستیوں سے قائم رکھنے کی شعوری کوشش کرتا ہے۔ پدرم سلطان بود کا محاورہ بے سبب نہیں، بلکہ علم الانساب کا معاملہ ہے۔ غالب جیسی انا پسند طبیعت رکھنے والا فنکار بھی اعلان کرتا ہے کہ نظم ونثر میں وہ مولانا ظہوری کے خوشہ چیں ہیں۔ رگِ شعر میں انہی کی روح کارفرما ہے:

بہ نظم ونثر مولانا ظہوری زندہ ام غالب

اقباؔل نے تو اور بڑا ستم کیا کہ اپنے فکر وفن کے تمام معجزات کو مولانا رومی کے کشکول میں ڈال دیا۔ حالانکہ یہ عجز وانکسار علمی دیانتداری کے خلاف ہے۔ حاتؔم کو معاصرین میں قدرت کلام کا ملکہ حاصل ہے۔ ان کا اعتراف کہیں کہیں تقلید پرستی میں تبدیل ہوجاتا ہے، جو تخلیق کے منافی ہے، مگر تخلیقات میں عجزِ بیان کا اظہار گویا فنی معمولات میں شامل ہے۔ ولی نے ابتدائی دور کو ہی متاثر نہیں کیا، بلکہ ان کے فیضان کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ آج کے نئے محسوسات میں وؔلی کا تغزل اور شعری صناعی کا حسن وجمال بے نظیر دل نشینی کے ساتھ آواز دے رہا ہے۔ عرفان وآگہی کے پیکر شاہ حاتؔم کا یہ اقرار واعتراف ہر دور کی نشو ونمائے تخلیق کی حقیقت ہے۔

حاتم بھی اپنے دل کی تسلی کو کم نہیں
گرچہ وؔلی ولی ہے جہاں میں سخن کے بیچ

OO

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

کیتا[۱] ہوں ترے ناؤں کوں میں ورد زباں کا
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا

جس گرو اُپر پاؤں رکھیں[۲] تیرے رسولاں
اُس گرد کوں میں کحل[۳] کروں دیدۂ جاں کا

مجھ صدق طرف عدل سوں اے اہل حیا دیکھ
تجھ علم[۴] کے چہرے پہ نہیں رنگ گماں کا

ہر ذرّۂ عالم میں ہے خورشیدِ حقیقی
یوں بوجھ کے بلبل ہوں ہر اک غنچہ وہاں کا

کیا سہم ہے آفاتِ قیامت سی اُس کوں
کھایا ہے جو کئی تیر تجھ ابرو کی کماں کا

جاری ہوے آنجھو مرے یو سبزۂ خط دیکھ
اے خضر قدم ! سیر کر اس آب رواں کا

کہتا ہوں ولی دل ستی یو مصرعِ رنگین
ہے یاد تری مجھ کو سبب راحت جاں کا

۱؎ قلمی نسخوں میں یہ پہلی غزل ہے۔کلیات میں یہ ۳۸ویں نمبر پر ہے۔اس غزل پر مستزاد کے ٹکڑے لگا کر ولی نے اسے وہاں بھی شامل کیا ہے۔کلیات میں یہ چھٹا مستزاد ہے۔

۲؎ م۔ا۔دھریں ۳؎ م۔ا۔سرما ۴؎ م۔ا۔قلم

۲

دو صنم[۱] جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ — آتشِ عشق پڑی عقل کے سامان میں آ

ناز دیتا نہیں گر رخصتِ گل گشتِ چمن — اے چمن زارِ حیا دل[۲] کے گلستان میں آ

عیش ہے عیش کہ اُس مہ کا خیالِ روشن — شمع روشن کیا مجھ دل کے شبستان[۳] میں آ

یاد آتا ہے مجھے جب وہ گل باغِ وفا[۴] — اشک کرتے ہیں مکاں گوشۂ دامان میں آ

موجِ بے تابیِ دل اشک میں ہوئی جلوہ نما — جب بسی زلفِ صنم طبعِ پریشان میں آ

نالہ وآہ کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سوں — دفترِ درد بسا عشق کے دیوان میں آ

پنجۂ عشق نے بے تاب کیا جب سوں مجھے — چاکِ دل تب سوں بسا چاکِ گریبان میں آ

دیکھ اے اہلِ نظر سبزۂ خط میں لبِ لعل — رنگِ یاقوت چھپا ہے خطِ ریحان میں آ

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد — طالبِ عشق ہوا صورتِ انسان میں آ

شیخ یہاں بات تری پیش نہ جاوے ہرگز — عقل کو چھوڑ کے مت مجلسِ رندان میں آ

دردمنداں کو بجز درد نہیں صیدِ مراد — اے شہِ ملکِ جنوں غم کے بیابان میں آ

حاکمِ وقت ہے تجھ گھر میں رقیبِ بدخو — دیو مختار ہوا ملکِ سلیمان میں آ

چشمۂ آبِ بقا جگ میں کیا ہے حاصل — یوسفِ حسن ترے چاہِ زنخدان میں آ

جگ کے خوباں کا نمک ہو کے نمک پروردہ — چھپ رہا آئے ترے لب کے نمک دان میں آ

بس کہ مجھ حال سوں ہمسر ہے پریشانی میں — درد کہتی ہے مرا، زلف تری کان میں آ

غم سوں تیرے ہے ولی حال ترحم کا محال[۵] — ظلم کوں چھوڑ سجن شیوۂ احسان میں آ

---

[۱] ک۔ میں یہ پہلی غزل ہے۔

[۲] م۔ا۔ جیو

[۳] م۔ا۔م۔۲۔ گلستان

[۴] م۔ا۔م۲۔ میں یہ شعر نہیں ہے۔ [۵] ک۔ ترحم کا محل حال ولی

۳

نازنیں[1] ناز سوں صحن میں آ　　فرشِ گل سب ہوے چمن میں آ
جانِ خوباں کی اب ہوئی مجلس　　ماہ ہوکر توں انجمن میں آ
کھول کر اس وہاں کے غنچے کوں　　طوطی مانند توں بچن میں آ
میں ہوں تیرے فراق سوں اندھا　　مرد مک ہوکے مجھ نین میں آ
آرزو ہے ولی کوں اے گل رو!
یک دو ساعت توں میرے تن میں آ

۴

اے رشکِ ماہ تاب تو دل کے صحن میں آ　　فرصت نہیں ہے دن کوں اگر تو رَین میں آ
اے گل عذارِ غنچہ دہن ٹک چمن میں آ　　گل سر پہ رکھ کے شمع نمن انجمن میں آ
جیوں طفلِ اشک بھاگ نکو مجھ نظر ستی　　اے نورِ چشم نور نمط مجھ نین میں آ
کب لگ اپس کے غنچہ مکھ کوں رکھے گا بند　　اے نو بہارِ باغِ محبت سخن میں آ
تا گل کے رو سوں رنگ اوڑے اوس کی نمن　　اے آفتاب حسن ٹک یک توں[2] چمن میں آ
تجھ عشق سوں کیا ہے ولی دل کوں بیتِ غم[2]　　سرعت ستی اے معنئ بے گانہ! من میں آ

۵

دو نازنیں ادا میں اعجاز ہے سراپا　　خوبی میں گل رخاں سوں ممتاز ہے سراپا
اے شوخ تجھ نین میں دیکھا نگاہ کر کر　　عاشق کے مارنے کا انداز ہے سراپا
کیوں ہوسکیں برابر[3] جگ کے تمام خوباں　　تو حسن ہور ادا میں اعجاز ہے سراپا
گاہے اے عیسوی دم یک بات لطف سوں کر　　جاں بخش مجھ کوں تیری آواز ہے سراپا
مجھ پر ولی ہمیشہ دلدار مہرباں ہے　　ہر چند حسبِ ظاہر طنّاز ہے سراپا

۶

کتاب الحسن کا یہ مکھ تیرا صفا دستا
ترے ابرو کے دو مصرعِ سوں اس کا ابتدا دستا

---

[1] نسخۂ کراچی سوں
[2] م۔ا۔مست
[3] ک۔جگت کے دلبر ترے برابر

ترا مکھ حسن کا دریا وموجاں چینِ پیشانی
اُپر ابرو کی کشتی کے یو تل[۱] جیوں ناخدا دستا
ترے لب ہیں بہ رنگِ حوضِ کوثر محشرِ[۲] خوبی!
یہ خال عنبریں تس پر بلال آسا کھڑا دستا
اشاراتِ انکھیاں سوں گرچہ ہوں بیمار میں لیکن
ترے لب اے مسیحِ وقت قانونِ شفا دستا
ہوا جو گوہرِ دل غرقِ بحرِ حسن ہے نایاب
زبس دریائے حسن دلبراں بے انتہا دستا
بیاں اس کی نزاکت ہور لطافت کا لکھوں تا کے
سراپا محشرِ خوبی منیں ناز و ادا دستا
یوں خط کا حاشیہ گرچہ ولؔی ہے مختصر لیکن
مطوّل کے معانی کا تمامی مدعا دستا

۷

توں آج ہے سینہ شاد دستا مطلب ہے کہ بامراد دستا
تجھ مکھ کے صفحے پہ نقطۂ خال سرمایہ ہر مراد دستا
ہر نسخۂ لذتِ جہاں کا آنکھیاں میں تری سواد دستا
ابرو کے نزک[۳] یہ خالِ موزوں خوش مصرعہ مستزاد دستا
تیری یہ جبینِ با صباحت مجھ جلوۂ با مداد دستا
تجھ نین کی کیا کروں میں تعریف یہ عین ثُلث کا صاد دستا
عالم میں ولؔی سخن یو تیرا مجھ فائدۂ فواد دستا

۸

یو تل تج مکھ کے کعبے میں مجھے اسود حجر دستا
زنخداں میں ترے مجھ چاہِ زمزم کا اثر دستا

---

۱ م-ا-ٹیکا
۲ م-ا-چشمک-مخزن م-۳-مصدر
۳ م-ا-نزدیک

پریشاں سا مری کا دل تری زلفِ طلسمی میں
زمرد رنگ یو تل مجھ کوں سحرِ باختر دستا

مرا دل چاند ہور تیری نگہ اعجاز کی اُنگلی
کہ جس کی یک اشارت میں مجھے شق القمر دستا

نین دیول میں پتلی یو ہے یا کعبہ میں اسود ہے
ہرن کا ہے یو نافہ یا کنول بھیتر بھنور دستا

وَلی شیریں زبانی کی نہیں ہے چاشنی سب کو
حلاوت فہم کو میرا سخن شہد وشکر دستا

۹

طاقِ ابرو ترا حرم دستا
محرم اس کا عرب عجم دستا

خط ترا سرنوشتِ عاشق میں
حرفِ تقدیر کا رقم دستا

خط ترا آئینہ سکندر ہے
ہر دو عالم منیں عدم دستا

لوح محفوظ ہے ترا رخسار
زلف اُس پر مگر قلم دستا

تجھ زنخداں کے چاہِ کنعاں میں
یوسفِ مصر دم بہ دمِ دستا

خط ترا ہے ضرور لشکر حُسن
کا کل اس کے اُپر علم دستا

جانِ من غصہ وغضب تا کے
وَلی مشتاق پر کرم دستا

۱۰

آج کی رین مجھ کوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں غیرِ آب نہ تھا

خونِ دل کوں کیا تھا میں نین نوش
اور شیشے منیں شراب نہ تھا

آج کی رین درد وغم میانے
کوئی مجھ سار کا خراب نہ تھا

مجلسِ شوخ میں مجھے کچھ بھی
حجتِ وصل کوں جواب نہ تھا

ٹک تلطف سوں آ کے مل جاتا ‏ ‏ حق کے نزدیک کچھ عذاب نہ تھا
ماہ اندھکار تھا کہ جیوں میرے ‏ ‏ پاس میرا جو ماہ تاب نہ تھا
آہ پر آہ کھینچتا تھا میں ‏ ‏ آج کی رات کچھ حساب نہ تھا
کیا سبب تھا جو خود نہیں آیا ‏ ‏ کہ اُسے مجھ ستی حجاب نہ تھا
گلۂ شوخ اے ولؔی کرنا ‏ ‏ ہر کسی کوں کوئی تجھے صواب نہ تھا

۱۱

وو باندھا جب گلابی سر پہ پھیٹا ‏ ‏ چمن سیں بلبلاں آ کے جھپٹا
دیا ایسی اداسیں پیچ پر پیچ ‏ ‏ کہ کئی عاشق کے جی اُس میں لپیٹا
ترے مکھ پر تجلی بھوت دستی ‏ ‏ مگر توں حسن کا معدن سمیٹا
ولؔی! مرہم نہیں اُس کا کسی طور ‏ ‏ کہ جن نے عشق کا کھایا جھپیٹا

۱۲

مت آتشِ غفلت سوں مرے دل کوں جلا جا
مشتاق درس کا ہوں ٹک یک درس دکھا جا
بے رحم نہ ہو ، غصہ نہ کر ، بات مری سن
ڈرتا نہیں ،یک بات کی سو بات سنا جا
جلتا ہوں میں مدت ستی اے حسن کے دریا
ٹک مکھ کوں دکھا ، آگ مرے دل کی بجھا جا
خواہش ہے مجھے ورد کے پڑھنے[1] کی ہمیشہ
یک بار کسو طرز سوں ٹک اسم بتا جا
جب اُس کی طرف جاتا ہوں کر قصد تماشا
کہتا ہے مجھے خوفِ رقیباں سوں کہ جا[2] جا

---

[1] م-۲-کرنے م-۳ بڑھنے
[2] م-۲-چلا

میں بوسہ کیا لب سوں پری رو کے طلب جیوں
غصے ستی بولیا کہ چلا جا بے چلا جا

مدت سوں وؔلی جھانج میں ہے بات سوں دل کے
توں بھی اے جگر آہ کی نوبت کوں بجا جا

۱۳

تن پیس سرمہ کر کے بسا تجھ نین میں جا
ہو بوے گل بسا ہوں ترے پیرہن میں جا

ہر تار میں زُلف کے تری سیر جا کروں
باد صبا کا ساتھ لیا ہوں چمن میں جا

آتش نے تجھ جمال کے جلوے کوں دیکھ کر
کیتی ہے زندگی کوں پس کی کفن میں جا

جگ میں جو اعتبار نہ پایا ترے نزیک
ہوکر خجل سرج نے لیا ہے گگن میں جا

رکھا ہے تار تار کیا اس کے شوق میں
ہر دم خیال باندھ کے اس کی نین میں جا

جو دیکھتے رقیب اسی حال کوں تمام
دن رین جلتے رہتے وو دوزخ اگن میں جا

مانند خوں عقیق وؔلی گل کے بہ چلے
شہرت مرے انجھو کی پڑی جب نین میں جا

۱۴

یارو! سلام میرا اس یار سیں کہو جا
مج ہجر کے یو دکھ کوں دلدار سیں کہو جا

جلتا ہوں درس بن اب جاں نہیں ہے تن میں[۱]
یو سب مری مصیبت عیار سیں کہو جا

کیتا ہے مکر تونت آ رحم کر، وگر نہ
واللہ میں مروں گا مکار سیں کہو جا

مجھ دل کی ابتری کوں لِلہ کاڑ نے تم
کا کل سیں اُس کی یارو ہر تار سیں کہو جا

مجروح دل کوں میرے ناز وادا سوں اپنے
کہہ کر علاج کرنا طرار سیں کہو جا

تجھ وصل بن وؔلی کا جاتا ہے جیو بدن سوں
ٹک آ کے دیکھ جانا غم خوار سیں کہو جا

۱۵

مت غصے کے شعلے سوں جلتے[۲] کوں جلاتی جا
ٹک مہر کے پانی سوں توں آگ بجھاتی جا

---

[۱] نسخۂ کراچی کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔ کلیات میں حالت نہیں ہے مجھ میں
[۲] م۔۱۔ مرے دل کوں ۔ م۔۳ مرتے

تجھ چال کی قیمیت سوں نہیں جیو ہے مرا واقف
اے مان بھری چنچل ٹک بھاؤ بتاتی جا

اس رات اندھاری میں مت بھول پڑوں تج سوں
ٹک پاؤں کے جھانجھے کی جھنکار سناتی جا

مجھ دل کے کبوتر کوں پکڑا ہے تری لٹ نے
یہ کام دھرم کا ہے ٹک اس کو چھڑاتی جا

تجھ مکھ کی پرستش میں کٹی[۱] عمر مری ساری
اے بت کی پجن ہاری ٹک اس کوں پجاتی جا

تجھ عشق میں جل جل کر سب تن کوں کیا کا جل
یہ روشنی افزا ہی انکھیاں کو لگاتی جا

تجھ نیہہ میں دل جل جل جوگی کی لیا[۲] صورت
یک بار اسے موہن چھاتی سوں لگاتی جا

تجھ گھر کی طرف سندر آتا ہے ولؔی دایم[۳]
مشتاق درس کا ہے ٹک درس دکھاتی جا

۱۶

دلربا آیا نظر میں آج میری خوش ادا
خوش ادا ایسا نہیں دیکھا ہوں دوجا دلربا

بے وفا گر تجھ کوں بولوں ہے بجا اے نازنین
نازنین عالم منیں ہوتے ہیں اکثر بے وفا

کم نما ہے نوجواں میرا برنگ ماہ نو
ماہ نو ہوتا ہے اکثر اے عزیزاں کم نما

مدعائے عاشقاں ہر آن ہے دیدارِ یار
یار کے دیدار بن دوجا عبث ہے مدعا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے نگاہِ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ میں پایا ہوں ولؔی یہ کیمیا

۱۷

غضب سوں چہرۂ رنگیں بہار ناز وادا
بہار حسن میں ہے لالہ زار ناز وادا

لکھا ہے صفحۂ ایجاد پر مصورِ صنع
قلم سوں موے کمر کے نگارِ ناز وادا

چمن طراز نزاکت کیا ہے صنعت سوں
سہے قداں کا مکاں جوئے بار ناز وادا

سنا ہوں خضر سوں دل کے یہ حرف تازہ وتر
بہار جلوۂ خط ہے بہارِ ناز وادا

ولؔی پڑا ہے نظر جب سوں وو کمان ابرو
ہزار دل سوں ہوا ہوں شکارِ ناز وادا

۱۸

دل کوں لگتی ہے دلربا کی ادا
جی میں بستی ہے خوش ادا کی ادا

۱۔ک۔گئی ۲۔م۔ا۔کیا
۳۔م۔ا۔نس دن

گرچہ سب خوب رو ہیں خوب ولے
قتل کرتی ہے میرزا کی ادا

حرف بے جا بجا ہے گر بولوں
دشمنِ ہوش ہے پیا کی ادا

نقش دیوار کیوں نہ ہوے عاشق
حیرت افزا ہے بے وفا کی ادا

گل ہوے غرقِ آب شبنم میں
دیکھ اُس صاحبِ حیا کی ادا

اشک رنگیں میں غرق ہے نس دن
جن نے دیکھا ہے تجھ حنا کی ادا

اے ولی درد سر کی دارو ہے
مجھ کوں اُس صندلی قبا کی ادا

۱۹

ہوش کھوتی ہے نازنیں کی ادا
سحر ہے سروِ گل جبیں کی ادا

گر ہے مطلوب تجھ کوں نقش مراد
دیکھ اُس کی بھواں کی چیں کی ادا

ہوش میرا نہیں رہا مجھ میں
جب سوں دیکھا ہوں نازنیں کی ادا

موجِ دریا کوں دیکھنے مت جا
دیکھ اُس زلفِ عنبریں کی ادا

اے وؔلی دل کوں آب کرتی ہے
نگہِ چشمِ شرمگیں کی ادا

۱۹

ترے فراق میں دل کوں کیا ہوں بند جدا
کیا ہوں خال اُپر جی کوں جیوں سپند جدا

تجھے شمع کے برابر سو کہہ سکوں کیوں میں
کہ نخل موم جدا سرو سربلند جدا

ترے یوں رُخ کوہور ابروکوں دیکھ کر ظالم[1]
جلیا ہے سور جدا ہور گلیا ہے چند جدا

ترے لباں کی حلاوت کو رکھ نظر بھیتر
شکر گھلی ہے جدی ہو رگھلا ہے قند جدا

ترے جو قد سوں رکھا نے شکر نے دل میں گرہ
تو کھینچ پوست کیا اس کوں بند بند جدا

ترے فراق میں کیا کہوں دوجے رقیباں سوں
ہوا ہے مج سوں مرا دل اے دل پسند جدا

نہ بوجھ دل میں دوجے طالباں برابر مجھ
کہ اہل عیش جدا ہور یو درد مند جدا

۲۱

ترے یو مکھ کی جھلک ہور زُلف کی موج کو دیکھ
تپاں ہے سرُج تو بے تاب ہے سپند جدا

---

[1] ا۔ک اے خام

وؔلی برہ میں ترے حال کی حقیقت دیکھ
ہوا حق میں مرے خوں خوار چیرا
خجل ہو ناصح ورسوا ہے اہلِ پند جدا
بندھیا جب سوں گُلِ آنار چیرا

بجا ہے پیچ کھا وے حالِ عاشق
سجن کے سر اوپر بل دار چیرا
ہمارے دل کوں زخمی کرنے خاطر
بندھیا ہے سر اوپر ٹک دار چیرا

اپس کے بند میں آلودہ کرکر
مجھے غم دے گیا غم دار چیرا
تجھے ہے لٹ پٹی دستار زیبا
نہ بھایا شوخ کھڑکی دار چیرا

عجیب ہے سر و قد پر اے عزیزاں!
ہوا خوبی سوں بر خور دار چیرا

فدا ہے اے وؔلی دیکھن کوں اُس کا
دیکھیا یک بارگی دیدار چیرا

۲۲

ہے فیض سوں جہاں کے دل با فراغ میرا
مرہم سوں نئیں ہوا ہے محتاج داغ میرا

اسباب دنیویؔ[۱] سوں بے غرض ہوں سدا میں
بن تیل اور بتی ہے روشن چراغ میرا

وہ ماہ جلوہ گر ہو دل کوں کیا منور
ہے آج آسماں سوں اوپر دماغ میرا

مجھ دل کے آچمن میں کر یک نظر تماشا
داغاں کے ہے گلاں سوں روشن یو باغ میرا

از بسکہ زندگی میں یوں محو ہوں وؔلی میں
مشکل ہوا اجل کوں کرنا سراغ میرا

۲۳

ہوا ہے سیر کا مشتاق بے تابی سوں من میرا
چمن میں آج آیا ہے مگر گل پیرہن میرا

---

[۱] ک۔سوں دنیا کے

مرے دل کی تجلی کیوں رہے پوشیدہ مجلس میں
ضعیفی سوں ہوا ہے پردۂ فانوس تن میرا

نہیں ہے شوق مجھ کوں باغ کی گل گشت کا ہرگز
ہوا ہے جلوہ گر داغاں سوں سینے کا چمن میرا

ہوا ہوں تجھ جدائی کے دکھوں اے نورِ عین و دل
بہ رنگ مرد مک انکھیاں کا پردہ ہے کفن میرا

لگے پھیکی نظر میں اے ولؔی دوکانِ حلوائی
اگر ہو جلوہ[1] گر بازار میں شریں بچن میرا

۲۴

دیکھا ہے جن نے تیرے رخسار کا تماشا نہیں دیکھتا سُرج کی جھلکار کا تماشا
اے رشکِ باغِ جنت جب سوں جدا ہوا توں دوزخ ہے مجکوں تب سوں گلزار کا تماشا
بے قصد مجھ زباں پر آتا ہے لفظ تمکین دیکھا ہوں جب سوں تیری رفتار کا تماشا
ہندو[2] نے صاف دل سیں ڈالا گلے میں رشتہ دیکھا جو تجھ صنم کے زنار کا تماشا
نرگس نمن رہی نہیں پل مارنے کی طاقت آ دیکھ اُس انکھاں کے بیمار کا تماشا
اس مکھ کا رنگ اُڑ کر قوس قزح کوں پہنچا دیکھا جو تجھ بھواں کی تلوار کا تماشا
سب سوں ولؔی کا مطلب جا پیچ میں پڑیا ہے دیکھا ہے جب سوں تیری دستار کا تماشا

۲۵

موسیٰ اگر جو دیکھے تجھ نورِ کا تماشا اس کوں پہاڑ ہووے پھر طور[3] کا تماشا
اے رنگ باغ جنت تجھ پر نظر کیے سوں رضواں کو ہو وے دوزخ پھر حور کا تماشا
روز سیاہ اس کے جو موسوں جلوہ گر ہے تجھ زلف میں جو دیکھا دیجور کا تماشا
کثرت کے پھول بن میں جاتے نہیں ہیں عارف بس ہے موحدوں کوں منصور کا تماشا
ہے حسن سوں یادگاری وہ جلوہ گر ہے دایم توں چیں میں دیکھ جا کر فغفو کا تماشا

۱؎ م۔ا۔جلوہ کرے
۲؎ کئی نسخوں میں متن اس طرح ہے۔
تسبیح کوں بندگی کی ڈلیا اپس گلے میں
۳؎ م۔ا۔م۲۔۳۱ نور

وہ سر بلند عالم از بس ہے مجھ نظر میں
جیوں آسماں عیاں ہے مجھ دور کا تماشا

تجھ عشق میں ولی کے آنجھو اُبل چلے ہیں
اے بحرِ حسن آ دیکھ اس پور کا تماشا

۲۶

بے تاب آفتاب ہے تجھ مکھ کی تاب کا
پیاسا ہے اس جہاں میں ترے لب کے آب کا

تجھ مکھ کی آب وزلف کی موجاں کوں دیکھنے
سب تن نین ہوا ہے سو جل پر حساب کا

تجھ حسن انتخاب کا لکھتے تھے جب حساب
موہوم یک نقطہ ہے سرج اس حساب کا

ہے مدرسے میں چرخ کے خورشید فیض بخش
جب سوں لیا ہے درس تری مکھ کتاب کا

مجلس ہے گرم چرخ کی تجھ آفتاب سوں
خالی ہے جام سرد اُپر ماہتاب کا

تجھ شوق سوں مدام لبالب ہے جامِ نین
شیشے میں دل کے جوش ہے نت اس شراب کا

مجھ شعر کی روانی سنیا جب سوں اے ولی
نم ناک ہے تدھال ستی دامن سحاب کا

۲۷

روح بخشی ہے کام تجھ لب کا
دم عیسیٰ ہے نام تجھ لب کا

حسن کے خضر نے کیا لبریز
آب حیواں سوں جام تجھ لب کا

منطق وحکمت ومعانی پر
مشتمل ہے کلام تجھ لب کا

جنتِ حسن میں کیا حق نے
حوض کوثر مقام تجھ لب کا

رگِ یاقوت کے قلم سوں لکھیں
خط پر مسّا پیام تجھ لب کا

سبزہ وبرگ ولالہ رکھتے ہیں
شوق دل میں دوام تجھ لب کا

غرقِ شکر ہوے ہیں کام وزباں
جب لیا ہوں میں نام تجھ لب کا

مثلِ یاقوت خط میں ہے شاگرد
ساغر مے مدام تجھ لب کا

ہے ولی کی زباں کوں لذت بخش
ذکر ہر صبح وشام تجھ لب کا

۲۸

مجھ گھٹ میں اے نگھر گھٹ ہے شوق تجھ گھونگھٹ کا
دیکھیں سوں لُٹ گیا دل تیری زُلف کا لٹکا

کردیا تجھ کپٹ کوں پڑتے ہیں اشک ٹپ ٹپ
مکھ بات بولتا ہوں شکوہ تری کپٹ کا

تجھ نین کے دیکھن کا دل تھاٹ کر چلاا[۱] تھا
غمزے کے دیکھ تھٹ کوں نا چار ہوکے تھٹکا

تجھ خط کے بن توجہ کھلنا ہے اس کا مشکل
حلقے میں تجھ زلف کے جو جیو جا کے اَٹکا

ہرگز وؔلی کسی کن شاکی ترا نہ ہوتا
گر تجھ میں اے ہٹیلے ہوتا نہ طور ہٹ کا

۲۹

نہیں شوق اُس کے دل میں کدھیں لالہ زار کا
مشتاق ہے جو پیو کے رُخِ آبدار کا

لگتا ہے مجھ کوں پنجۂ خورشید رعشہ دار
دیکھا ہوں جب سوں دست نگاریں نگار کا

ہر ذرہ اس کی چشم میں لبریز نور ہے
دیکھا ہے جن نے حسنِ تجلّی بہار کا

طاقت نہیں کسی کوں کہ یک حرف سن سکے
احوال گر کہوں میں دل بے قرار کا

آدے وؔلی ہماری طرف تیغِ ناز لے
اُس شوخ کوں خیال اگر ہے شکار کا

۱۔ م۔ا۔ کر کے چلتا م۔۳ ملا

۳۰

جگ منیں دوجا نہیں ہے خوب رو تجھ سار کا
چاند کوں ہے آسماں پر رشک تجھ رخسار کا

جب سوں تیری زلف کوں دیکھا ہے زاہد اے صنم
ترک کر سبحہ[1] کوں ہے مشتاق تجھ زنار کا

دل کو میرے تب ستیں حاصل ہوا ہے پیچ وتاب
جب سوں دیکھا پیچ تیری لٹ پٹی دستار کا

تجھ گلی کی خاکِ رہ جب سوں ہوا ہوں اے پیا
تب سوں تیرا نقش پا تکیہ ہے مجھ بیمار کا

بلبلاں گر یک نظر دیکھیں ترے مکھ کا چمن
پھر نہ دیکھیں زندگی میں مکھ کدھیں گل زار کا

بحرِ بے پایاں نے مجھ انجھواں ستی پایا ہے فیض
ابر نیساں عید ہے مجھ چشمِ گوہر بار کا

ٹک اپس کا مکھ دکھا اے راحت جان وجگر
ہے ولی مدت ستی مشتاق تجھ دیدار کا

۳۱

دیکھناں ہر صبح تجھ رخسار کا
ہے مطالعہ مطلعِ انوار کا

بلبل وپروانہ کرنا دل کے تئیں
کام ہے تجھ چہرۂ گل نار کا

صبح تیرا درس پایا تھا صنم
شوق دل محتاج ہے تکرار کا

ماہ کے سینے اُپر اے شمع رو
داغ ہے تجھ حسن کی جھلکار کا

دل کوں دیتا ہے ہمارے پیچ وتاب
پیچ تیرے طرۂ طرار کا

---

[1] ام-ا- تسبیح

جو سنیا تیرے دہن سوں یک بچن — بھید پایا نسخۂ اسرار کا
چاہتا ہے اس جہاں میں گر بہشت — جا تماشا دیکھ اس رخسار کا
آرسی کے ہاتھ سوں ڈرتا ہے خط — چور کوں ہے خوف چوکیدار کا
سرکشی آتش مزاجی ہے سبب — ناصحوں کوں گرمیٔ بازار کا
اے ولی کیوں سن سکے ناصح کی بات — جو دوانا ہے پری رخسار کا

۳۲

یاد کرنا ہر گھڑی اس یار کا — ہے وظیفہ مجھ دلِ بیمار کا
آرزوے چشمۂ کوثر نہیں — تشنہ لب ہوں شربت دیدار کا
عاقبت کیا ہووے گا ؟ معلوم نئیں — دل ہوا ہے مبتلا دلدار کا
کیا کہے تعریف دل ہے بے نظیر — حرف حرف اس مخزنِ اسرار کا
گر ہوا ہے طالبِ آزادگی — بند مت ہو سبحہ وزنار کا
مسند گل منزل شبنم ہوئی — دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا
اے ولی ہونا سری جن پر نثار — مدعا ہے چشمِ گوہر بار کا

۳۳

گر میری طرف ہووے گزر اس شوخ پسر[1] کا — سب راہ کروں فرش اپس نور نظر کا
مقصود کا تیار کروں حلوۂ بے دود — تجھ لب ستی گر بات لگے تنگ شکر کا
اے نور نظر جب سوں توں آیا ہے نظر میں — پلکاں کو کیا شانہ ترے موے کمر کا
شرمندہ ہو تجھ مکھ کے دِکھے بعد سکندر — بالفرض بناوے اگر آئینہ قمر کا
جوں لالہ بجز آتشِ خاموشِ لب یار — مرہم نہیں عالم میں ولی داغِ جگر کا

۳۴

زخمی ہے جلاد فلک تجھ غمزۂ خوں ریز کا — ہے شور دریا میں سدا تجھ زلفِ عنبر بیز کا

---

[1] م-۲-بشر

تجھ صاحب نیرنگ کی دیکھے اگر تصویر کوں
دل جا پڑے حیرت منیں نقاشِ رنگ آمیز کا
اے عیسوی دم جگ منیں پایا وہ عمر جاوداں
جو جگ منیں بسمل ہوا تیری نگاہِ تیز کا
تب سوں ہوا ہے دل مرا کان نمک اے بانمک
جب سوں سنیا ہوں شور میں تجھ حسن شور انگیز کا
یوں شعر تیسرا اے ولی مشہور ہے آفاق میں
مشہور ہے جیوں کو سخن اس بلبلِ تبریز کا

۳۵

عیاں ہے ہر طرف عالم میں حسنِ بے حجاب اُس کا
بغیر از دیدۂ حیراں نہیں جگ میں نقاب اُس کا
ہوا ہے مجھ پہ شمع بزم یک رنگی سوں یو روشن
کہ ہر ذرے اُپر تاباں ہے دائم آفتاب اُس کا
کرے عشاق کوں جیوں صورتِ دیوار حیرت سوں
اگر پردے سوں واہووے جمالِ بے حجاب اُس کا
سجن نے یک نظر دیکھا نگاہِ مست سوں جس کوں
خراباتِ دوعالم میں سدا ہے وہ خراب اس کا
مرا دل پاک ہے از بس، ولؔی زنگِ کدورت سوں
ہوا جیوں جوہرِ آئینہ مخفی پیچ وتاب اُس کا

۳۶

سناوے مجکوں گر کُئی مہربانی سوں سلام[۱] اس کا
کہاؤں آخر دم لگ بہ جاں ملّت غلام اس کا
اگرچہ حسب ظاہر میں ہے فرقت درمیاں لیکن
تصور دل میں میرے جلوہ گر ہے صبح وشام اس کا
محبت کے مرے دعوے پہ تا ہووے سند مجھ کوں
لکھا ہوں صفحۂ سینہ پہ خونِ دل سوں نام اس کا

۱؎ م-۳ کلام

برنگ لالہ نکلے جام لے کر اس زمیں سے خم
اگر بخشے تکلم سوں مئے جاں بخش جام اس کا
کفر کوں توڑ دل سوں منیں دل میں رکھ نیتِ خالص
ہوا ہے رام بن حسرت سوں جا لچھمن سو رام اس کا
ہوی دیوانگی مجنوں کی یوں میرے جنوں آگے
کہ جیوں ہے حسن لیلیٰ بے تکلف[۱] پاے نام اس کا
کرے آزادگی اپنی گرفتاری اُپر قرباں
جو دیکھے یک قدم پھر ، سرو، گلشن میں خرام اس کا
زباں تیشے کی کر سمجھے زباں دوجے فصیحاں کی
اگر فرہاد دل جاکر سنے شریں کلام اس کا
ولی ،دیکھا جو اس انکھیاں کے ساقی کن دوجام مے
ہوا ہے بے خبر عالم سوں ہور خواہانِ جام اس کا

۳۷

چاروں طرف کھلا ہے گلزار رنگ درس کا
اس سیرِ جاں فزاسوں سینہ کھلیا ہوس کا
تجھ مکھ کے دیکھنے سوں اے آفتاب طلعت
مشتاق دل سوں میرے شعلہ اُٹھا اُمس کا
سب دلبراں پہ حق نے تجھ کو دیا فضیلت
ہر مدرسے کے بھیتر چرچا ہے تجھ درس کا
یہاں بیم کے دریا میں گرداں ہے کشتیِ عقل
اس موج شعلہ زن میں کیا آسرا ہے خس کا
پھر پھر ولی ترے کن آتا ہے جیوں کے سائل
تیری یہاں کی میٹھی زباں کا پایا ہے جب سوں چسکا

۳۸

گزر ہے تجھ طرف ہر بوالہوس کا
ہوا دھاوا مٹھائی پر مگس کا
اپس گھر میں رقیباں کو نہ دے بار
چمن میں کام کیا ہے خار وخس کا

---

۱ م۔ا۔سوں تکلم

نظر تیری سوں ڈرتے ہیں نظر باز   سدا ہے خوف ذروں کو عکس کا
ولؔی کوں ٹک دکھا صورت اپس کی   کھڑا ہے منتظر تیرے درس کا

۳۹

تری زلفاں کا ہرتار سیہ ہے کال عاشق کا
ہوا ہے اس کے جلوے سوں پریشاں حال عاشق کا
نہیں درکارتا بولے بیاں اپنی زباں سیتی
عیاں ہے اشک کے طومار سوں احوال عاشق کا
نہ جاوے ملکِ بے تابی سوں یک لمحہ کدھی باہر
زمیں میں بے قراری کی گڑیا ہے نال عاشق کا
ترا دل اے پری پیکر اگر شہرت کا طالب نئیں
تو اپنا مکھ دکھاکر دور کر جنجال عاشق کا
اگر جاوے پیا کے مکھ طرف بخت آزمائی کوں
کرے پیو کا تغافل اٹھ کے استقبال عاشق کا
پیا کے ابروے کج نے کیا ہے دل کوں سرگرداں
کرو معلوم اس چوگان وگوسوں حال عاشق کا
جہاں جاتا ہوں دھاں آتا ہے سایے کے نمن پیچھے
ترے برہا نے اے ظالم لیا دنبال عاشق کا
نہ ہووے چرخ کی گردش سوں اس کے حال پر گردش
کجا ہے قطب کے مانند اِستقلال عاشق کا
کدھی دامِ محبت سوں خلاصی اس کوں ممکن[۱] نئیں
تری انکھیاں کے ڈورے سوں بندھا ہے جال عاشق کا

---

[۱] ک۔ ہرگز

نہ پوچھو عشق میں جوش وخروشِ دل کی ماہیت
بہ رنگِ ابرِ دریا بار ہے رومال عاشق کا
ولؔی یو مصرعِ رنگیں ہوا ہے درد جان و دل
فدا ہے عشق میں دلبر کے جان ومال عاشق کا

۴۰

مجھ درد پر دوا نہ کرو تم حکیم کا — بن وصل نئیں علاج برہ کے مقیم کا
دیکھا ہوں قد و زلف دوہن پیو کا جب ستی — کیتا ہوں ورد تب سوں الف لام میم کا
جنت میں کب دیے ہیں وہ رضواں کو مرتبہ — جو مرتبہ ہے تیری گلی کے مقیم کا
پیو کے نزیک انجھو کو مری کچھ وقار نئیں — عالم میں گرچہ قدر ہے درّ یتیم کا
کرتا ہے اس کی زلف کی تعریف اے ولؔی — جو ہے مرید سلسلۂ مستقیم کا

۴۱

اس سیدا پر نت اچھو سایا سدا رحمان کا
جن کے لباں کے رشک سوں دل خوں ہوا مرجان کا
اُس گلشن رخسار پر جو کئی کرے گر یک نظر
خطرا نہ لادے دل بھترو و جنت رضوان کا
جن نے نظر زیر و زبر صفحے پہ اس مکھ کے کیا
گویا کہ کیتا ختم ہے سو بار ووقرآن کا
سبزا نہیں آغاز یو دستا ہے جو اس مکھ اُپر
یو حسن کے مصحف اُپر خوش خط اے ریحان کا
ابرو کماناں کھینچ کر پلکاں کے تیر اُس کوں لگا

جاتا ہے کس کے قتل کوں وو شوخ خونیں شان کا
جامہ گلابی بر میں کر ساغر نین صہبا سوں بھر
کرنے دوانا کس کمر[1] رہزن چلیا ایمان کا
درشن بدل اس ماہ کی ہے آرزو زہرہ کوں نت
مجلس میں اس کی آے گر گانے کے تئیں یک تان کا
اے شیخ تیرے حکم میں دو شوخ کیوں کر آئے گا
پھیٹا سجا ہے سر اُپر ان نے جو نافرمان کا
دکھن میں تیرے شعر سن شوقی ہوے تیرے ولی[2]
جس کے لگیا ہے دل کے تئیں خوش شعر تجھ دیوان کا

۴۲

دل کو گر مرتبہ نہو درپن کا — مفت[3] ہے دیکھنا سری جن کا
جامہ زیباں کوں کیوں تجوں کہ مجھے — گھیر رکھتا ہے دور دامن کا
اے زباں کر مدد کہ آج صنم — منتظر ہے بیانِ روشن کا
حکمت عشق بو علی سوں نہ پوچھ — تئیں وہ قانون شناس اِس فن کا
آئینہ تج سے ہو کے ہم زانو — حیرت[4] افزا ہوا ہے گلشن کا
امن میں تجھ نگر سوں ہیں بیدار — خوف نئیں مفلسوں کوں رہزن کا
دل صد پارہ تجھ پلک سوں ہے بند — خرقہ دوزی ہے کام سوزن کا
تجھ نگہ سوں یہ شکل شانِ عسل — دل ہوا گھر ہر تار روزن کا
ٹک ولی کی طرف نگاہ کرو — صبح سوں منتظر ہے درشن کا

۴۳

ہر طرف ہے جگ میں روشن نام شمس الدین کا
چین میں ہے شور جس کے ابروے پر چین کا
مکھ پہ لے رنگِ خجالت ، چھوڑ کر معدن گیا
لعل نے سن کر سخن تیرے لبِ رنگین کا

---

۱ ک۔ مگر نسخۂ کراچی کمر
۲ نسخۂ کراچی تا شوق ہوتے اس کوں ولی
۳ م۔ا۔ مست

ہے ترے ہر موسوں روشن جلوہ گر رنگ وقار
کیا عجب گر تجھ سے لیوے درس نت تمکین کا

دیکھ تجھ پلکاں کوں بولیا عاشق جاں باز یوں
مرغ دل کے صید کو چنگل ہے یو شاہین کا

صورت تسکیں نہیں دِستی مگر اِس حال میں
اے ولی جب پیو نہ پوچھے حال مجھ مسکین کا

۴۴

بدخشاں میں پڑیا ہے شور تیرے لعلِ رنگیں کا
ہوا ہے چین میں شہرہ تری اِس زلف پرچیں کا

عجب نئیں ہے اگر ساقی فلک کا اے کماں ابرو
تری مجلس میں لیا وے جام روشن ماہِ سیمیں کا

لکھیا اے ظالمِ خوں خوار وصیادِ دلِ عاشق
تری مژگاں نے میرے دل اُپر مضمون شاہیں کا

اُٹھے شیریں سرِ تعظیم کوں اس کی ادب سیتی
اگر کئی کو دکن بولے سخن تجھ عزو تمکیں کا

ولی اُس طبع کا گلشن گل معنی سوں ہو روشن
جو کئی دل کوں کرے مسکن مرے اشعار رنگیں کا

۴۵

ہوا ہے دل مرا مشتاق تجھ چشم شرابی کا
خراباتی اُپر آیا ہے شاید دن خرابی کا

کیا مدہوش مجھ دل کوں انیندی نینِ ساقی تو نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

خط شبرنگ رکھتا ہے عداوت حسنِ خوباں سے
کہ جیوں خفاش ہے دشمن شعاعِ آفتابی کا

نہ جاؤں صحنِ گلشن میں کہ خوش آتا نہیں مجکوں
بغیر از ماہ رو ہرگز تماشا ماہتابی کا

نہ بوجھو اب ہوا ہے کم سخن و دلبر رنگیں
لب تصویر پر ہے رنگ دائم لاجوابی کا

پری رخ کوں اٹھانا نیندسوں بر جا نہیں اے زاہد[1]
عجب کچھ لطف رکھتا ہے زمانہ نیم خوابی کا

نہ جانوں کس پری روسوں ہوا ہے جا کے ہم زانو
کہ آئینے نے پایا ہے لقب حیرت مآبی کا

ولؔی سوں بے حسابی بات کرنا بے حسابی ہے
نہیں دو آشنا اے یار ہرگز بے حسابی کا

٤٦

نہیں کئی تا سنے احوال میری دل نگاری کا
کہوں کس کن گریباں چاک کر دکھ بے قراری کا

عجب نہیں اُٹھ کے بے تابی سوں سر مارے کنارے پر
سنے گر ماجرا دریا ہمارے اشکِ جاری کا

ترے غم میں نین سوں جو نکلتا ہے انجھو باہر
دوجا گوہر کہاں ہے جگ میں اس کی آبداری کا

تری دو انتظاری ہے جسے حد ہور نہایت نیں
شکایت کس کنے جا کر کروں اس انتظاری کا

ہوئی ہے آرسی جوگن ترے مکھ کے تصور میں
بھبھوتی مو پہ لیا دم مارتی ہے خاکساری کا

کھڑا ہے راستی کے دم میں یک پگ پر، سوجیوں جوگی
ترے قدموں لگا ہے دھیان سرو جوئباری کا

ولؔی انکھیاں کی کرواوات پتلی کی سیاہی سوں
لکھیاں تیری صفت کوں لے قلم معنی نگاری کا

٤٧

طالب نہیں مہر و مشتری کا
دیوانہ ہوا نہ ہوا جو تجھ پری کا

---

[1] نسخۂ کراچی کلیات۔ عاشق

یو غمزۂ شوخ ساحری میں
استاد ہے سحرِ سامری کا

تجھ تل سوں اے آفتاب طلعت
ممنون ہوں ذرّہ پروری کا

کفارِ فرنگ کوں دیا ہے
تجھ زلف نیں درس کافری کا

تیرا خطِ خضر رنگ اے شوخ
سلطان ہے خشکی وتری کا

توں، سرسوں قدم تلک جھلک ہیں
گویا ہے قصیدہ انوری کا

خورشید ستی ہوا ہے ہم سر
چیرا ،ترے سر اُپر ، زری کا

اے غنچہ نہ کر تو فخر، یو دل
ہے بند قبا پیا کی بکتری کا

پایا ہے جو کوئی دولتِ فقر
مشتاق نہیں سکندری کا

پھیکی لگے اس کوں شانِ دولت
چاکھیا جو مزہ قلندری کا

کہتا ہے ولؔی پکار یو بات
بندہ ہوں پیا کی دلبری کا

۴۸

شغل بہتر ہے عشق بازی کا
کیا حقیقی وکیا مجازی کا

ہر زباں پر ہے مثلِ شانہ مدام
ذکر تجھ زلف کی درازی کا

ہوش کے ہاتھ میں عناں نہ رہی
جب سوں دیکھا سوار تازی کا

تییٔں دکھا کر اپس کے مکھ کی کتاب
علم کھویا ہے دل سوں قاضی کا

آج تیری بھواں نے مسجد میں
ہوش کھویا ہے ہر نمازی کا

گر نہیں رازِ عشق سوں آگاہ
فخر بے جا ہے فخر رازی کا

اے ولؔی سر وقد کوں دیکھوں گا
وقت آیا ہے سرفرازی کا

۴۹

یکا یک مجھ دسا یک شہ جواں اسوار تازی کا
کہ جن نے حق سوں پایا ہے خطاب عاشق نوازی کا

نزک میرے کرم کرکر فصاحت ہور بلاغت سوں
کہا دو سرو قد کوں سخن یو سرفرازی کا
محبت یارِ بے پردا کی سینے میں ہے رات ہور دن
یہی مطلب ہے رات ہور دن نمازی ہور نیازی کا
مجھے بولیا کہ گر عشق حقیقی سوں توں واقف نئیں
تو بہتر ہے کہ جا دامنِ پکڑ عشقِ مجازی کا
سنیا ہوں جب سوں یو نکتہ ولؔی شیریں سخن سیتی
لگیا ہے تب سوں شیوہ جی کوں میرے عشق بازی کا

۵۰

پڑا ہے لعل میں پر تو تجھ لب کی لالی کا
بیاں ہے مہ سوں روشن ترتری صاحب کمالی کا
ترا قد مصرعِ برجستۂ دیوانِ خوبی ہے
تری یو بیتِ ابرو شعر دِستا ہے ہلالی کا
گئی ہے خواب مخمل کی ترے پاؤں کی سرخی سوں
کہ جس کے عکس سوں رنگیں ہوا ہے نقش قالی کا
ترے لب کی حلاوت نے کیا مجھ طبع کو شیریں
ہوا ہے نُقلِ مجلس ذکر مجھ شیریں مقالی کا
ہوا مجھ دل کی جنت میں سو ہر یک آہ جیوں طوبیٰ
لٹک چلنا جو دیکھا بس کہ میں سید معالی کا
نزاکت تجھ کمر کی دل نشیں ہے ، اس سبب ساجن
ہوا ہے شہرہ عالم میں مری نازک خیالی کا
رنگیلے شعر کا کہنا کیا تھا ترک مدت سوں

ترا یو قد ہوا ہے پھر کے باعث فکر عالی کا
تری وہ طبع ہے ہموار اے رشکِ مہِ کنعاں
کہ جس میں مو برابر نئیں اثر بے اعتدالی کا
ولؔی تجھ شعر کوں سنتے ہوے ہیں مست اہلِ دل
اثر ہے شعر میں تیرے شرابِ پرتگالی کا

۵۱

کیا ہوں جب سوں دعویٰ شاہِ خوباں کی غلامی کا
علم برپا ہوا ہے تب سوں میری نیک نامی کا
اُسے دشوار ہے جگ میں نکلنا غم کے پھاندے سوں
جو کئی دیکھا ہے تیرے برمنیں جامہ دو دامی کا
اُٹھا ریحاں اگرچہ خواجہ بستاں سرا لیکن
دیا تجھ خط کوں اے یاقوت لب سرخط غلامی کا
پری رویاں کے کوچہ میں خبرداری سوں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ڈر ہمیشہ ہے حرامی کا
ہوا جوہر شناس تیغ معنی اے ہلال ابرو
کہ جن نے درس پایا ہے تجھ ابرو کی حسامی کا
بسے فرہاد کی مانند کوہِ بیستوں میں جا
اگر قصا سنے خسرو تری شیریں کلامی کا
اگر تجھ حسن کامل کی سنیں تعریف مہ رویاں
تمام آکر کریں اِقرار اپنی ناتمامی کا
اگر تجھ حسنِ عالم گیر کوں دیکھیں سخن فہماں
نہ لاویں پھر زبان اوپر بیاں خوبانِ نامی کا

لگے جیوں نخلِ ماتم سردِ گلشن اُس کی انکھیاں میں
تماشا جن نے دیکھا ہے سجن تجھ خوش خرامی کا
حقیقت سوں تری مدت ستی واقف ہیں اے زاہد
عبث ہم پختہ مغزاں سوں نہ کر اظہار خامی کا
ولیؔ لکھتا ہے تیری مست انکھیاں دیکھ اے ساقی
بیاضِ گردنِ مینا اُپر دیوان جامی کا

۵۲

عبث غافل ہوا ہے گا فکرِ کر پیوکے پانے کا
صفاکر آرسی دل کی سکندر ہو زمانے کا
چراغ دل اگر گل ہے تو کر جیوں گل اہے روشن
کہ یہ تحفہ ہے سالک کوں نزک حق کے لے جانے کا
نہ پاوے دین کی لذت جسے دنیا کی خواہش ہے
قُفل ہے لذتِ دنیا حقیقت کے خزانے کا
نہیں یو آہ ہور زاری جو سینے ہو رانکھان میں ہے
سمجھ بے شک کہ افسوں ہے یہ اُس پیو کے لبھانے کا
موئے کوجیو بخشے آبِ حیواں بے گماں ہے جیوں
نین میں تیونج پانی ہے سوتے دل کوں جگانے کا
برہ کی آگ میں جلنا نہیں ہے فکر مجھ دل کوں
کہ جیوں غم نئیں ہے ابراہیمؑ کو آتش میں جانے کا
ولیؔ تجھ کوں رکھیں گے شیر مرداں اپنی مجلس میں
رہے گر سگ ہوکر دائم نبی کے آستانے کا

۵۳

کیا یک بات میں واقف مجھے رازِ نہانی کا
لکھوں غنچے اُپر حرف اس جس کی نکتہ دانی کا

کتابت بھیجنی ہے شمع بزمِ دل کوں اے کاتب
پر پروانہ اوپر لکھ سخن مجھ جاں فشانی کا

عزیزاں بعد مرنے کے نہ پوچھو تم کہ تنہا ہوں
لکھا ہوں پردۂ دل پر خیال اس یار جانی کا

چھپا کر پردۂ فانوس میں رُخ شمع ہے گریاں
سنیا ہے جب سے آوازہ تری روشن بیانی کا

پرت کی بزم میں تا سرخ روئی مجھ کوں ہو حاصل
نین سوں اپنے دے ساغر شراب ارغوانی کا

بجا ہے گر کرے پرواز رنگ چہرۂ عاشق
ہوا ہے شوق موہن کوں لباسِ زعفرانی کا

ترے مکھ کی صفا ہے حیرت افزا کیوں سکے لکھ کر
قلم ہے جوہر آئینۂ نا صاف مانی کا

رہے دو سو کمر جیوں دیدۂ تصویر حیراں ہو
لکھوں گر خامۂ موسوں بیاں مجھ ناتوانی کا

شراب جلوۂ ساقی سوں مت کر منع اے زاہد
یہی ہے مقتضا عالم میں ہنگامِ جوانی کا

ولیؔ جن نے نہ باندھیا دل کوں اپنے نونہالاں سوں
نہ پایا پھل جہاں میں اُن نے ہرگز زندگانی کا

۵۴

لیا ہے جب سوں موہن نے طریقہ خود نسائی کا
چڑھیا ہے آرسی پر تب سوں رنگ حیرت فزائی کا

اپس کی زلفِ کا فریکش کی جھلکار ٹک دکھلا
کہ زاہد بے خبر دم مارتا ہے پارسائی کا

سُرج کوں گر اجازت ہو تو آوے سیں سوں چل کر
کہ اس کوں شوق ہے تجھ آستاں پر جبہہ سائی کا

مرے دل کی حقیقت یوں ہوئی ہے شہرۂ عالم
کہ جیوں مشہور[۱] ہے مذکور تیری دل ربائی کا

کرے تا تجھ شکر لب سے طلب اک بوسۂ شیریں
مرے دل نے لیا ہے اس سبب[۲] شیوہ گدائی کا

---

۱ ک۔ مذکور ہے
۲ م۔۱ بنا

جو کئی تیری سیہ چشماں کوں سمجھا بے مروت کر
بھروسا کیونکے ہووے اس کوں تیری آشنائی کا
سجن کی انجمن میں ہوئے تب ہر یک طبع روشن
ولؔی چرچا اُچھے مجلس میں جب طبع آزمائی کا

۵۵

تجھ لب کی صفت لعلِ بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں ترے نین غزالاں سوں کہوں گا
دی بادشہی حق نے تجھے حسنِ نگر کی
یو کشورِ ایراں میں سلیماں سوں کہوں گا
تعریف ترے قد کی الف وار سری جن
جا سروِ گلستاں کوں خوش الحاں سوں کہوں گا
مجھ پر نہ کرو ظلم تم اے لیلیٰ خوباں
مجنوں ہوں ترے غم کوں بیاباں سوں کہوں گا
دیکھا ہوں تجھے خواب میں اے مایۂ خوبی
اس خواب کو جا یوسفِ کنعاں سوں کہوں گا
جلتا ہوں شب و روز ترے غم میں اے ساجن
یہ سوز ترا مشعلِ سوزاں کہوں گا
یک نقطہ ترے صفحۂ رخ پر نہیں بے جا
اس مکھ کو ترے صفحۂ قرآں سوں کہوں گا
قربان پری مکھ پہ ہوئی چوب سی جل کر
یہ بات عجائب مہِ تاباں سوں کہوں گا
بے صبر نہ ہو اے ولؔی اس درد سوں ہرگز
چلتا ہوں ترا درد میں درماں سوں کہوں گا

۵۶

جس وقت اے سری جن تو بے حجاب ہوے گا
ہر ذرّہ تجھ جھلک سوں جیوں آفتاب ہوے گا
مت جا چمن میں لالن بلبل پہ مت ستم کر
گرمی سوں تجھ نگہ کی گُل گل گلاب ہوے گا
مت آئینے کوں دکھلا اپنا جمال روشن
تجھ مکھ کا آب دیکھے آئینہ آب ہوے گا

نکلا ہے وہ ستم گر تیغِ ادا کوں لے کر
سینے پر عاشقاں کے اب فتح یاب ہوے گا
رکھتا ہے کیوں جفا کوں مجھ پر روا اے ظالم
محشر میں تجھ سوں میرا آخر حساب ہوے گا
مجکوں ہوا ہے معلوم اے مست جام خوبی
تیری انکھاں کے دیکھے عالم خراب ہوے گا
ہاتف نے یوں دیا ہے مجکوں ولؔی بشارت
اُس کی گلی میں جا تو مقصد شتاب ہوے گا

۵۷

اس قد سوں جس چمن میں وہ نونہال ہوگا
کیا سرو کیا صنوبر ہر یک نہال ہوگا
آوے گا گر سخن میں وہ مایۂ لطافت
شرمندہ اُس کے آگے آبِ زلال ہوگا
عالم میں جو ہوا ہے طالب تری بھواں کا
اس کے نگینِ دل پر نقشِ ہلال ہوگا
ہے اس کے حق میں ہر شب مانند روز محشر
جس کوں فراق جاناں سینے کا سال ہوگا
معنی کے جو چمن میں ہے بلبل معانی
تجھ گل بدن کے دیکھے رنگیں خیال ہوگا
جیوں شمع گل پڑیں گے شرمندگی سوں گُل رو
جس انجمن میں حاضر گوبند لال ہوگا

البتہ وصف تیرا لاوے گا ہر سخن میں
جو شعر میں ولؔی سا صاحب کمال ہوگا

۵۸

تجھ[۱] غمزۂ خوں ریز سوں لڑ کون سکے گا
تجھ ناز ستم گر سوں جھگڑ کون سکے گا

تجھ حسن کے بازار میں دیوانۂ دل کوں
بن زلف کی زنجیر جکڑ کون سکے گا

پھرتی میں سیہ مست ہو شمشیر نظر لے
بن نیند اس انکھیاں کو پکڑ کون سکے گا

ہیں خضر کے چشمے سوں ترے لب یو لبالب
بن سبزۂ خط اس کو انپڑ کون سکے گا

تجھ زلف کا بستار لکھا آج ولؔی نے
اس سحر کے طومار کوں پڑ کون سکے گا

۵۹

تجھ نین[۲] کے شہ سوار سوں لڑ کون سکے گا
بن نیند اس انکھیاں کوں پکڑ کون سکے گا

خوش آبِ حیاتی ستی ہے یو لبالب
سبزے بغیر اس لب کوں انپڑ کون سکے گا

تجھ زلف کے تاراں میں ہے بستار سحر کا
اس سحر کے طو مار کوں پڑ کون سکے گا

بدمست دو پستان ترے سینے پہ ہیں قائم
اُن باج بھی اس صدر پہ چڑ کون سکے گا

دریاے برہ غم میں مجھے ہے یونس دن
اس بحر میں دل باج سو پڑ کون سکے گا

مانندِ ولؔی تجھ سوں جو پایا شرفِ وصل
اُس باج اپس دل سوں بچھڑ کون سکے گا

۶۰

لاگی[۳] ہے لگن تم سیں چھڑا کون سکے گا
اب مجھ کوں وطن اپنے لے جا کون سکے گا

مارا[۴] ہے ظلم سوں تری انکھیاں نے مجھے آج
اس جگ میں مری داد دلا کون سکے گا

ہر نقش کٹا ہے یو ترے جامہ کے اوپر
دامن کوں ترے ہاتھ لگا کون سکے گا

رہتے[۵] ہیں اپس جا کے تمہاری تو گلی میں
اب مجھ کوں جنازے میں اوٹھا کون سکے گا

مت مار ولؔی کوں کہتا ہوں مہر کیا کر
یو ناز ترا جگ میں اوٹھا کون سکے گا

۱۔ م۲۔ میں یہ غزل ہے۔
۲۔ م۲۔ میں یہ غزل ہے دونوں غزلوں کے اشعار میں کہیں کہیں تکرار اور تبدیلی بھی ہے۔
۳۔ یہ غزل ذاتی مخطوطہ۔م۲۔ میں ہے۔کلیات میں مستزاد کے طور پر ہے۔
۴۔ ذاتی مخطوطہ۲ میں یہ شعر زائد ہے۔
۵۔ کلیات میں مصرع حسب ذیل ہے۔ ہوں خاک تمہاری ہی گلی کا اے سریجن

۶۱

سرو قد پہ وار کر ڈالا ہے یو شمشاد تیرا متوالا
چہرۂ سرخ خال مشکیں سوں نقل اٹھائے ہیں دیکھ سب لالا
کیوں تاشے چلیا چمن کے توں سرو قد تجھ انگے ہے کیا بالا
ہنسلی تجھ گل میں دیکھ کہتے ہیں چاند سیں مکھ کا ہے گا یو ہالا
نین مرگوں کی گھانس پکڑے مکھ دیکھ تیری انکھیاں کا دنبالا
طرّۂ زر لباسِ سبز پہ دیکھ سرو اُپر آگ کا ہے پرکالا
جب سوں آیا میں عشق کی رہ میں باغِ فردوس دل ستیں جالا
جب چلیا وو کمر میں خنجر رکھ عاشقاں کا خدا ہے رکھوالا
قہر سوں جب چلیا وو غصے میں صفِ عشاق سب دیے تالا
سر عشاق سب اکھٹے کر بات میں لے چلا ہے مند مالا
سحر جادو میں تجھ نین سا نہیں سب پھرا دیکھ شہرِ بنگالا
توں رقیباں سوں زینہار نہ مل بے توقف کر اُن کاموں کالا
ہنس کے تجھ خط کو دیکھ بولے ولی چاند سے منھ کا ہے گا یو ہالا

۶۲

جب سوں دیکھا ہوں مست مت والا ہوش تب سوں ہوا ہے متوالا
کیوں ہوا ہے تو ہم سوں نافرماں داغ دیتا ہے تجھ بنا لالا
جب سوں درد زباں ہے نامِ موہن اشک غلطاں ہیں ہاتھ میں مالا
تیر مژگاں سوں دل مشکب ہے جب سوں لا گا نگاہ کا بھالا
جلوہ گر جب سوں سرو قد ہے ترا سیر کرتا ہوں عالمِ بالا
بال پن سوں لگا ہے نیہ ترا کیوں تو دیتا ہے اب مجھے بالا
سوز یارو گداز ہے ہمدم مونسِ جاں ہے آہ ہور نالا

کال ہے بعد وصل مہجوری
روز ہجراں کا ہووے منھ کالا

کا مرد دیس ہے ترا کوچا
نئیں غلط ہے یو شہرِ بنگالا

اینٹھتا ہے رقیب ہم سوں ولؔی
موت میں پنچ کھاے سروالا

٦٣

زرد رو ہے جو کیا ہے فکر تسخیر طلا
مت ہوا ہے وحشی صفت زنہار نخچیر طلا

کیوں کرے آلودہ زر جگ منیں صیدِ مراد
ہے علَم اوپر معطّل صورت شیر طلا

گر غرض ہے تجھ کوں صافی باز رکھ دنیا سوں دل
جز سیاہی نئیں ہے اے نادان تاثیر طلا

نئیں ہے حاصل غیر گردش جگ میں اس کوں رات دن
جیوں سرج لاگے ہیں جس کے دل منیں تیر طلا

دیکھ کر تجھ مکھ کے پرتو کوں اے رشک آفتاب
موج سوں پانی نے ڈالا پگ میں زنجیر طلا

جو سنا تجھ حسن سوں دعویٰ کیے ہیں اختراں
گرم ہو نکلا سُرَج لے ہات شمشیر طلا

شمع تیری بزم میں جس وقت ہووے جلوہ گر
ماہ نو لادے اپس کوں کرکے گل گیر طلا

بوالہوس رکھتے ہیں دائم فکر رنگِ عاشقاں
جوں مہوس کے سدا دل میں ہے تدبیرِ طلا

زندگی زریں لباساں کی گئی بازی منیں
دیکھ جگ کے گنجفے میں صورتِ میر طلا

آہ سوں عاشق کی عارف بوجھتے ہیں حالِ دل
جیوں کے سمجھے صوت سوں طرف تقریر طلا

یوں زمین عشق میں ہے، دام عاشق، نامِ یار
نامِ شہ جیوں ہوتا ہے نس دن گلوگیر طلا

شکل تجھ بت کی جو مجھ دل میں ہوئی ہے[1] منقش
ہے سمندر کی نمط آتش میں تصویر طلا

اے ولؔی یو شعر ہے لبریز معنی سربسر
ہے بجا اطراف اس کے کرے تحریر طلا

٦٤

پی کے ہوتے نہ کر توں مہ کی ثنا
معتبر نئیں ہے حسنِ دور نما

باعثِ نشہ دو بالا ہے
حسن صورت کے ساتھ حسنِ ادا

اے گل باغِ حسن مکھ سوں ترے
جلوہ پیرا ہے رنگ وبوے حیا

ماہ نو تجھ بھواں پہ کرکے نظر
سوے مغرب چلیا ہے رو بقفا

---

[1] نسخۂ کراچی بہتر ہے۔ک۔ منقش ہوئی ہے۔

سرخ رویاں منیں سرآمد ہے — تجھ قدم کے اثر سوں رنگِ حنا
نئیں ہے گل پی کے مکھ سا عالم میں — قائل اس بات کی ہے بادِ صبا
اے ولی مجھ سخن کوں وو بوجھے — جس کوں حق نے دیا ہے فکرِ رسا

۶۵

تیرے شکر لب کوں اب مثل عسل بولنا — بلکہ عسل ہے یو اصل اس کوں نقل بولنا
تجھ قد وقامت آگے سرو ہوا سرنگوں — تجھ سے رواں سرو اگے سرو کوں مثل بولنا
مکھ کے صدف میں تری دُر ہو مبارک بچن — درِّ سمندر اُسے سیکھ عقل بولنا
بات کی مجلس منیں میر سخن تو نچھ ہے — جگ میں مسیحا تجھے جیب سنبل بولنا
مور ضعیف ہے ولی خاک قدم ٹھارا سے — بلکہ ضعیفی منیں اُس نبَل بولنا
جاناں جفا کرے تو کہو کس سیں بولنا — نا دوستی دھرے تو کہو کس سیں بولنا
پیتا ہو مل شراب رقیبوں سیں رات دن — گر محتسب ڈرے تو کہو کس سیں بولنا
یک دو گھڑی جو ہم سیں ملے تو عجب نہیں — سب عمر یوں بسر کیے تو کہو کس سیں بولنا

سُن کیا کہا ہو بن میں ولی کو ملکوں نے کوک
انصاف سیں پھرے تو کہو کس سیں بولنا

۶۶

تجھ حسنِ عالم تاب کا جو عاشقِ شیدا ہوا — ہر خوبرو کے حسن کے جلوے سوں بے پردا ہوا
دیکھا ہے تیری زلف کے حلقے کو جن نے یک نظر — تجھ خال کے نقطے نمن دو بے سرو بے پا ہوا
جس وقت سوں تجھ قد کے تئیں لائے ہیں شاعر فکر میں[۱] — اس وقت سوں عالم منیں نرخِ سخن بالا ہوا
ہیں صلح کل کے گوہراں میرے سخن سوں جلوہ گر — از بس کہ وسعت مشربی سوں دل مرا دریا ہوا
پایا ہے جگ میں اے ولی دو لیلیٰ مقصود کوں — جو عشق کے بازار میں مجنوں نمن رسوا ہوا

---

[۱] ک۔کر۔م۔ا۔سے

۶۷

تجھ برہ کی آتش منیں دل جل کر انگارا ہوا
اس کے اُپر جلنے کوں جیو جیوں عنبر سارا ہوا
تجھ مکھ کے مصحف کے بھتر آیت جو دیکھی قہر کی
ہیبت سوں جیوں زیر و زبر دل ٹوٹ سیپارا ہوا
فرہاد کے تیشے سوں مجھ ادھکا ہوا ہے غم تیرا
ہر آہ دل کوں چیرنے سینے بھتر آرا ہوا
گلشن منیں اس خلق کے دو مکھ ہے تیرا رشک گل
شبنم عرق کا جب اُڑا افلاک کا تارا ہوا
مجھ نین کے یعقوب کی نظارہ بازی پیر تھی
یوسف کے دیکھے سوں جواں پھر آج نظارا ہوا
مارا ہے جس کوں اے صنم وو رات دن تجھ پاس ہے
دامن کوں بلکا گرد ہو تجھ راہ کا مارا ہوا
غافل نہ رہ اے سنگ دل ہرگز ولؔی کے حال سوں
جس آہ کی آتش کوں سن خارا کا دل پارا ہوا

۶۸

تجھ مکھ کا یو تل دیکھ لالے کا دل کالا ہوا
تجھ در خط سوں طوق جیوں مہتاب کوں ہالا ہوا
مستی منیں محشر تلک کونین کوں بسرا ہے وو
جو تجھ نین کے جام سوں مدہ پی کے متوالا ہوا
گل زار کی مبحث منیں تھی راستی کی گفت گو
شمشاد پر تجھ سرو کا اکثر سخن بالا ہوا

کاجل نین کا دیکھ کر بولے ہیں یوں جادو گراں
عشاق کی تسخیر کوں یو سحر بنگالا ہوا
غمزاں کی فوجاں باندھ کر آئے ہیں راوت نین کے
ہر مو پلک کا ہاتھ میں ان کے سوجوں بھالا ہوا
جلتا ہے دوزخ رات دن تیرے جلے کے رشک سوں
مشتاق تیرے درس کا جنت سوں نروالا ہوا
سٹ نین کی شمشیر کی اوجھڑ ولؔی کے دل اُپر
تیرے شکارستان میں یو نخچیر ہے پالا ہوا

۶۹

رخ ترا اے پری نہ خواب ہوا — یو جدائی مجھے عذاب ہوا
ہجر تیری کی آگ پر دل جل — آہ کے بیچ میں کباب ہوا
عشق کی بزم میں بجا نے مجھ — سب رگاں تارتن رباب ہوا
مکھ ترا جعفری نمن مست رکھ — رُخ ترا گر گل گلاب ہوا
خون دل کھینچنے کو ہر یک نین — اے دلا شیشۂ شراب ہوا
عشق پیچاں نے حال میرا دیکھ — تاب نالا کے پیچ وتاب ہوا
تیرے دیوان حسن میں جاناں — بیت ابرو کا انتخاب ہوا
قول اپنے سے مست پھرا ے ساجن — گر پھرا تو اسے عتاب ہوا
عشق کے درس کے بھتر فرہاد — بحث تیری سوں لاجواب ہوا
اب ولؔی سوں نہ ہو توں رو گرداں — تیرے کارن جو وو خراب ہوا

۷۰

جب صنم کوں خیالِ باغ ہوا — طالبِ نشۂ فراغ ہوا
فوج عشاق دیکھ ہر جانب — نازنیں صاحبِ دماغ ہوا

رشک سوں تجھ لباں کی سرخی پر — جگرِ لالہ داغ داغ ہوا
دل عشاق کیوں نہ ہووے روشن — جب خیالِ صنم چراغ ہوا
اے ولی گل بدن کوں باغ میں دیکھ — دل صد چاک باغ باغ ہوا

۷۱

جلوہ گر جب سوں وو جمال ہوا — نورِ خورشید پائمال ہوا
فیض تشبیہ قد دلبر سوں — سرو گلشن منیں نہال ہوا
نشۂ سبزئ خطِ خوباں — والئ عالمِ خیال ہوا
یاد کر تجھ بھواں کی بیت بلند — ماہ نو صاحبِ کمال ہوا
دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی — ہوشِ عالم رمِ غزال ہوا
حسن اس دلربا کا مدت سوں — عکس آئینہ خیال ہوا
وصف میں تجھ بھواں کے ہر مصرع — ثانئ مصرعِ ہلال ہوا
جن نے دیکھی ہیں تجھ نین کی تیغ — پھر کے جینا اسے محال ہوا
عزل مجنوں کے بعد مجھ کوں ولی — صوبۂ عاشقی بحال ہوا

۷۲

جب تجھ عرق کے وصف میں جاری قلم ہوا — عالم میں اس کا ناؤں جواہر رقم ہوا
نقطے پہ تیرے خال کے باندھا ہے جن نے دل — وو دائرہ میں عشق کے ثابت قدم ہوا
تجھ فطرتِ بلند کی خوبی کوں لکھ قلم — مشہور جگ کے بیچ عطارد رقم ہوا
طاقت نہیں کہ حشر میں ہووے دو داد خواہ — جس بے گنہ پہ تیری نگہ سوں ستم ہوا
بے منت شراب ہوں سرشار انبساط — تجھ نین کا خیال مجھے جامِ جم ہوا
جن نے بیان لکھا ہے مرے رنگ زرد کا — اس کوں خطاب جگ منے زرّیں رقم ہوا
شہرت ہوئی ہے جب سے ترے شعر کی ولی — مشتاق تجھ سخن کا عرب تا عجم ہوا

۷۳

تصویر تیری دیکھ کر سارا جگت حیراں ہوا
تجھ زلف کے کوچے منیں دل جاکے سرگرداں ہوا
ابرو کی کشتی مت چھپا اس وقت اے دریاے حسن
تجھ نین کی گردش ستی عالم منیں طوفاں ہوا
نئیں خال تیرے مکھ اُپر یہ دل ہے اس کا اے صنم
تیرے زلف کوں دیکھ کر جو دشمنِ ایماں ہوا
سنبل پڑیا ہے دام میں تجھ زلف کے اے گل بدن
تجھ خط کی خوبی دیکھ کر فرمان میں نافرماں ہوا
وہ عاشقی کے کیش میں ثابت ہے دائم اے ولؔی
تجھ سے کماں ابرو اُپر جو جیوسوں قرباں ہوا

۷۴

معشوق تیرے نام پر میں جیو جاں سیں قربانی ہوا
تجھ عشق میں دل میں مرے سب نور نورانی ہوا
تجھ عشق کے دریا منیں پڑ کر ہوا دائم لقب
شیدا ہو کر تیرے پچھیں مشہور عرفانی ہوا
جیو جان سب تن من مرا تجھ نام پر سیں ہو فدا
دنیا کے چاروں رکن میں مجنوں نمن ثانی ہوا
مجھ نین سیں بہتے انجھو جیسے کہ بہتاں ندّیاں
تیرا مجھے یہ درد و غم تختِ سلیمانی ہوا
دائم ولؔی تجھ یاد میں یہ عمر کرتا صرف توں
تیرا یہ غم اور سب الم مجھ مرگ کا بانی ہوا

۷۵

عشق سوں تیرے صنم جیو پہ طوفاں ہوا مسکن اشک نین ساحل داماں ہوا

اے گل باغِ ادا[۱]، سرو ترے قد انگے — دل پہ ہزار اڑہ کر صورتِ سوہاں ہوا
درد سوں آیا مری شام پہ روزِ سیہ — صبح کا مجھ حال سوں چاک گریباں ہوا
گنج میں تجھ عشق کے جن نے کیا ہے مقام — اس کوں ٹوٹا بوریا تختِ سلیماں ہوا
بس کہ اے نورِ نین تجھ میں ہے انسانیت — عشق سوں تیرے صنم صورت انساں ہوا
جب سوں ترے مکھ کی یاد کرتا ہوں اے گلبدن — تب سوں ہر اک زخم دل باب گلستاں ہوا
تری انکھیاں کے آگے کیوں کے ہر اک آسکے — تند نگہ چوب دار ہر مژہ درباں ہوا
جگ کے دل اے برہمن کانپتے ہیں مثل بید — جب سوں یہ ہند وے خال دشمن ایماں ہوا
تب سوں ولی کی زبان تیز ہے تجھ وصف میں — تجھ مژۂ شوخ کا جب سوں زباں داں ہوا

۷۶

وو مرا مقصودِ جان وتن ہوا — جس کا مجھ کوں رات دن سمرن ہوا
مثل مینائے شرابِ بزم حسن — حوضِ دل تجھ عکس سوں روشن ہوا
نور کا ہے گنج تیرا یو جمال — دل مرا صافی میں جیوں درپن ہوا
بس کہ یاد حسن سیرت بخش ہے — حسن کے گوہر کا توں معدن ہوا
جو ولی ہے مرجع ہر جزو وکل — وو مرا مقصودِ جانِ وتن ہوا

۷۷

ہر انجھو غم میں اے رنگیں ادا گل گوں ہوا — غیرتِ گل زارِ جنت دامن پر خوں ہوا
ہے پسند طبع عالی مصرعِ سروِ بلند — جب سوں گلشن میں ترا قد دیکھ کر موزوں ہوا
رات دن انجھواں میں اپنے شاستر کرتا ہے تر — اے برہمن دیکھ تجھ کوں بید خواں مجنوں ہوا
گر نہیں ہے خنجر بے داد خوباں کا شہید — دامن صد چاکِ گل کس واسطے پُر خوں ہوا
ہر غزل میں وصف لکھتا ہے ترے بے اختیار — تجھ نگاہ با اداسوں جب ولی ممنوں ہوا

۱؎ م-ا-وفا

۷۸

تجھ لب مٹھے کوں دیکھ پھیکا انگبیں ہوا
چینِ جبیں کوں دیکھ خجل نقشِ چیں ہوا

مجھ دل کے دائرے میں سویدا نہ بوجھ توں
تجھ خال کا خیال مجھے دل نشیں ہوا

مسجود آفتاب ہوا ہے شرف سوں آج
وو نقش پاک زینت روے زمیں ہوا

تو جھاں رہتا ہے واہاں تجھے دیکھتا ہوں میں
تجھ مکھ کے دیکھنے کوں یوں دل دوربیں ہوا

تجھ زلف کا خیال کہ وہ رشک مشک ہے
عنبر سوں موج بحر میں جا ہم نشیں ہوا

پی کی گلی نگاہ کرو ہے عجب مکاں
اس اشراف المکان میں یو دل جا کمیں ہوا

ہے آج مجکوں جگ میں وؔلی دستِ گاہِ جم
اس خیال دل منیں نقش نگیں ہوا

۷۹

تخت جس بے خانماں کا دشتِ ویرانی ہوا
سر اُپر اس کے بگولا تاج سلطانی ہوا

کیوں نہ صافی اس کوں حاصل ہووے مثل آرسی
اپنے جوہر کی حیا سوں سربسر پانی ہوا

زندگی ہے جس کوں دائم عالم باقی منیں
جلوہ گر کب اس انگے یو عالمِ فانی ہوا

بےکسی کے حال میں یک آن میں تنہا نہیں
غم ترا سینے میں میرے ہمدمِ جانی ہوا

اے وؔلی غیرت سوں سورج کیوں جلے نئیں رات دن
جگ منیں وہ ماہ رشکِ ماہ کنعانی ہوا

۸۰

پھر میری خبر لینے وو صیاد نہ آیا
شاید کہ مرا حال اسے یاد نہ آیا

مدت ستی مشتاق ہیں عشاقِ جفا کے
بے داد کہ وو ظالم بے داد نہ آیا

جاری کیا ہوں جوے رواں اشک رواں سوں
افسوس کہ وو غیرت شمشاد نہ آیا

جس غم منیں موزوں کیا ہوں آہ کا مصرع
وو مصرع دل چسپ پری زاد نہ آیا

پہنچی ہے ہر اک گوش میں فریاد وؔلی کی
لیکن وو صنم سننے کوں فریاد نہ آیا

٨١

افسوس اے عزیزاں وو سیم بر نہ آیا
مجھ درد کی خبر سن وو بے خبر نہ آیا

بیمار پر برہ کے نہیں کئی کہ مہربان ہوے
مجھ دکھ کے پوچھنے کو جز درد سر نہ آیا

مدت تلک جنگل میں دیوانہ ہو پھرا ہوں
آخر کو وو پری رو میری نظر نہ آیا

آزاؔد سوں سنیا ہوں یہ مصرعِ مناسب
جس سوں وہ یار ملتا ایسا ہنر نہ آیا

کیوں عاشقاں کی صف میں پاویں وو سرخ روئی
جن کی انکھیاں کے اوپر خونِ جگر نہ آیا

میں غم سوں گل سراپا جیوں مو ہوا ہوں لیکن
مجھ ناتواں کی جانب وو مو کمر نہ آیا

عشاق متفق ہو کہتے ہیں جان و دل سوں
ہرگز زمیں اوپر تج سا بشر نہ آیا

کچھ نقد جاں کا کھونا تخصیص نئیں ولؔی کوں
نہیں کُئی کہ تجھ گلی میں دل کوں بسر نہ آیا

٨٢

بیداد ہے بیداد کہ وو یار نہ آیا
فریاد ہے فریاد کہ غم خوار نہ آیا

صد حیف ہے صد حیف کہ یک ناز و ادا سوں
ایک بار مرے بر میں وہ دل دار نہ آیا

میں جیو کوں رکھا عشق کے بازار میں لیکن
ہیہات مرے جیو کا خریدار نہ آیا

اغماض کیا چلتا رہا مج کوں نہ پوچھا
کیا اوس کوں مرے حال پہ کچھ پیار نہ آیا

کیا ہے سبب اس وقت ولی جیو کوں لینے
لے ہات خنجر قاتلِ خوں خوار نہ آیا

٨٣

صد حیف کہ وو یار مرے پاس نہ آیا
میرا سخنِ راست اُسے راس نہ آیا

بیگانی لگی بات یگانے کی عجب ہے
آخر کوں اسے غیر سوں وسواس نہ آیا

بلبل کی نمط نالہ وزاری میں ہوں نس دن
افسوس وو گل دستۂ خوش باس نہ آیا

اس یار وفادار سوں مجھ آس تھی لیکن
ہرگز وو بجھانے کوں مری پیاس نہ آیا

میں انبہ غط تن کو گلایا ہوں اپس کے
وو باغِ محبت کا اناس نہ آیا

جس باج مرے سینے یہ ہر آن ہے یک سال　　اُس ماہ بناتن پہ مرے ماس نہ آیا
یو بات وؔلی نین کی کیکی[۱] سوں لکھا ہوں　　دو نورنین حیف مرے پاس نہ آیا

۸۴

چشم دلبر میں خوش ادا پایا　　عالمِ دل کوں مبتلا پایا
سیر صحرا کی توں نہ کر ہرگز　　دل کے صحرا میں گر خدا پایا
جب نہ آیا تھا شکم مادر میں　　ابتدا سوں نہ انتہا پایا
اسم اللہ وو جسم احمدؐ ہے　　حق[۲] ستیں حق کوں حق نما پایا
حفظ کرنے کوں مصطفیؐ رو کوں　　فیہ خیراً وحافظا پایا
بادشاہِ نجف ولی اللہ　　پیر کامل علی رضا پایا
اس معانی کوں بوالہوس ناداں　　کیوں کہ سمجھے وؔلی نے کیا پایا

۸۵

ترے بن مجکوں اے ساجن یہ گھر اور بار کرنا کیا
اگر تونا اچھے مجکوں تو یو سنسار کرنا کیا
منڈی گردن منیں بھا کر اپس کے آپ منصف ہو
پکارا تو سجن پیو پیو کر اتا بیزار کرنا کیا
آگے جب سوں نہ آنے کی تھی منشا من میں تمنا کے
تو مجھ سے دکھ بھرے سوں پھر جھوٹا اقرار کرنا کیا
پتیارا نئیں ترے کہنے کا تو جب[۳] حیران کرنا ہے
جو من میں نہچ ملنے کا تو پھر تکرار کرنا کیا
ترے آنے کی بات اوپر بچھایا ہوں میں آنکھیاں کو
تو بیگی آ، کہ تجھ بن مجکوں یہ گھر بار کرنا کیا

---

۱ نسخۂ کراچی۔ کلیات دل کی سیاہی
۲ نسخۂ آصفیہ آرزو سومیں صد مزا پایا
۳ نسخۂ کراچی۔

تمھیں ملنے سوں گر اپنے سہاگن نا کروگے مجھ
تو جوڑا گجگری کا اور کریلا دھار کرنا کیا
جوگئی جاے پرت کی آگ میں تن من کو یوں اپنے
ولی سنگم بنا ، ایسے کوں پھر آدھار کرنا کیا

۸۶

پرت کی جو کنٹھا پہنے اسے گھر بار کرنا کیا
ہوئی جوگن جو گئی پی کی اسے سنسار کرنا کیا
جو پیوے نیر نیناں کا اسے کیا کام پانی سوں
جو بھوجن دکھ کا کرتے ہیں اسے اُدھار کرنا کیا
سکھی تمنا کوں ارزانی یہ کسوت اور زرینہ سب
ڈھیلے جو جیون سوں بیزار اسے سنگھار کرنا کیا
خجالت کی گرو انجھواں کے پانی سوں گلائی میں
بنانے غم کے گھر مجکوں وو جا معمار کرنا کیا
نہیں کئی دھرم دھاری جو کہے یتیم سوں سمجھاکر
کہ دکھیا کوں بجھو ہی سوں اِتا بیزار کرنا کیا
محل دل کا تری خاطر بنایا ہوں میں دل جاں سوں
جدائی سوں اسے یک بارگی مسمار کرنا کیا
سہلیاں جب تلک مجھ سوں نہ بولیں گی ولی
مجھے تب لگ کسی سوں بات ہور گفتار کرنا کیا

۸۷

حق نے کلیدِ فہم سوں قفلِ سخن جب وا کیا ۔۔۔ تب نقطۂ گفتار نے دل پہ جا بر جا کیا
عالم میں لائق حمد کے ہے وو ازل سیں تا ابد ۔۔۔ دانا کتیں ناداں کیا ناداں کتیں دانا کیا

وو وصف کے گل زار میں بلبل یہ میری طبع کا
پہنچا نہایت کوں ووتب جب سر بجاے پا کیا
نمرود نے مجھ نفس کے ڈالا تھا نار حرص میں
مثل خلیل اللہ مجھے وو جنت الما وا کیا
گر شوق ہے تجھ وصل کا الا کوں لا میں دیکھ توں
ہے عین الا وو وؔلی جس نے خودی کوں لا کیا

۸۸

کفنی پنہا کے مجھ کوں لباسی کیا پیا
یک جیو ایک دل میں وو بھاسی کیا پیا
اس کا فراق یار بھبھوت عشق کا چڑھا
مٹ میں برہ کے مجھ کوں سنیاسی کیا پیا
وے عین، شین، قاف تو مجھ دال لام میں
مجھ پر اپس کے گھر میں اکاسی کیا پیا
اپنی برہ کی تیغ سوں مجھ دل کوں کاٹ کاٹ
مجھ زندگی سوں آہ اداسی کیا پیا
تا حشر دے وؔلی کوں کفن اپنے عشق کا
ہو ہے برہ کی قبر میں باسی کیا پیا

۸۹

اہلِ گلشن پہ ترے قد نے جب امداد کیا
اولاً سرو غلامی ستی آزاد کیا
اس کی تعظیم ہوئی اہلِ چمن پر لازم
بلبلِ باغ نے جب مصحفِ گل یار کیا
روز ایجاد تری چشم سوں اے نورِ نظر
حسن کی فرد پہ دیوانِ ازل صاد کیا
جن نے عشاق کے چہرے کوں دیا رنگ نیاز
معنئ ناز کوں تجھ قد ستی ایجاد کیا
سب سوں ممتاز ہوا سلسلۂ معنی میں
دِل دیوانہ کوں جب عشق نے ارشاد کیا
سینۂ بلبل وقمری کوں کیا مخزنِ درد
جب کہ اس سرو نے سیرِ گل وشمشاد کیا
آج تجھ یاد نے اے دلبر شیریں حرکات
آہ کوں دل کے اپر تیشۂ فرہاد کیا
اے وؔلی جب سوں کیا عشق میں تحصیلِ جنوں
روح مجنون نے اُپس کا مجھے استاد کیا

۹۰

مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے بھواں نے تری جیوں بھنور کیا
تیری نگہ کے تیر کی ہیبت کوں دل میں رکھ
سورج نے تن اپس کا سراسر سپر کیا
تجھ یاد نے اے دلبر شیریں حرکات
جب سوں ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا

تب سوں ہوا ہے محملِ لیلیٰ کی شکل دل   جب سوں ترے خیال نے دل میں گزر کیا
جیوں سرو بے خزاں ہے جہاں میں دو سبز بخت   تیرے قد بلند پہ جن نے نظر کیا
ہر شب تری زُلف سوں مطول کی بحث تھی   تیرے ذہن کوں دیکھ سخن مختصر کیا
حق تجھ عذار دیکھ کے سر جا ہے رنگِ گل   پیدا ترے لباں ستی شہد و شکر کیا
دیکھا ہے یک نگہ میں حقیقت کے ملک کوں   جب بےخودی کی راہ میں دل نے سفر کیا
تیرا یو شعر جگ میں موثر ہے اسے ولیؔ   تو دل منیں ہر ایک کے جا کر اثر کیا

٩١

دل میں جب عشق نے تاثیر کیا   فرد باطل خطِ تدبیر کیا
بند کرنے دل وحشی زدہ کوں   دامِ زہ زلف گرہ گیر کیا
موج رفتار نے تجھ قد کی صنم   سرو آزاد کوں زنجیر کیا
سبز بختوں میں اسے لکھتے ہیں   وصف تجھ خط کے جو تحریر کیا
جز الم اس کوں نہ ہووے حاصل   عشق بے پیر کوں جو پیر کیا
شمع مانند جلی اس کی زبان   جن نے مجھ سوز کی تقریر کیا
گریہ وگردِ ملامت سوں ولیؔ   خانہ عشق کوں تعمیر کیا

٩٢

کشورِ دل کوں ترے ناز نے تسخیر کیا   فوج مجنوں کوں تری زلف نے زنجیر کیا
پیچ سوں نقد دل عاشق بے تاب کوں لے   زلف کوں اپنی پری رو نے گرہ گیر کیا
عاشق زار سمجھ مجھ سوں ہوا ہے بیزار   نقدِ دل دے کے میں دلدار کوں دلگیر کیا
نالۂ شوق نے شعلے کی زباں سوں جیوں برق   درس میں شوخ کے جا عشق کی تقریر کیا
کیوں کہ ذرات جہاں تجھ کوں پرستش نہ کریں   حق نے تجھ حسن کوں خورشید جہاں گیر کیا
گردِ غم، آب نین، درر کے معمار نے لے   خانۂ عشق جگر سوز کوں تعمیر کیا
اے ولیؔ شوخ کی زلفاں کی سیاہی لے کر   قصۂ حال پریشاں کوں میں تحریر کیا

۹۳

خدا نے مکھ پہ ترے باب حسن باز کیا	قدِ بلند کوں تیرے تمام ناز کیا
یو مکھ ترا ہے جیوں مسجد بھواں ہیں جیوں محراب	انکھاں سوں جا کے میں وہاں عشق کی نماز کیا
گھلا ہوں شمع نمط اس لے مکھ کے پرتو سے[1]	کہ جس کے یاد کی آتش نے تن گداز کیا
فدا کیا ہوں یو قامت اُپر دل و جاں سوں	کہ مجھ کوں شور قیامت سوں بے نیاز کیا
کمند شوق میں کھینچا ہے زہرہ رویاں کوں	تری زلف کی حکایت کوں جو دراز کیا
مثال زلف پڑی دل کی فوج پیچ شکست	تری نگاہ نے جب آ کے ترکتاز کیا
خدا دیا ہے مجھے صد ہزار عجز و نیاز	جو سر سوں پانوں تلک تجھ کوں شکل راز کیا
ولؔی اپس کے قدم بوس کے شرف سوں مجھے	ہزار شکر کہ دلبر نے سرفراز کیا
ہزار[2] شکر کہ دلبر نے سرفراز کیا	کہ طالباں میں مجھے سب سوں امتیاز کیا

۹۴

بیت ابرو زبس خیال کیا	اپنے تن کوں میں جیوں ہلال کیا
اس برہمن بچے نے شہر شہر یہ	تیغ ابرو کوں پند مال کیا
ماہیِ دل کا شکار کرنے کوں	کھول زلفاں سجن نے جال کیا
مخمل اوپر نہیں ہے خواب مجھے	جب سوں آغوش کا خیال کیا
غیر دُشنام نئیں سنیا ہے ولؔی	جب سجن پاس عرض حال کیا

۹۵

صحنِ گلشن میں جب خرام کیا	سرو آزاد کوں غلام کیا
حق ترا جگ میں کیوں نہ ہو حافظ	کہ تجھے حافظِ کلام کیا
کاملیت کا تجھ کوں تھا دعوٰی	حق نے دعوٰی ترا تام کیا
وو بھواں ہم سوں کیوں نہ ہوں بانکی	ماہ نو نے جسے سلام کیا
غمزۂ شوخ نے بہ نیم نگاہ	کام عشاق کا تمام کیا
حق نے تجھ قد کوں دیکھ مثل الف	خوش قداں کا تجھے امام کیا
کاف کوئی ہے تجھ کمر کا پیچ	جگ میں اس کو سرِ کلام کیا
تجھ دہن نے کہ میم معنی ہے	دل سیماب میں مقام کیا

---

[1] م۔ا۔نور
[2] مقطع کے بعد ذاتی نسخہ۲ میں یہ شعر درج ہے۔ جو کسی غزل کا مطلع لگتا ہے۔

تا کہے خلق تجکوں ماہ تمام — زلف تیری کوں حق نے لام کیا
گُل رُخاں خوف سوں ہوے یک سو — تجھ نگاہ نے جب اہتمام کیا
نام تیرا ولؔی نے اے گل رو — شوق سوں وردِ صبح وشام کیا

۹۶

تجھ زلف کے مشتاق کوں مشک وعنبر سوں کام کیا
طالب جو تیرے لب کے ہیں اُن کوں شکر سوں کام کیا
بوجھے ضرر کوں جو نفع اور نفع کوں بوجھے ضرر
اُس عاشق ممتاز کوں نفع وضرر سوں کام کیا
جو اِ بھید سوں محرم نہیں ہور طعن عاشق پر رکھے
یو عاشقِ جاں باز کوں اس بے خبر سوں کام کیا
غافل قیامت کے بھتر اپنے کیے کوں پائیں گے
جو کام کیتے یاں درست ان کوں حشر سوں کام کیا
یو شعر سن دل سوں ولؔی خطر وگہر کا گاڑ سٹ
میرا سخن جن کن اچھے اُس کوں گہر سوں کام کیا

۹۷

ہے قد ترا سراپا معنیٔ ناز گویا — پوشیدہ دل میں میرے آتا ہے راز گویا
معنی طرف جلیا ہے صورت سوں یوں مرا دل — سورت ستی چلیا ہے کعبے جہاز گویا
ہر یک نگہ میں تیری ہے نغمۂ محبت — ہر تار تجھ نگہ کا ہوتار ساز گویا
اے قبلہ رو ہمیشہٗ محراب میں بھواں کی — کرتی ہیں تیری پلکاں مل کر نماز گویا
تیری کمر مصور چترا ہے اس اداسوں — کیتا ہے صرف اس میں ناز ونیاز گویا
وو قاتل ستم گر آتا ہے یوں ولؔی پر — جلدی سوں صید اوپر آتا ہے باز گویا

۹۸

خدا نے تم کوں سجن شاہ بے نظیر کیا　　ترے جو خال ہے مکھ پر اُسے وزیر کیا
ہمن سوں دوس رہے بے سبب سو کیا معنی　　کہو ہمن نے ترا کیا گنہ کبیر کیا
کہا ہوں صدق سوں دل کے سجن تو باور کر　　ہوا مرید میں تیرا سو تجکوں پیر کیا
جگت میں ہیں جتے خوباں بسے ترے تابع　　سبھوں نے مل کے اپس کا تجھے امیر کیا
ترے نَیَن کی خماری سوں مست پھرتا تھا　　زُلف کے پیچ میں لے کر مجھے اسیر کیا
ولؔی کوں دیکھ کے یارو! خدا نے دنیا میں
سجن کے حق میں دعا کے لیے فقیر کیا

۹۹

کاں مرا صاحب افتخار گیا　　اس کے جانے سیں سب وقار گیا
یا الٰہی مرے سجن کوں ملاؤ　　کہ جدائی ستی قرار گیا
یاد کرکے لکھا کہوں دل سیتی　　کہ بہت مجکوں انتظار گیا
کیوں کے اپنا یہ غم گنواؤں میں　　جو ہمارا وو غمگسار گیا
صادق العیش کیا کہاؤں گا　　عشق میرے کا روزگار گیا
تجھ بنا زندگی مجھے ہے حرام　　میرے جینے کا اب اَدھار گیا
سٹ ولؔی سیں تو خد نمائی کوں
کہ ستم اس پہ بے شمار گیا

۱۰۰

رنگ خوبی کا گل عذار گیا　　حیف ہے نقدِ اعتبار گیا
مئے وحشت سیں ہے خمار کہاں　　گلشن حُسن کا بہار گیا
ملک ہرگز نہیں رہے آباد　　تخت سیں جس کے شہر یار گیا
جو ہر خط کے ہوے سیں فی الحال　　آئینہ رو تیرا سب وقار گیا
آخرش سرکشی کی ہے یہ سزا　　عشق بازوں کا روز گار گیا
کیا اُڑے مرغ جب ہوا بے پر　　بات سیں اس کے اختیار گیا

کیا طمع ہم کوں اب ہوئی لازم
اے ولی شوق کاروبار گیا

۱۰۱

معنی طرف چلیا ہے صورت سوں یوں مرا دل
سورت ستی چلیا ہے کعبے جہاز گویا

ہر یک نگہ میں تیری ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھ نگہ کا ہے تار ساز گویا

اے قبلہ رو ہمیشۂ محراب میں بھواں کی
کرتی ہیں تیری پلکاں مل کر نماز گویا

تیری کمر مصور چترا ہے اس اداسوں
کیتا ہے صرف اس میں ناز و نیاز گویا

وو قاتل ستم گر آتا ہے یوں ولی پر
جلدی سوں صید اوپر آتا ہے باز گویا

ردیف ب

۱۰۲

ترے جلوے سوں اے ماہِ جہاں تاب
ہوا دل سر بسر دریاے سیماب

ترے مکھ کے سُرج دیکھ جیوں برف
ہوے ہیں عاشقاں سرتا قدم آب

رکھوں جس خواب میں تجھ لب اُپر لب
مجھے شکر سوں شیریں تر ہے وو خواب

تری نیناں وو قاتل ہیں کہ جن پاس
وو ابرو کی ہیں وو تیغِ سیہ تاب

ولی تجھ سوز میں اے آتشیں خو
سراپا ہے بہ رنگ شعلہ بے تاب

۱۰۳

کیوں ہو سکے جہاں میں ترا ہم سر آفتاب
تجھ حسن کی اگن کا ہے یک اخگر آفتاب

دیکھا جو تجھ کوں آپ سوں روشن جگت منیں
شرموں لیا نقاب زریں مکھ پر آفتاب

آیا ہے نقل لینے ترے مکھ کتاب کی
تار خطوط سیتی بنا مسطر آفتاب

گرمی سوں بے قرار ہو نکلیا سینے کوں کھول
تجھ عشق کا پیا ہے مگر ساغر آفتاب

ہندو سرج کوں دو رسوں نت پوجنے سیتی
ہندو زلف نے لی ہے بغل بھیتر آفتاب

جن نے ترے جمال پہ کیتا ہے یک نظر
دیکھا نہیں وو پھر کے نظر بھر کر آفتاب

پوجا کوں تجھ درس کی ہو جوگی فلک اپر
نکلیا ہے پہن جامۂ خاکستر آفتاب

تجھ مکھ کے آفتاب اُپر گر کرے نگاہ ۔۔۔ پنہاں ہو ہر نظر ستی جیوں اختر آفتاب
جگ میں ولی سو کس کوں برابر کہے ترے ۔۔۔ ذرے سوں ہے نزدیک ترے کمتر آفتاب

۱۰۴

ترے مکھ پر اے نازنیں یو نقاب ۔۔۔ جھلکتا ہے جیوں مطلعِ آفتاب
ادا فہم کے دل کی تسخیر کوں ۔۔۔ ترا قد ہے جیوں مصرعِ انتخاب
بجا ہے ترے حسن کی تاب سوں ۔۔۔ تری زلف کھاتی ہے گر پیچ وتاب
نظر کر کے تجھ مکھ کی صافی طرف ۔۔۔ ہوی آرسی شرم سوں غرقِ آب
ترے عکس پڑنے سوں اے گل بدن ۔۔۔ عجب نئیں اگر آب ہووے گلاب
ترے وصل میں اس قدر ہے نشاط ۔۔۔ کہ مخمل کوں آئے ہے راحت سوں خواب
کریں بخت میرے اگر ٹک مدد ۔۔۔ ولی اس سجن سوں ملوں بے حجاب

۱۰۵

جب سوں وو نازنیں کی میں دیکھا ہوں چھب عجب
دل میں مرے خیال ہیں تب سوں عجب عجب
جاتا ہے دن تمام اسی مکھ کی یاد میں
ہوتا ہے فکر زلف میں احوالِ شب عجب
بے تاب ہوکے مثل گدایاں نزیک جا
بے باک ہوکے تب یو کیا میں طلب عجب
دو نین سوں ترے ہے وو بادام کا سوال
من یو سوال دل میں رہا پستہ[1] لب عجب
بولیا مری نگاہ کی قیمت ہے دوجہاں
جس دیکھنے سوں دل میں ترے ہے طرف عجب
اس دولت عظیم کوں یوں مفت مانگنا
لگتی ہے بات مجکوں تری بے ادب عجب

---

[1] م۔ا۔ تشنہ

کیتا میں اس سوال میں دوجا بھی اک سوال
کر بہرہ مند لب سوں کہ تیرے ہیں لب عجب
یک بار اس سوال میں سن یہ دو جا سوال
دل میں رہا اپس کے دو شریں لقب عجب
اوّل تو شوخ آ کے غضب میں غصہ کیا
سرتا قدم وو ناز اٹھا یو غضب عجب
جیو میں اپس کی ہمت عالی پہ رکھ نظر
شیریں[۱] لباں سوں اپنے چکھا یا رطب عجب
اس شعر کی یہ طرح نکالا ہے جب ولؔی
یو اختراع سن کے رہے دل میں سب عجب

۱۰۶

ملیا وو گل بدن جس کوں اسے گلشن سوں کیا مطلب
جو پایا وصلِ یوسف اس کوں پیراہن سوں کیا مطلب
مجھے اسباب خود بینی سوں دائم عکس ہے دل میں
کیا جو ترک زینت کوں اسے درپن سوں کیا مطلب
سخن صاحب سخن کے سن کے ملنے کی ہوس مت کر
جواہر جب ہوے حاصل تو پھر معدن سوں کیا مطلب
عزیزاں باغ میں جلنا نپٹ دشوار ہے مجھ کوں
گلی گل رو کی پایا ہوں مجھے گلشن سوں کیا مطلب
ولؔی جنت منیں رہنا نہیں درکار عاشق[۲] کوں
جو طالب لامکاں کا ہے اسے مسکن سوں کیا مطلب

---

۱ م-۲-آخر
۲ م-۲-ہم

۱۰۷

ہوا تجھ غم سوں جاری شوق کا طومار ہر جانب
ہوا ہے گرم[۱] تیسرے عشق کا بازار ہر جانب
تماشا دیکھ اے لیلیٰ کہ تیرے غم کی گردش میں
بگولے کی نمط پھرتا ہے مجنوں خوار ہر جانب
برہ میں دیکھ کر فریاد پر شیریں کو سنگیں دل
اسی فریاد میں ہو رات دن کہسار ہر جانب
زبانِ حال سوں مجھ کوں کہا نرگس نے سمجھا کر
کہ اُس انکھیاں کے ہر گلشن میں ہیں بیمار ہر جانب
ہوا ہے مت اس کے جام لب سوں باغ میں لالہ
کہ جس کے مکھ کے جلوے سوں کھلا گل زار ہر جانب
تمسک مُہر سوں اس کی رکھا ہوں مہر سوں دل میں کہ جس
کے خال وخط کی جگ میں ہے گفتار ہر جانب
تفحص کرکے دیکھا میں ہر ایک کے مدرسہ بھیتر[۲]
اسی کے حسن کے مطلب کا ہے تکرار[۳] ہر جانب
ہر اک لبریز ہے خم تجھ محبت کے اثر سیتی
ہر اک ساغر تری نیناں سوں ہے سرشار ہر جانب
ولؔی تجھ طبع کے گلشن میں جو کُئی سیر کرتے ہیں
وو تحفہ کر لجاتے ہیں گلِ اشعار ہر جانب

ردیف ت

۱۰۸

آج آیا بزم میں وو یار مست — ہم نگہ ہے مست وہم گفتار مست
بس کہ ہے مستی شراب ناب میں — دیکھا اُس کوں ہیں درو دیوار مست

۱؎ ک۔اگرہم
۲؎ ک۔میں جا
۳؎ م۔۲گفتار

کیوں رہیں گے بوالہوس ثابت قدم　　بات میں آیا ہے لے تلوار مست
ہے بجاگر بزم میں ہے اے صنم　　تجھ صفِ مژگاں سے موسیقار مست
عاشقوں کے دل پہ کیوں کرتے ہو ظلم　　گر نہیں مستی میں زلفِ تار مست
بس کہ کرتا ہے بیاں تجھ چشم کا
ہے ولؔی کا سب منیں گفتار مست

۱۰۹

مدت کے بعد آج کیا جوں ادا سوں بات
کھلنے سوں اس لباں کے ہوا حل مشکلات
دیکھے سوں آج مجھ پہ شباں روز نیک ہے
وو زلف ومکھ کہ جس سوں عبارت ہے دن ورات
میٹی تری یو بات اہے نت نباتِ ریز
گویا رکھیں ہیں لب میں ترے مایۂ نبات
ظلمات سوں نکل کے جہاں میں عیاں اچھے
گر چکھ لیوے لب سوں ترے چشمۂ حیات
تجھ ناز ہور اداسوں مری یو ہے عرض غرض
یا عین التفات ہو یا حکم التفات
تب سوں اٹھا ہے دل سوں مرے غیر کا خیال
تیرا خیال جب سوں ہوا ہے مرے سنگات
اس وقت مجھ کوں عیش وو عالم ملے ولؔی
جس وقت بے حجاب کروں پیو سنگات بات

۱۱۰

سبز چہرے نے ترے اے سبز بخت　　زہر قاتل ہوکیا جیو لخت لخت

مجھ دل مجروح کے حق میں سجن　　مست ہو چوں الماس ہرگز سینہ سخت
حسن کے کشور کا توں ہے بادشاہ　　ہے تجھے ناز وادا کا تاج وتخت
مکھ اپر تیرے ہے ایسا جھل جھلاٹ　　جس کے دیکھے ہوش نے باندھیا ہے رخت
کر ولؔی پر ٹک عنایت کی نظر　　سن مرا یو حرف[1] اے فرخندہ بخت

۱۱۱

سجن ہے بس کہ تیرے حسن عالم گیر کی شہرت
سکندر کوں ہوئی حاصل مثال آرسی حیرت
چلیا دہشت سوں ڈرتا کانپتا مشرق سوں مغرب لک[2]
فلک اوپر سرج جب سوں سنا تجھ حسن کی شہرت
نہ ہووے مرگ کی تلخی سوں ہرگز آشنا جگ میں
تری شیریں زبانی کا ملے عاشق کوں گر شربت
تری انکھیاں کی گردش نے کیا ساغر کو سرگرداں
تری زلفاں کے حلقے نے کیا گرداب کوں چکرت
جگت کے دلربایاں کا ہوا تجھ میں ظہور آکر
زلف ہے کشن رخ بدری ولب مصری سخن امرت
نہ ڈھونڈو شہر میں فرہاد ومجنوں کا ٹھکانا تم
کہ ہے عشاق کا مسکن کبھو صحرا کبھو پربت
ولؔی کوں اے سجن گاہے[3] عطا کر بھیک درسن کی
دیا ہے لطف سوں تجھ کوں خدا نے حسن کی دولت

۱۱۲

میلنے میں ہے تجھ ابروے پیوست کی نشست
جیوں ترِے دل میں ہے نگہ مست کی نشست

---

۱ ک۔ مری بات
۲ ک۔ سوں
۳ م۔ ا بے پروا

تجھ زلف کج کا دل منیں بیٹھا ہے یوں خیال
ماہی کے جیوں گلے منیں سے شست کی نشست
تیرے دونین دل میں مرے فتنہ خیز ہیں
مشکل ہے ایک ٹھار دو بد مست کی نشست
تیری نگہ کے باز سوں ہے مرغ دل کا خال
جیوں تن پہ ناتواں کے زبردست کی نشست
تا سرخ رنگ کوں زرد کرے اس سبب یو غم
دل میں ولؔی کے مس میں ہے جیوں جست کی نشست

۱۱۳

زبانِ حال سوں کہتا ہے یوں شمشاد ہر ساعت
پڑیں گے قید میں اس قد کوں دیکھ آزاد ہر ساعت
بچے گا کب تلک اے طائرِ دل روز وحشت سوں
نگہ کا دام لے آتا ہے وو صیاد ہر ساعت
ہوا ہے جب ستی پروانہ دل اے شمع رو تیرا
نگہ تجھ چشم کی جاتی ہے بہر صاد ہر ساعت
اپس کی چشم مے گوں سوں دکھا کر گردش ساغر
صنم کرتا ہے میرے ہوش کوں برباد ہر ساعت
تیرا خط خوف میں ہے ہاتھ سوں مقراض کے دائم
کہ جیوں رکھتا ہے کودک دہشتِ اُستاد ہر ساعت
نہیں یک عاشق و معشوق اس کے درد[1] سوں خالی
گل و بلبل سوں سنتا ہوں یہی فریاد ہر ساعت
ولؔی مجھ دل میں بستا ہے خیال اس سرو قامت[1] کا
کہ جس کے شوق سوں جنبش میں ہے شمشاد ہر ساعت

---

[1] م-ا-۳ غم

۱۱۴

لب ترے[۱] پر کہ روح کا ہے قوت — کاتبِ ناز نے لکھا ہے سکوت
نشہ بخشی میں مے سوں بہتر ہے — تجھ لباں کی مفرّحِ یاقوت
اس کے دیکھے سوں کیوں رہے طاقت — جس کی باتاں سوں دل ہوا مبہوت
جو موا داغ عشق سوں اس کوں — تختۂ لالہ سوں کرو تابوت
اے ولؔی سبزۂ لبِ دلبر — خوش نمائی میں ہیں خط یاقوت

۱۱۵

کیا اس بات نے مجھ دل کوں مبہوت — کہ کیوں آتا نہیں وو روح کا قوت
بجا ہے گر شہید سرو قد کوں — بنادیں چوب سوں طوبیٰ کے تابوت
روایت خضر سوں پہنچی ہے مجھ کوں — کہ اس کا خط ہے موج آب یاقوت
دسے سو کھے سوں تجھ انکھیاں کی یو دہج — کہ جیوں برچھی پکڑ نکلا ہے رج پوت
ولؔی اس خوش بچن کی بات سن کر — کہ اس کی بات ہے عشاق کا قوت

۱۱۶

گمراہ ہیں تجھ زلف میں کئی اہلِ ہدایت — یہ باٹ ہے ظلمات کی نئیں جس کوں نہایت
غمزے نے کیا ظلم مرے دل پہ سو تس پر — کرتے ہیں ترے نین وو ظالم کی حمایت
عشاق کا ہے خون روا عشق کی رہ میں — تجھ نین کے مفتی سوں[۲] سنیا ہوں یہ روایت
یو مکھ ہے ترا موردِ انوار الٰہی — نازل ہے ترے حسن پہ سب حق کی عنایت
ہر درد پہ کر صبر ولؔی عشق کی رہ میں — عاشق کوں نہ لازم ہے کرے دُکھ کی شکایت

۱۱۷

خوباں کی ہر ادا سوں ہے نازک ادائے بیت — معنی ستی بنا ہے نقاب حیائے بیت
مت شعر پر تو چشم حقارت سوں کر نظر — مانند ابرواں کے انکھاں پر ہے جائے بیت
معنی کی صورت اس منیں ہوتی ہے جلوہ گر — روشن ہوا آرسی سوں رخ باصفائے بیت

---

[۱] م۔ا لب پہ ترے
[۲] م۔ا۔ مرضی

وہ مصرع بلند ہے معنی میں مہرباں — لیا تا ہے چیں بھواں منیں ظاہر برائے بیت
اس کے سوادِ زلف سوں عالم میں اے ولیؔ — کعبہ نمن سیہ ہے سراپا رِدائے بیت

ردیف ٹ

۱۱۸

جب سوں دیکھا ہوں زلف کی میں لٹ — یاد میں اس کی تن کیا سب کھٹ
ہوش اڑ کر گیا ہے میرا دیکھ — پیچ چیرے ترے کی سب لٹ پٹ
جاوے تجھ مکھ انگے سوں رستم ٹل — گرو و غمزے ترے کا دیکھے ٹھٹ
اور نہیں کام مجھ کوں کچھ ساجن ! — عشق تیرے کا نت ہے مجھ کھٹ پٹ
تیرا[۱] غم جب سوں مج کوں یار ہوا — حال دل کا لیا ہے سکھ نے لٹ
ہجر تیرے سوں اے پری پیکر! — اشک پڑتے ہیں چشم سیں پٹ پٹ
خاک مکھ پر لگا کے جوگی ہو — لے کے بیٹھا ہوں تجھ برہ کی مٹ
تجھ بنا اب نہیں مجھے طاقت — کب تلک جیو کروں اپس کا کھٹ
تب سیں مجنوں نمن ہو پھرتا ہوں — جب سوں تجھ مکھ کی مجھ لگی ہے چٹ
اب ولیؔ پر پیار رحم کر توں — کب تلک اس ستی کرے گا ہٹ

۱۱۹

ردیف ث

جگر[۲] منیں غفلت سوں ہوتا ہے عبث — عمر ساری مفت کھوتا ہے عبث
گر وصل یار در کار ہے — غیر سوں ہم راز ہوتا ہے عبث
داغِ عشق اوس آتشیں بے باک کا — دل اوپر انجھواں سوں دھوتا ہے عبث
جو لکھا تقدیر کا مٹتا نہیں — عاقبت دکھ غم میں روتا ہے عبث
اس جہاں کے شور دھرتی میں ولیؔ — زندگی کا بیج بوتا ہے عبث

---

۱ نسخۂ کراچی میں یہ شعر زائد ہے۔
۲ یہ غزل ذاتی نسخہ۲ میں ہے۔

۱۲۰

دل[۱] میرے کوں لے گیا دیتا نہیں ہے الغیاث
درد میرے کوں نہیں کرتا ہے درماں الغیاث

کس لگیں جا کر کہوں فریاد ایسے شوخ کی
ظالم بیداد ہے او آفتِ جاں الغیاث

ظلم کرنا روز و شب مجھ حال پر وو بے حساب
کافر غارت گرے ہے دین و ایماں الغیاث

مہرباں ہو کر نہیں ملتا ہے وو پیارا سجن
سنگ دل ہے شوخ ہے وو کافرستاں الغیاث

ہے ولؔی مشتاق اس کی درس کا بے اختیار
کن کنے جا کر پکارے درد درماں الغیاث

۱۲۱

ملتا نہیں ہے مجھ سوں وو دل دار الغیاث
اس بے وفا کے جور سوں صد بار الغیاث

مجھ دل کا دیکھ حال پریشاں ہو آپ سوں
کرتے ہیں تیری زلف کے ہر تار الغیاث

نئیں دیکھتا ہے باغ میں نرگس کوں اے صنم
تیری انکھیاں کا آج طلب گار الغیاث

تیری نین کوں دیکھ کے گلشن میں گل بدن
نرگس ہوا ہو شوق سوں بیمار الغیاث

بازار میں جہاں کے نہیں کوئی اے ولؔی
تیرے سخن کا آج خریدار الغیاث

۱۲۲

اس صنم کے ہاتھ سوں فریاد یاراں الغیاث
شوخ کے غمزے ستی بیدادِ یاراں الغیاث

گر نہیں فریاد سنتا اس جہاں میں بو علی
چہرہ زرّیں پہ طرّہ داد یاراں الغیاث

ہوش عاشق کیوں رہے تجھ مکھ کے دیکھے اے صنم
داد ہے بیداد ہے فریاد یاراں الغیاث

جب سوں اس شیریں بچن پر ہے لطافت مستقل
تب سوں دل فریاد ہے فریاد یاراں الغیاث

خواب خوش آتی نہیں ہے شب کو تجھ یاد وصال

۱؎ یہ غزل ذاتی مخطوطہ ۱، ۲، ۳ میں ہے۔

جب سوں دیکھا ہوں تصور شاد یاراں الغیاث

مت تغافل کوں تو فرما کار اے نازک بدن
ہے تغافل بد مزاجاں یاد یاراں الغیاث

جیوں ولؔی کے دل منیں ہے یاد اس کی روز وشب
یو کہا فریاد ہے فریاد یاراں الغیاث

۱۲۳

درد کوں میرے دوا نہیں الغیاث
مرض کوں میرے شفا نہیں الغیاث

دین و ایمانم ربودند گل رخاں
دل کے تیئں رہنے کو جا نہیں الغیاث

چار دن کے حسن پر مت کر غرور
حسن کوں دائم بقا نہیں الغیاث

روز وشب آتا ہے میرے سنگ رقیب
بے حیا کوں کچھ حیا نہیں الغیاث

ڈوبتا ہوں غم کے دریا میں پیا
پہنچتی زلفِ دوتا نہیں الغیاث

خوبیاں عالم کی سب ہیں اس منیں
لیکن اس کوں پھر وفا نہیں الغیاث

اس کوں پہنچانے کوں یو غم کی خبر
قاصدِ باد صبا نہیں الغیاث

بس کہ کثرت شد بہ کوے آں صنم
عاشقِ مسکیں کوں جا نہیں الغیاث

گرچہ فن مطربی میں طاق ہیں
لیکن اس کوں کچھ گلا نہیں الغیاث

بوالہوس تقلید عاشق می کند
پہنچی اس کوں سزا نہیں الغیاث

مارنے میں عاشق مسکین کے
اے سجن تجھ کوں نفا نہیں الغیاث

ڈھونڈتا ہوں عارفِ سالک ولؔی
اُس بحر کُئی رہنما نہیں الغیاث

۱۲۴

شوخ ترکش دل رُبا ہے الغیاث
دشمنِ مہر و وفا ہے الغیاث

وہ قیامت قامتِ رشک پری
حق میں ہمنا کے بلا ہے الغیاث

۱۲۴

هر نگاہ یار ، خوش انداز ناز — دل پہ میرے بے خطا ہے الغیاث
عاشقوں کے حق منیں وو شوخ طبع — بے میا ہی پر جفا ہے الغیاث
وو ہلال ابرو بہ رنگ ماہ نو — ان دنوں میں کم نما ہے الغیاث
پس کہ ہے بے مہرو خوں خوار دل — خون دل میرا پیا ہے الغیاث
دام میں زلفِ کمند انداز کے — آ ولیؔ بے دل پھسیا ہے الغیاث

۱۲۵

شوخ میرا بے میا ہے الغیاث — صاحب جورو جفا ہے الغیاث
وو صنو بر قامت گل زار حسن — محشر ناز وادا ہے الغیاث
اس کماں ابرو کا ہر تیرِ نگہ — جیوں خدنگ بے خطا ہے الغیاث
ہوں پیا کے شربت لب بن مریض — جس منیں گل قند سا ہے الغیاث
بلبل باغ وفا ہوں میں ولیؔ — گل سراپا بے وفا ہے الغیاث

۱۲۶

اے بلبل زباں توں نہ کر اختیار بحث — ہے باغ دہر میں گل آتش بہار بحث
توڑیا ہے سنگ خارا سینہ جوہر آپ کا — ناقص ستیں کیا ہے ہو کامل عیار بحث
نئیں عالمِ شہود میں حجت کوں راہ دخل — حیران عشق کوں نہ کرے بے قرار بحث
دیکھا نہیں ہے پھر کے کدھو صورت وقار — بزم جہاں میں جس کوں کیا بے وقار بحث
برجا ہے اس کوں ابنِ شیاطیں کہوں اگر — جگ میں جو کُئی کیا ہے ولیؔ اختیار بحث

۱۲۷

کدھی میری طرف لالن تم آتے نئیں سو کیا باعث
چھبیلا مکھ اپس کا ٹک دکھاتے نئیں سو کیا باعث
جدائی کے پھنسا ہوں دام میں بولو مرے شہ سوں
کہ مجھ اس دکھ کے پھاندے سوں چھڑاتے نئیں سو کیا باعث

کیا سب زندگی کوں[۱] خرچ میں تیری محبت میں
اچھو[۲] باتاں اپس دل کی سناتے نئیں سو کیا باعث

ہوا ہے دل مرا مخمور تیرے غم میں اے[۳] ساقی
اپس کے نین سوں پیالا[۴] پلاتے نئیں سو کیا باعث

ولیؔ اس بات کا افسوس ہے مجھ دل میں[۵] روز وشب
کہ میری بات کوں خاطر میں لاتے نئیں سو کیا باعث

۱۲۸

هوا ہوں سب ستی بالخیر ثالث
نہیں کُئی حرف بے بالخیر ثالث

اگر دل پر نہ راکھے غم تو ہرگز
عجب نہیں سب میں ہے بالخیر ثالث

سلامت گل کوں جب دیکھا ہمیشہ
ظفر بالقلب ہے بالخیر ثالث

علامات دورنگی دور کرنا
ولا بالقلب ہے بالخیر ثالث

خدا نہیں یو روا رکھتا ولیؔ بوجھ
اکیلا ہو رہے بالخیر ثالث

ردیف ج

۱۲۹

ہو جلوہ گر صنم میں بہار عتاب آج
لینا ہے اس کے ناز و ادا کا حساب آج

عالم کو ہوش کیوں کہ رہے گا عجب میں ہوں
چکنا ہے اس کی نین سوں رنگ شراب آج

کیا ناز وکیا غرور ہے اس نوبہار میں
دیتا نہیں سلام کا میرے جواب آج

کیوں مونمن ضعیف نہوں غم سوں اے صنم
تیری کمر نے مجھ کوں دیا پیچ وتاب آج

آگے ترے لباں کے کہ ہیں چشمۂ حیات
لگتا ہے آب خضر مثال سراب آج

اس کی نگاہ مست سوں معلوم یوں ہوا
اکثر کرے گی خانۂ عاشق خراب آج

اعجاز حسن دیکھ کہ وو روے با عرق
پیدا کیا ہے چشمۂ آتش سوں آب آج

کیا بے خبر ہوا ہے معلم صنم کوں دیکھ
مکتب میں اس کے بھول گیا ہے کتاب آج

---

[۱] ک۔ زندگانی کوفدا
[۲] م-۲۔ تلک بات
[۳] ک۔ سوں اے ساجن
[۴] ک۔ پانی
[۵] ک۔ میں دائم

معلوم نئیں کہ ہاتھ میں شمشیر لے صنم
آتا ہے کس کے قتل کوں اپتا شتاب آج

کیوں آرزوے وصل کروں اس سوں اے ولی
دیتا نہیں ہے ناز سوں سیدھا جواب آج

۱۳۰

ہے حسن کے ملک میں سجن تجھ کوں راج آج
خوش دلبری کا تجھ کوں ملا تخت وتاج آج

اس ناز ہور ادا کے تجمل کوں دیکھ کر
سب دلبراں نے آ کے دیا تجکوں باج آج

پروانہ ہو کے کیوں نہ گرے چاند چرخ سوں
فانوس دل میں شوق ترا ہے سراج آج

تجھ زلف کی زنجیر پہ رکھ دانت فیل مست
کس بھید سوں کنگھی کوں دیا آ کے باج آج

مقصود دو جہاں منیں میرا سو تو نچہ ہے
جگ میں نہیں کسی سوں ترے باج کاج آج

لب میں ترے مفرح یاقوت سجن
بیمار دل مرے کوں وہی ہے علاج آج

وو شوخ مجھ کوں آ کے ملا اس سبب ولی
شادی میں اس کی صرف کیا ہوں میں لاج آج

۱۳۱

جولاں گری میں گرم ہے وو شہسوار آج
سینے سوں عاشقاں کے اُٹھے ہے غبار آج

تجھ اسپ برق تاز کی جولاں کوں دیکھ دل
مانند بجلی کے ہوا بے قرار آج

بے شک کرے گا خاطر عشاق باغ باغ
آیا ہے التفات پہ وو نو بہار آج

گلزار زار تجھ جمال کا گلشن میں دیکھ کر
قرباں ہے عندلیب ہزاراں ہزار آج

سینے کے رکھ طبق میں دل چاک چاک کوں
لایا ہوں میں نیاز بجائے انار آج

اے آتشیں بہار ترے مکھ کی تاب دیکھ
پیدا کیا ہوا کوں دل خاکسار آج

ہیں بے شمار دل میں مرے خار خار شوق
چیرے کوں دیکھ سر پہ ترے نوک دار آج

گردش ترے نین کی کہ جوں دور جام ہے
دیکھے سوں اس کے دل کا گیا ہے خمار آج

تیرے نین نے یک نگۂ التفات سوں
عالم کے وحشیاں کو کیا ہے شکار آج

اطرافِ آسمان کے ہجومِ شفق نہیں
تجھ رنگ نے ہوا کوں کیا لالہ زار آج

برجا ہے آسماں سوں تواضع طلب کرے
پایا ہے تجھ کرم سوں ولی اعتبار آج

۱۳۲

دیکھے سوں تجھ لباں کے اُپر رنگ پان آج
چونا ہوے ہیں لالہ رخاں کے پران آج

نکلا ہے بے حجاب ہو بازار کی طرف
ہر بوالہوس کی گرم ہوئی ہے دکان آج

تیرے نین کی تیغ سوں ظاہر ہے رنگ خوں
کس کوں کیا ہے قتل اے بانکے پٹھان آج

اخر کوں رفتہ رفتہ دل خاکسار نے
تیری گلی میں جاکے کیا ہے مکان آج

اعجاز عشق دیکھ کے مجھ ناتواں اپر
اس سخت دل کے دل کوں کیا مہربان آج

کل خط زبان حال سوں آ کر کرے گا عذر
عاشق سوں کیا ہوا جو کیا تو نے مان آج

البتہ گل پیادہ ہو دوڑیں رکاب میں
اس نو بہار حسن کی دیکھیں جو شان آج

تیری بھواں کوں دیکھ کے کہتے ہیں عاشقاں
ہے شاہ جس کے نام چڑھی یو کمان آج

گنگا رواں کیا ہوں اپس کے نین ستی
آہے صنم شتاب ہے روز نہان آج

اے عقل موشگاف تامل سوں کر نظر
آتا ہے کس اداسوں وو نازک میان آج

کیوں دائرے سوں زہرہ جبیں کے نکل سکوں
یک تان میں لیا ہے مرے دل کوں تان آج

میرے سخن کوں گلشن معنی کا بوجھ گل
عاشق ہوے ہیں بلبل رنگیں بیان آج

جودھا جگت کے کیوں نہ ڈریں تجھ سوں اے صنم
ترکش میں تجھ نین کے ہیں ارجن کے بان آج

جاناں کوں بس کہ خوف رقیباں ہے دل منیں
ہوتا ہے جان بوجھ ہمن سوں اَجان آج

تجار حسن پاس ہیں دو لعل بے بہا
اس جنس آبدار کا لینا ہے دان آج

شعلے کوں دل کے سہج ہے جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں آہ سوں میں نروبان آج

کیوں کر رکھوں میں دل کوں ولی اپنے کھینچ کر
نئیں دست اختیار میں میرے عنان آج

ردیف ح

۱۳۳

دستا ہے تجھ جبیں سوں سراسر ظہورِ صبح
تجھ دیکھنے کوں جگ میں ہوا ہے عبورِ صبح

بے تاب آفتاب ہے سب موں جہاں منیں
دیکھا ہے تجھ کوں جب ستی اے رشکِ نورِ صبح

تجھ مکھ کی آرسی میں ہے نور خدا عیاں
روشن ہے تجھ جمال ستی کوہ طورِ صبح

ظاہر ہیں تجھ بہار میں اسباب عیش کے
ہے جلوہ گر تجھی سوں یو دارالسرورِ صبح

تجھ مکھ کا نور جب سوں تماشا کیا ولی
کڑوا لگا[۱] ہے تب سوں جگت میں مرورِ صبح

۱۳۴

برنگ صافیِ دل کیوں نہ ہو صفا سے قدح
کہ دست آئنہ رو ہے مدام جائے قدح

زہے طرب کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز
صنم کے لعل سوں یاقوت بے بہائے قدح

کیا ہے ساقیِ عشرت بہار الفت سوں
حنائے پنجۂ رنگیں نگارِ پائے قدح

اگر اشارت[۲] ابرو کرے وو ماہ تمام
ہلال بزم میں ہو چرخ زن بجائے قدح

خمار حشر سوں کیا غم ہے مے پرستاں کوں
لکھے جو قبر کے تعویذ پر دعائے قدح

سدا ہے اس خم نیلی سوں جوش زن یہ بات
کہ نقد ہوش فلاطون ہے رونمائے قدح

ہوا ہے قلقلِ مینا سوں مجھ اُپر ظاہر
کہ مے پرست کے سینے میں ہے ثنائے قدح

ہوا ہے صبح کے مانند آفتاب ضمیر
عیاں ہے جس کے اُپر جلوۂ ضیائے قدح

ولی کے دل ستی اے شوخ احتراز نہ کر
ہمیشہ انجمنِ گل رُخاں ہے جائے قدح

شراب[۳] شوق سوں تیری ہوا بنائے قدح
تری دو نین دسیں مجھ کوں خوش نمائے قدح

ولی ہے مست قدح زار زار وحدت کا
نہ حاجت اس کوں صراحی نہ التفائے قدح

---

۱ م-۲- کیا

۲ م-۱- اشارہ

۳ محسوس ہوتا ہے کہ یہ دونوں اشعار کسی اور غزل کے ہیں

ردیف خ

۱۳۵

سجن اوّل کے زمانے میں توں نہ تھا گستاخ
اسی دنوں میں ہوا ہے یو کیا بلا گستاخ

چمن میں مکھ کے ترے مثل تاک ہے سرکش
اپس کے مکھ پہ نہ کر زلف کوں اتا گستاخ

ترے یو لب پہ خط سبز کیا ہے بوجھ اسے
شکر اُپر ہے یو طوطیٔ خوش ادا گستاخ

یو رنگ زرد اڑا مجھ ضعیف کوں لے کر
ہوا ہے کا بجانے یو کہر با گستاخ

ولیؔ کے دل میں ہے شوخی سوں تجھ بھواں کی ایتی
تری زُلف پہ ہوئی جس قدر ہوا گستاخ

۱۳۶

مژہ بتاں کی ہیں تجھ غم میں خوابِ مخمل سرخ
لگی ہے ترک کے پٹکے کوں یا مسلسلِ سرخ

سجن کی دیکھ کے میں چشم سرخ خواب آلود
اپس انکھاں کوں کیا خواب گاہِ مخملِ سرخ

کتابِ عشق پہ شنگرف اشک خونی سوں
پلک کی کر کے قلم کھینچتا ہوں جدولِ سرخ

کیا ہے دفع مرے دردِ سرکوں رونے نے
ہوا ہے حق میں مرے خون دیدہ صندلِ سرخ

شفق نہ بوجھ کہ مجھ آہ آتشیں نے ولیؔ
فلک کوں جا کے کیا ہے برنگِ منقل سرخ

ردیف د

۱۳۷

ہمیشہ ہے بہار سرد آزاد
نہ جاوے دوستِ حسنِ خدا داد

ترے رخ سوں کہ دائم بے خزاں ہے
ہوا ہے زیب و در گل زار ایجاد

ہوا مانند مجنوں مو پریشاں
ترا قد دیکھ کر گلشن میں شمشاد

کیا ہوں سہو راہ کوچہ غم
ہوا ہوں بس کہ تیرے لطف سوں شاد

خلاصی کیوں کہ پاوے بلبل دل
نگاہ مہرباں ہے دامِ صیاد

وفا کوں ترک مت کر ہرگز اے دل
محبت ہے وفا بن سست بنیاد

نہیں ہے بے قراری اس کی بے جا
ولیؔ جس دل میں ہے زلف پری زاد

۱۳۸

تجھ گل بدن پہ جگ کے ہوے گل عذار بند
گلشن میں تجھ بہار کے ہے نو بہار بند

گلِ زار میں لٹک کے چلے گر تو یک قدم
مانند آب آئینہ ہو جوئبار بند

ہے تجھ شکار بند کی ہر یک کوں آرزو
خوش وو شکار جس کوں ملے یو شکار بند

مالی نے تجھ جمال کے گلشن کوں دیکھ کر
بیچا لجا کے شہر میں پھولاں کے ہار بند

تیری نین پہ دیکھ میں آہو کوں مبتلا
بوجھا کہ تجھ نگہ میں ہے وحشت شعار بند

تجھ قد کوں دیکھ سرو ہے گلشن میں پا بہ گل
آزاد یہاں ہوا ہے سو بے اختیار بند

امید مجھ کوں یوں ہے ولی کیا عجب اگر
اس ریختے کوں سُن کے ہو معنی نگار بند

۱۳۹

جب سوں ہوا ترا یو قد دل ربا بلند
سنتا ہوں ہر طرف سوں صداے بلا بلند

مت پست فطرتاں سوں مل اے سرو ناز نیں
تجھ قد کا نام جگ میں ہے نام خدا بلند

بیمار گر نہیں یہ تری چشم غمزہ زن
کیوں ہاتھ میں لیے ہیں نگہ کا عصا بلند

تجھ ابرواں کوں دیکھ کے کیتا ہے اے صنم
تجھ حق منیں ہلال نے دست دعا بلند

گل زار زندگی میں بجز وصل سروقد
عشاق کوں نہیں ہے وو جا مدعا بلند

یو آفتاب نئیں کہ عیاں ہے فلک اُپر
حق نے کیا جہاں میں ترا نقش پا بلند

یو بات کوں لکھا ہوں سفینے میں عقل کے
ہے بحرِ دل میں طبع سخن آشنا بلند

تیری بھواں میں ناز کوں رتبہ ہے اس قدر
کشتی میں جیوں ہے مرتبۂ ناخدا بلند

میں عاشقاں کی فوج کا سردار ہوں ولی
مجھ آہ کا ہوا ہے علم تا سما بلند

۱۴۰

اشک جو پڑتے ہیں نت مجھ چشم سے جھر جھر سفید
ہجر کے دوران میں دستے ہیں جیوں اختر سفید

۱۳۸

ہجر سوں تیری سدا انکھیاں جو میری اشک جا
گل میں خوباں کے ہو پڑتے ہیں وہ ہر یک لڑ سفید

آرزو میں وصل کی تیرے ہمیشہ جو رہا
مو مرے سر کے ہوے بگلے کے جیسے پر سفید

آئینہ دیدار سوں آ مجھ نَین کوں نور بخش
یو نین تجھ مکھ بنا رو رو ہوے دلبر سفید

پیچ اپنی چیرۂ اُجلے کوں جو آپڑا دیا
عاشقاں کوں مارنے کھینچا ہے جیوں خنجر سفید

شعر تیرا اے ولؔی سنتا ہو جو کوئی دل ستی
وہ لے جاتا شوق سوں مثل در و گوہر سفید

۱۴۱

ہوا ہے گرم توں جب آفتاب کے مانند
کیا ہے ہوش نے پرواز آب کے مانند

زمیں پہ کیوں نہ گریں اہل بزم جرعۂ نمن
تری نگہ میں ہے مستی شراب کے مانند

نگاہ کرم گرے گر فلک کے گلشن میں
گلِ ستارہ گریں گل گلاب کے مانند

سج کے غم سوں نکلتا ہے نالہ بے تاب
ہر ایک رگ ستی تارِ رباب کے مانند

یہ رنگ برق اگر جلوہ گر ہووے گل رو
غبار سینہ ہو پانی حباب کے مانند

توقع قدم شہسوار دل میں رکھ
ہوا ہوں خالی اپس سوں رکاب کے مانند

لکھا ہوں بس کہ پری رو کی زلف کی تعریف
سیاہ نامہ ہوا ہوں کتاب کے مانند

ترے فراق میں ہر آہ ہے کماں ابرو
گئی ہے چرخ پہ تیر شہاب کے مانند

ترے خیال میں اے بحر حسن دیدۂ تر
ہوے ہیں آب سراپا حباب کے مانند

کیا ہے طرز تغافل کے شوق کے جگ میں
ہر ایک چشم کوں تسخیر خواب کے مانند

نہ کر سوال مرے درد کی حکایت کا — کہ مجھ زباں پہ ہے حاضر جواب کے مانند
نہ بھول گرم نگاہی پہ شوخ چشماں کی — محبت ان کی ہے دھوکا سراب کے مانند
گر آبرو کی ہے خواہش کسی کی نعمت پر — نہ کھول حرص کے دیدے کو قاب کے مانند
نہ ہو تو فکر سوں دنیا کی موئمن باریک — سیاہ دل کوں کرے گا خضاب کے مانند
نگا وگرم سوں اس شعلہ قد نے مجلس میں — کیا برشتہ ولؔی کوں کباب کے مانند

۱۴۲

تیری نین کی سختی ہے دلبری کے مانند — تیری نگاہ موزوں ہے عبہری کے مانند
ظاہر نہیں کسی پر تجھ لعل کی حقیقت — واقف ہوا ہوں اس سوں میں جوہری کے مانند
ہر چند رنگ زردی حاصل ہے عاشقوں کوں — لیکن شگفتہ رو ہیں گل جعفری کے مانند
طاقت نہیں کسی کوں تا اس صنم کوں دیکھے — عالم کی ہے نظر سوں پنہاں پری کے مانند
یہ ریختہ ولؔی کا جاکر اسے سناؤ — رکھتا ہے فکر روشن جو انورؔی کے مانند

۱۴۳

چنچل کوں جاکے بولو آ بیلی کے مانند
اس وقت انکھاں برستی ہیں باولی کے مانند

سوزن سوں تجھ پلک کی اے نورِ جان و دیدہ
ہر استخواں میں روزن ہے بانسلی کے مانند

عالم میں جس کے سر پر گل دستۂ ادب ہے
وو کیوں کہے چمن کوں تیری گلی کے مانند

گر آرزو ہے تجھ کوں مقصد کے گل کا کھِلنا
ٹک بند کر زباں کوں مکھ میں کلی کے مانند

مشتاق تجھ درس کا اسے شمعِ بزمِ خوبی
دیکھا نہیں ہے وو جا ہرگز ولؔی کے مانند

۱۴۴

سخن شناس کے نزدیک نئیں ہے کم زیزید
کسی کے مطلب رنگین کوں جو کیا ہے شہید

یہ زلف و خال سیہ نے دیا ہے جگ کوں فریب
دغا کے دینے میں یک رنگ ہیں یہ پیر و مرید

کھلا ہے عقد و دل تجھ پلک کی سوزن سوں
ترے نین کا اشارہ ہے قفل دل کی کلید

ہوا ہے مشتری اس رشک مشتری کا دل
کیا جو اہلِ خرد کے ہزار دل کوں خرید

ہوا ہے حق کی توجہ سوں اے ہلال ابرو
ترا جمال منور ولؔی کے دل کی عید

ردیف ذ

۱۴۵

مجھے بعد از ہزاراں دن پری پیکر لکھا کاغذ
تسلی سیں، دلاسے سیں سیمیں تن لکھا کاغذ

نہ مل تو عشق سوں میرے کہ آخر فضل ہے میرا
تلطف سیں، ترحم سیں، مجھے دلبر لکھا کاغذ

خوشی میں اوّلاً اپنی نکل جا جیوں کوں مجنوں توں
کہ یک دم مثلِ لیلیٰ کے تجھے میں پھر لکھا کاغذ

یو راہِ عشق آساں نہیں سمجھ کر رکھ قدم اس میں
کہ یوں کر عشق کی رہ کا مجھے رہبر لکھا کاغذ

شب یلدا ولؔی اوپر ہوئی ہے صبح جوں روشن
کہ اس کوں حسن کے گہن کا ابن چندر لکھا کاغذ

۱۴۶

اے شکر لب قند سوں تجھ لب کی ہیں باتاں لذیذ
حرف تر اس کے ہیں جیسے حلوہ سوہاں لذیذ

دل کوں فرحت بخش ہے دائم ترے غم کا ہجوم
صاحبِ ہمت کوں نت ہے کثرت مہماں لذیذ

مت ہر اک نااہل کے ملنے سوں راضی ہو صنم
ہے نصیحت تلخ ظاہر لیک ہے پنہاں لذیذ

لذت معنی نہیں کچھ لذت ظاہر سوں کم
حرف با معنی ہے جیسے بوسۂ خوباں لذیذ

اے ولؔی ترک علائق دل کوں لذت بخش ہے
جیوں ہے دنیا دار کوں فکر سر و ساماں لذیذ

ردیف ر

۱۴۷

یو پنجہ ترے ہاتھ کا پیچ دار
ہے دستا مرے جی کتئیں مثل چار

چھبا ہے مرے دل میں خارِ جنوں
یو چیر اترا جعفری نوک دار

کمر میں تپنچا ترا دیکھ کر
ہوا ہے یو یک دل مرا چار چار

ترے پر ولی کے یہ پھولاں تمام
کیے ہیں یو بستر مرا داغ دار

خماری تری نین کی دیکھ کر
ولؔی کی انکھاں سو لہو دھار دھار

۱۴۸

گر چمن میں چلے وو رشک بہار
گل کریں نقد آب و رنگ نثار

بلبلاں ہر طرف سوں اٹھ دوڑیں
دیکھنے کوں اسے ہزار ہزار

یاد تجھ خطِ سبز کی اے شوخ
زخم دل پر ہے مرہم زنگار

حق نے تیری انکھاں کوں بخشا ہے
مئے وحشت سوں ساغر سرشار

جن نے دیکھا ہے اس پری روکوں
صورت ہوش سوں ہوا بیزار

تجھ درس کے خیال میں دائم
مثل نیساں ہے چشمِ گوہر بار

تجھ لب آگے اے مشتری طلعت
آب حیواں کا سرد ہے بازار

بس کہ پایا ہے تجھ جفا سوں شکست
خانۂ دل ہوا ہے آئنہ دار

اے ولؔی اس سوں حرف ہوش نہ پوچھ
جو ہوا مست جلوۂ دیدار

۱۴۹

مجھ کوں پہنچی اس شکر لب کی خبر
حق شکر خورے کوں دیتا ہے شکر

بوعلی سینا اگر دیکھے اسے
قاعدے حکمت کے سب جاوے بسر

سات پردوں میں رکھوں اس کوں چھپا
آوے گر انکھیاں میں وو نورِ نظر

مجھ کوں سب عالم کہے باریک ہیں
گر لگے ٹک ہاتھ دو نازک کمر

اس لباں کا اے ولی طالب ہے دل
جس کے غم سوں لعل ہے خونیں جگر

۱۵۰

صحن دل سیں اُٹھا غبار غبار
کرتا ہے وہ مگر سوار سوار

نین میں لے سرشک کے موتی
آج تجھ پر کروں نثار نثار

فیض سیں تجھ جمال کے اے جاں
باغ گل گل چمن بہار بہار

میں ہوں قرباں سجن ترے اوپر
مت توں کر مجکوں بے وقار وقار

نین کے دام میں بہ نیم نگاہ
صید دل کوں کیا شکار شکار

چھوڑ دے چھوڑ دے تغافل کوں
مجکوں دل سیں توں نا بسار بسار

جور کی تیغ سیں ولی کا دل
مت کرو مت کرو فگار فگار

۱۵۱

آیا توں کمر باندھ کے جب جور و جفا پر
میں جی کوں تصدق کیا تجھ بانکی ادا پر

مجھ دیدۂ خوں بار میں یک بار قدم رکھ
اے شوخ ترا جیو ہے گر رنگ حنا پر

انکھیاں ہیں یہ خوبانِ جہاں کی کہ لگی ہیں
بوٹی نہیں نرگس کی صنم تیری قبا پر

تشبیہ جو تجھ خط کوں دیا مشکِ ختن سوں
عالم کوں وو آگاہ کیا اپنی خطا پر

دشوار ہے حیرت سوں ولی اس کوں نکلنا
باندھا ہے جو دل اس رخ آئینہ نما پر

۱۵۲

کیتا ہے نظر جب ستی اس رشک پری پر
باندھیا ہے جو کوئی جیو کوں اس چھند بھری پر

دیکھے ہے ترے داغ کے جلوے کوں جگر پر
کیا خوب اٹھا نقش عقیقِ جگری پر

چنچل نے نظر ناز سے آہو پہ کیا نئیں
قرباں ہوا اس چشم کی والا نظری پر

ہموار کیا آپ اوپر ترک وفا کوں
باندھیا ہے کمر ناز سوں اب حیلہ گری پر

بوجھا ہے ولی تب ستی موہن نے سورج کوں
کیتا ہے نظر جب ستی دستار زری پر

۱۵۳

سجن تجھ گل بدن کا آج نئیں ثانی چمن بھیتر
غلط بولا چمن کیا بلکہ جنات عدن بھیتر

ترے گل زار رنگیں کا جو کُئی مقبول ہے اے گل
وو اپنے خون میں جیوں گل غرق ہے خونیں کفن بھیتر

پڑی ہے دل میں پروانے کے تیرے عشق کی آتش
ہوئی ہے شمع تیرے مکھ سوں روشن انجمن بھیتر

تو وو گل پیرہن ہے مصر میں خوبی کے اے موہن
کہ لاکھاں دل کے یوسف ہیں ترے چاہ ذقن بھیتر

چمن میں اس سبب جاتا ہوں اے رشک ہزاراں گل
کہ تیری باس کی پاتا ہوں ٹک بو یاسمن بھیتر

سراپا زندگانی کوں جلاتی ہے ترے شوقوں
عجب تجھ عشق کی گرمی ہے شمع شعلہ زن بھیتر

یہ مکھ کی شمع سوں روشن ہے ہفت اقلیم کی مجلس
ولؔی پروانگی کرتا تری ملکِ دکھن بھیتر

۱۵۴

اب جدائی نہ کر خدا سوں ڈر
بے وفائی نہ کر خدا سوں ڈر

راست کیشاں سوں اے کماں ابرو
کج ادائی نہ کر خدا سوں ڈر

مت تغافل کوں راہ دے اے شوخ
جگ ہنسائی نہ کر خدا سوں ڈر

ہے جدائی میں زندگی مشکل
آجدائی نہ کر خدا سوں ڈر

عاشقوں کوں شہید کر کے صنم
کف حنائی نہ کر خدا سوں ڈر

آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور
خوو نمائی نہ کر خدا سوں ڈر

اس سوں جو آشنائے درد نہیں		آشنائی نہ کر خدا سوں ڈر
رنگ عاشق غضب سوں اے ظالم		کہربائی نہ کر خدا سوں ڈر
اے ولؔی غیر آستانۂ یار		جبہہ سائی نہ کر خدا سوں ڈر

۱۵۵

سنایا جوں خبر شادی کی قاصد صبح دم آ کر		منگا رخصت مرے نزدیک باہر دل سوں غم آ کر
ترے ملنے سوں تا روشن کرے دل کی مجالس کوں		ہوی ہے شعلہ زن سینے میں خوش دم بدم آ کر
بجز تجھ جام لب کے اے پری پیکر نہ پیوں ہرگز		اگر دیوے اپس کے ہاتھوں مجھ جام جم آ کر
نظارہ جو کیا میں تجھ مبارک حسن کا موہن		کھبا مجھ دل میں تیری زلف خم درخم کا خم آ کر
ولؔی تجھ حسن کی تعریف میں جب ریختہ ہوے		سنے اس کوں یقیں اٹھا جاں سوں حسانِ عجم آ کر

۱۵۶

اگر گلزار میں بیٹھے دو سرد نازنیں آ کر		کرے نظارگی اس کی سو فردوسِ بریں آ کر
اگر ہووے صنم خانے پہ اس بت کا گزر بے شک		تصدق اس پہ ہوویں سب نگارستانِ چیں آ کر
عجب اس شوخ چنچل کی انکھاں ہیں شوخ اور چنچل		ہوے قربان جس اوپر آ ہوے صحرانشیں آ کر
کرے شیرازہ بندی دل کی جو اس مکھ کے دیکھے سوں		پریشاں ہو اگر دیکھے وہ زلف عنبریں آ کر
عجب کیا دام میں اس کے اگر اٹکا ولؔی کا دل		کہ اس کے دام میں لاکھاں پھنسے ہیں اہلِ دیں آ کر

۱۵۷

پڑا ہوں کوہ غم میں اس دل ناشاد سوں جاکر
دعا بولو مری جانب سوں کُئی فرہاد سوں جاکر

برہ کے ہاتھ سوں گرداب غم میں جا پڑا ہے دل
کہو میری حقیقت چرخ بے بنیاد سوں جاکر

گرفتاراں کی غم خواری اِتا لازم ہوی تجھ پر
حقیقت مرغِ دل کی یوں کہو صیاد سوں جاکر

کیا ہے خون نے سودا کے غلبہ تن منیں میرے
نگہ کے نیشترکوں لا کہو فصاد سوں جاکر

ولی اس قد کا طالب ہے مبارک باد آبولو
کہو سمجھا کے گلشن میں ہر اک شمشاد سوں جاکر

۱۵۸

میں تجھے آیا ہوں ایماں بوجھ کر
باعثِ جمعیتِ جاں بوجھ کر

بلبلِ شیراز کوں کرتا ہوں یاد
حسن کوں تیرے گلستاں بوجھ کر

ہر نگہ کرتی ہے نظارے کی مشق
خط کوں تیرے خطِ ریحاں بوجھ کر

دل چلا ہے عشق کا ہو جوہری
لب ترے لعلِ بدخشاں بوجھ کر

اے سجن آیا ہوں ہو بے اختیار
تجھ کوں اپنا راحتِ جاں بوجھ کر

زلف تیری کیوں نہ کھاوے پیچ وتاب
حال مجھ دل کا پریشاں بوجھ کر

رحم کر اُس پر کہ آیا ہے ولی
درد دل کا تجھ کوں درماں بوجھ کر

۱۵۹

اے باد صبا باغ میں موہن کے گزر کر
مجھ داغ کی اس لالۂ خونیں کوں خبر کر

کیا درد کسی کوں کہ کہے درد مرا جا
اے آہ مرے درد کی توں جاکے خبر کر

مت طرزِ تغافل کوں مرے حق میں روا رکھ
اے شوخ مری آہ سوں البتہ حذر کر

دوجا نہیں تا پی سوں کہے دل کی حقیقت
اسے درد تو جا جیو میں اس پی کے اثر کر

کیا غم ہے اُسے تیر حوادث سوں جہاں میں
بوجھا جو کوئی گردشِ ساغر کوں سپر کر

کئی بار لکھا اس کی طرف نامے کوں لیکن
ہر بار سٹا اشک نے مجھ نامے کو تر کر

ہر وقت نہ سٹ کحل تغافل کوں انکھاں میں
ٹک مہر سوں اس طرف اے بے مہر نظر کر

اس صاحب دانش سوں ولی ہے یہ تعجب
یک بارگی کیوں مجھ کوں گیا دل سے بسر کر

۱۶۰

ہشیار زمانے کے ترے مکھ پہ نظر کر — تجھ نیہہ کے کوچے میں گئے ہوش بسر کر
عالم میں ہے وہ تیر ملامت کا نشانہ — جس دل میں ترے غم کا گیا تیر گزر کر
تجھ حسن کی جھلکار سوں کیا بدر کوں نسبت — جو کُئی کہ تجھے بدر کہے اس کوں بدر کر
اس ظالم خواں خوار کوں جی پیش کیا ہوں — جس عشق نے عالم کوں سٹا زیر و زبر کر
رونے ستی فارغ ہو ولؔی پیو کوں دیکھا — کعبے کی زیارت کیا دریا سوں اُتر کر

۱۶۱

شوخ نکلا جب قدم کوں تیز کر — ناز کے شبدیز کوں مہمیز کر
یک بہ یک آیا ادا سوں مجھ طرف — ہر پلک کوں دشنۂ خوں ریز کر
میں کیا یوں عرض از روے نیاز — مہربانی اس کی دست آویز کر
کہہ اپس کی نرگس بیمار کوں — عاشقاں کے خون سوں پرہیز کر
اے ولؔی آتا ہے وو مقصود دل — خانۂ دل خوں سوں رنگ آمیز کر

۱۶۲

اے سرد خراماں توں نہ جا باغ میں چل کر — مت قمری و شمشاد کے سودے میں خلل کر
کر چاک گریباں کوں گلاں صحن چمن میں — آئے ہیں ترے شوق میں پردے سوں نکل کر
صنعت کے مصور نے صباحت کے صفے پر — تصویر بنائی ہے تری نور کوں حل کر
اے نور نظر شمع کوں دیکھا ہوں سراپا — تجھ عشق کی آتش ستی کا جل ہوا جل کر
بے آب لگے آب حیات اس کی نظر میں — پانی ہوا تجھ گال کے جو عشق میں گل کر
تجھ ابروے خم دار سوں ہرگز نہ پھرے دل — کیوں جاوے سپاہی دم شمشیر سوں ٹل کر
اے جانِ ولؔی لطف سوں آ بر میں مرے آج — مجھ عاشق بے کل ستی مت وعدۂ کل کر

۱۶۳

ہوا ہوں بے خبر تجھ مست انکھیاں کی خبر سن کر
ہوا ہوں ناتواں جیوں موتری نازک کمر سن کر

نہیں تجھ لعل شیریں پر خط سبز اے گلستان رد
یہ طوطی ہے کہ آئی ہے ترے لب کی شکر سن کر

سراپا ہوکے سودائی پڑا ہے تجھ غم کے حلقے میں
تری زلفاں کی سنبل نے حکایت سربسر سن کر

پرت کے پنتھ میں ہرگز قدم پیچھے نہ رکھ اے دل
ہٹاتے ہیں قدم نامرد اس رہ کے خطر سن کر

بگولے کی نمط آتا ہے مجنوں بے سرو بے پا
مرے دیوانۂ دل کوں اپس کا راہبر سن کر

صبا کے ہاتھ سوں جیوں ہے ہر اک غنچہ پریشاں دل
یونہی ہر دل پریشاں ہے مری آہِ سحر سن کر

ولؔی تیری گلی کوں سن کے یوں مشتاق ہے نس دن
کہ جیوں عشاق ہوں مشتاق وصف مو کمر سن کر

۱۶۴

دل مرا ہے دو آتشیں پیکر
راکھ ہوگئے ہیں جس کوں دیکھ شرر

کیا کہوں نبض دل کی بے تابی
قوت جس کا ہے آتشیں نشتر

عشق بازاں میں اس کوں راحت ہے
جس کوں الماس کا ملا بستر

ان نے پایا ہے منزلِ مقصود
عشق جس کا ہے ہادی و رہبر

ترک لذت کی جس کوں ہے لذت
شکر اس کوں زہر ، زہر شکّر

آشنایاں کوں موجِ آبِ وفا
ہے محبت کی تیغ کا جوہر

بزم دلبر میں اے ولی جا تو　　شوق کا آج ہاتھ لے ساغر

۱۶۵

جو آیا مست ساقی جام لے کر　　گیا یک بارگی آرام لے کر
نگہ تیری سدا آتی ہے جیون تیر　　دلِ زخمی طرف پیغام لے کر
نہ جانوں خط تراکس بے خطا پر　　چلا ہے آج فوجِ شام لے کر
اوڑا آہوئے دل سوں رنگ وحشت　　جو آئی زلف تیری دام لے کر
جو کُئی باندھا ہے تیری زلف میں دل　　سٹا ہے کفر میں اسلام لے کر
ترے لب ہور تری انکھیاں کوں ہدیہ　　چلا ہوں پستہ و بادام لے کر
بنائی ہے جہاں میں لیلۃ القدر　　سیاہی تجھ زُلف کی دام لے کر
تری ساقی گری کوں لالہ باغ　　کھڑا ہے منتظر ہو جام لے کر
میں اس کوں جیوں نگیں کرتا ہوں سجدہ　　جو کُئی آتا ہے تیرا نام لے کر
ولی تیرے لباں سوں اے تنک طبع　　چلا ہے لذت دشنام لے کر

۱۶۶

عجب نہیں جو کرے دل میں شیخ کے تاثیر　　اگر مقدمہ عشق کوں کروں تحریر
جنون عشق ہوا اس قدر زمین کوں محیط　　کہ پارسا کوں ہوی موج بوریا زنجیر
زبان قال نہیں طفل اشک کوں لیکن　　زبان حال سوں کرتے ہیں عشق کی تقریر
صفے پہ چہرۂ عشاق کے مصور عشق　　جگر کے خوں سوں لکھا طفلِ اشک کی تصویر
گلی سوں نیہہ کی کیوں جا سکوں ولی باہر　　ہوئی ہے خاک پری روکی رہ کی دامن گیر

ردیف ز

۱۶۷

ہوا تجھ ختم سوں بستان غم سبز　　ہوا تجھ جو رسوں الم سبز

ہوا قد سرو کی مانند صنم سبز — لباس سبز سوں سرتا قدم سبز
کہیں جوہر شناساں حسن تجھ دیکھ — زمرد کا تراشے ہیں صنم سبز
ثنا لکھتے ہیں تجھ آہو نین کی — ہوا جیوں شاخ نرگس ہر قلم سبز
ولؔی نے جو لکھا تجھ خط کی تعریف — ہوا جیوں برگ ریحاں ہر رقم سبز

۱۶۸

لباس اپنا کیا دو گل بدن سبز — ہوا سرتا قدم مثل چمن سبز
عجب چھب سوں کھڑا ہے دو پری رو — سراؤ پر چیرا بر میں پیرہن سبز
اگر اس دھج سوں آوے وہ پری رو — تو ہوویں بخت اہل انجمن سبز
فصاحت کیا کہو اس خوش دہن کی — کسی کا وہاں نہیں ہوتا سخن سبز
ولؔی جو جی دیا اس خط کو کریا — بجا ہے گر کریں اس کا کفن سبز

۱۶۹

نہ[۱] مل بلبل مشتاق سوں اے گل بدن ہرگز
ہر اک گلشن میں جیوں نرگس نہ کھول اپنے نین ہرگز

جہاں کے گل رخاں سارے تجھے نازک بدن کہتے
تو ہر پلکاں کے کانٹاں پر نہ رکھ اپنے چرن ہرگز

تو بے شک روح ہے جگ میں خلاصہ چار عنصر کا
بجز تجھ روح کے قائم نہ ہوے جگ کا بدن ہرگز

زلیخا سے کتے عاشق ترے پر جیوں دارے ہیں
نہ کر مسکن ہر اک یوسف کا یہ چاہِ ذقن ہرگز

بغیر از عید مت دکھلا کسی کوں یہ ہلال ابرو
نہ مل مہتاب میں بھی کس سوں اے چندر بدن ہرگز

جو شائق شمع روکا ہے اسے وسواس جاں سوں کیا

۱؎ اس غزل کے کئی اشعار کلیات کے مخمس ۷ میں شامل ہیں۔ مخطوطہ۲ میں کئی مصرعوں کے متن میں معمولی فرق ہے۔

نہ دھرنا مثل پر دانے کے پردائے کفن ہرگز

حقیقت کے لغت کا ترجمہ عشق مجازی ہے
وو پائے شرح میں مطلب ، نہ بوجھے جو متن ہرگز

دم تسلیم سوں باہر نکلنا سو قباحت ہے
نہ دھر اس دائرے سوں ایک دم باہر چرن ہرگز

غنیمت جان اس تن کے قفس ہیں مرغ دل اپنا
نہ پہنچے گا بغیر از شوق تا حب الوطن ہرگز

۱۷۰

ہوا نہیں وو صنم صاحب اختیار ہنوز — بجائے خود ہے رقیباں کا اعتبار ہنوز
پری رخاں کی جھلک کا کیا ہوا بسکہ خیال — برنگ برق مرا دل ہے بے قرار ہنوز
دو چشم چار ہوی شوق کے دو ابروسیں — ولے نہیں وو دو رنگی ہوا دوچار ہنوز
ہزار بلبل مسکیں کا صید ہے باقی — مقیم ہے چمن حسن میں بہار ہنوز
بجا نہین تجھے انکار خون عاشق سوں — گیا نہیں ہے ترے ہاتھ سوں نگار ہنوز
اپس کی چشم کی گردش سوں دے پیالہ مجھی — گیا نہیں ہے مری چشم سوں خمار ہنوز
بجائے خود ہے اے رنگیں بہار گل فطرت — تری پلک کا مرے دل میں خارخار ہنوز
چلے ہیں آہوے مشکیں ختن سوں سن کے کہ ہے — نگاہ شوخ صنم درپئے شکار ہنوز
ولی جہاں کے گلستاں میں ہر طرف ہے خزاں — ولے بحال ہے وو سرو گل عذار ہنوز

۱۷۱

مت جا سجن کہ ہوش دل آیا نہیں ہنوز — میں درد اپس کا تجھ کوں سنایا نہیں ہنوز
اس چشم اشک بار سوں میری عجب نہ کر — سینے کا داغ تجھ کوں دکھایا نہیں ہنوز
تجھ لطف کے زلال نے اے مایۂ حیات — میرے سِنے کی آگ بجھایا نہیں ہنوز

ہوں گرچہ خاکسار روے از رہ ادب
دامن کوں تیرے ہاتھ لگایا نہیں ہنوز

اپنی انکھاں کے نور کوں تیرے قدم تلے
اے نور دیدہ فرش بچھایا نہیں ہنوز

زاہد اگرچہ فہم میں ہے بوعلیؔ وقت
میرے سخن کے رمز کوں پایا نہیں ہنوز

آزاد اپنے عشق سوں مت کر ولیؔ کے تئیں
تیرا غلام جگ میں کہایا نہیں ہنوز

۱۷۲

تو ہے رشکِ ماہِ کنعانی ہنوز
تجھ کوں ہے خوباں میں سلطانی ہنوز

ہر جھلک دیتی ہے تجھ رخسار کی
آرسی کوں درس حیرانی ہنوز

شرم سوں تجھ مکھ کے اے دریائے حسن
چہرۂ گوہر پہ ہے پانی ہنوز

حلقہ زن ہے تجھ دہن کی یاد میں
خاتم دست سلیمانی ہنوز

رات کوں دیکھا تھا تیری زلف کوں
دل میں ہے باقی پریشانی ہنوز

تجھ کمر کوں دیکھ حیراں ہو رہا
مو قلم لے ہاتھ میں مانی ہنوز

روز اول سوں چمن میں حُسن کے
نہیں ہوا پیدا ترا ثانی ہنوز

جان جاتا ہے ، ولے آتا نہیں
کیا سبب وو دلبرِ جانی ہنوز

اے ولیؔ اس گل بدن کے عشق میں
شغلِ بلبل ہے غزل خوانی ہنوز

۱۷۳

داغ سوں دل قرص زراندود رکھتا ہے ہنوز
مثل سورج آتشِ بے دود رکھتا ہے ہنوز

بس کہ گایا ہوں سرودِ عشق تیری یاد میں
دل یہ میرا لہجۂ داود رکھتا ہے ہنوز

بل نہیں دیکھا ہوں ہے یاقوت لب ریحاں کوں تئیں
شوق تجھ لب کا غبار آلود رکھتا ہے ہنوز

نور تجھ رخسار کا سینے میں ہے نت جلوہ گر
لیک تجھ دل آتشِ نمرود رکھتا ہے ہنوز

گرچہ غیر از نامرادی اب تلک حاصل نہیں
لیک دل تجھ لب ستی مقصود رکھتا ہے ہنوز

تجھ دہانِ کالعدم سوں ہے تعجب یہ کہ حق
طالباں کوں اس کے کیوں موجود رکھتا ہے ہنوز

یہ ولی تجھ عشق کے مجمر پہ تا اسپند کرے
چنگ میں دل کوں بجائے عود رکھتا ہے ہنوز

ردیف س

۱۷۴

سب گیا دن شام کوں آیا نہ پاس
نین کے قلزم میں اب ڈوبی ہے آس

زندگی کی دل کوں اب امید نئیں
جب سیں تیرے عشق کی لاگی ہے پھانس

یاد کرتے میرے دل کوں خیر کی
کیا تغافل کر کہ دو پکڑا مواس؟

تجھ نگہ کی تیغ کوں رستم نے دیکھ
سٹ سلاح رستمی پکڑ یا ہر اس

شکل تجھ پیکر کی جب دیکھا ولی
درد دل پرواز اور برجا حواس

۱۷۵

جب سوں وو گل بدن ہے میرے پاس
گلشنِ دل تمام ہے خوش باس

دیکھا جو اے پری تری تصویر
گم کیا ہے اپس سوں ہوش وحواس

کھول چھاتی ہور اپنے سینے کوں
دل میں آتا ہے کچھ کا کچھ وسواس

تشنۂ آبِ زندگانی ہوں
بوسہ دے کر بجھا تو میری پیاس

دیکھ تیری اداسی اے جاناں
دل مرا مجھ ستی ہوا ہے اداس

مجھ سوں مت کہہ لباس کی کچھ بات
معتبر نئیں ہے عاشقی میں لباس

اے ولی رات دن ہے دل میں مرے
اُس پری رو کے دیکھنے کی آس

۱۷۶

گریز پائے[1] تو مہربان نہیں ہزار افسوس
نہ آیا سیرِ چمن کے تو نو بہار افسوس
جہاں نہیں ہیں چمن میں جو بلبل و قمری
تری ہی یاد میں ہیں کیوں نہ ہو ہزار افسوس
میں اوس کوں آگیں بھی درد اپنے کوں سنایا ہوں

---

[1] یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے

سند ہیں درد کی گھر گھر جو لالہ زار افسوس
اگر جو جانتا آگے رقیب سرکش ہے
کہ بررخ تو نہ رہ ہالہ بے شمار افسوس
ولؔی توں داغ سوں دل کوں نہیں جلاتا ہے
سوہن کے سوز نمن کیوں نہیں ہے داغ دار افسوس

۱۷۷

بغیر حق کے نہیں ہے مجھے کسی سوں آس
کہ اس ہٹیلے سجن کوں لے آوے میرے پاس
تمام گلشن عالم کوں ڈھونڈھ دیکھا ہوں
پیا کی یک گل گلشن میں نئیں ہو ہرگز باس
کیا ہو تب سیتی خورشید کوں خجل اُنّے
لیا ہو جب سوں اپس برمنیں لباس طاس
زبس کہ شوخ ستم گر و گر شرابی ہے
اسی سبب سیتی ہرگز نہیں ہے مجھ سوں راس
ہوا ہوں بس کہ ترے ہجر میں ضعیف سجن!
رہا نہیں ہو بدن میں مرے ذرا سی ماس
ترے غرق کی کچھ اک بوئے ہے گلاب منیں
اِسی سب سیتی لیتا ہوں میں گلاب کی باس
تری گلی میں ولؔی آبسا ہے مدت سوں
درس دکھا کے رقیباں کوں مجھ نہ کر تو نراس

۱۷۸

یکےادکھاتوں درس دل میں میرے ہے ہوس
دل میں ہے میرے ہوس یکے دکھا توں درس
دوڑتے ہیں جیوں مگس تج لب شکرسیتی
تج لب شکریتی دوڑتے ہیں جیوں مگس
جائیں گے ہر بوالہوس کوچہ میں تج نیہہ کے
کوچہ میں تج نیہہ کے جائیں گے ہر بوالہوس

ا یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲میں ہے م۔۳ میں دو اشعار ہیں۔

دزد کوں خوفِ عس رہتا ہے دل میں مدام
رہتا ہے دل میں مدام دزد کوں خوفِ عسس

قدر نہ ہر خار وخس باغ میں ہوگی وؔلی
باغ میں ہوگی وؔلی قدر نہ ہر خار وخس

۱۷۹

مجھ دل کو ڈسنے اے صنم تجھ زلف کا یک تار بس
کرنے مجھے قیدِ فرنگ تجھ زلف کا زنّار بس

ہرگز نہ دیکھوں گا سجن جنت کے میں گلزار کوں
روزِ ازل سیں مجھ کوں ہے تجھ حسن کا گلزار بس

خط غلامی لکھ دیا کل تجھ کوں اے نازک بدن
اس کے لکھے کا حشر لگ ہے گا مجھے اقرار بس

ہے زاہدوں کے ہاتھ میں تسبیح نت اسلام کی
اس کافر کیش کے کا کل مجھ زنّار بس

اس آرسی کوں ہاتھ میں کیوں کر رکھوں آخر وؔلی
ہے شوق سیں تجھ حسن کے درپن کا مجھ دیدار بس

۱۸۰

جب لگ ہے چمن بیچ بہارِ گل و نرگس
ہے باغ سخن بیچ بہارِ گل ونرگس

وحدت کے گلستاں کا چمن حسن ہے تیرا
پھولا ہے چمن بیچ بہارِ گل ونرگس

تارے نہیں یو باغِ فلک بیچ جو دستے
گلشن ہے گگن بیچ بہارِ گل و نرگس

نرگس کے تماشے کوں گلستاں میں نکو جا
ہے چشم سجن بیچ بہارِ گل و نرگس

اُس شوخ کی بیمار آنکھاں دیکھ وؔلی تو
خواہش ہے وطن بیچ بہارِ گل و نرگس

۱۸۱

میں جب ستی دیکھا ہوں بہارِ گلِ نرگس
ہے وحشی دل تب سوں شکارِ گلِ نرگس

کیوں بارنگہ ہوے تجھ انکھیاں کے چمن میں
پلکاں ہیں مری خار حصارِ گلِ نرگس

بیمار ہے اے یار تری چشم کے دوراں
آ دیکھ ٹک یک دیدۂ زارِ گلِ نرگس

نرگس نے کیا اس کے نین دیکھ زر ایثار
کر نقد اپنے کوں نثارِ گلِ نرگس

آیا ہے ولؔی مطلع رنگیں لے ترے پاس
یو مطلعِ رنگیں لے بہارِ گلِ نرگس

۱۸۲

شوخ آتا نہیں ہزار افسوس
مکھ دکھاتا نہیں ہزار افسوس

مطربِ نغمہ ساز محفلِ عشق
تان گاتا نہیں ہزار افسوس

بزمِ عشرتِ میں جام لب سوں پیا
مے پلاتا نہیں ہزار افسوس

وو سجن ناز سوں بھلی باتاں
من میں لاتا نہیں ہزار افسوس

پیم نگری کی راہ غیر ولؔی
کوئی پاتا نہیں ہزار افسوس

ردیف ش

۱۸۳

نہیں خط گرد لعلِ شوخ مے نوش
ہوا ہے چشمۂ خورشید خس پوش

بروزِ حشر سوں کیا باک اس کوں
ہوا خورشید محشر جس کا ہم دوش

ہوا ہے جلوہ گر تجھ حسن کا نور
چراغِ محفلِ خوبی ہے خاموش

ترے جلوے سوں ہے گل تازہ و تر
چمن میں بلبلاں کا ہر طرف جوش

جو دیکھا اے ہلال ابرو ترا رو
وو صبح عید سوں نت ہے ہم آغوش

کیا جب بر میں زریں جامہ وو شوخ
ہوا خورشید محشر سایہ مدہوش

ولؔی کوں یاد تیری دم بدم ہے
نہیں گئی آن خاطر سوں فراموش

۱۸۴

عشق کے ہاتھ سوں ہوے دل ریش
جگ میں کیا بادشاہ کیا درویش

جیو میرا ہوا ہے زیر و زبر
جب سوں تیرا فراق آیا پیش

۱۵۶

شوخ کے دل سوں دل ہوا پیوست
آتش عشق کا لگا ہے سریش

تجھ پہ قرباں ہوں اے کماں ابرو
جب سوں لپنا ہوں عاشقی کا کیش

جس کوں قربت ہے عشق سوں تیرے
اس کے نزدیک کب عزیز ہیں خویش

تجھ بن اک پل نہیں مجھے آرام
بیگ دکھلا درس اے مرہمِ ریش

اے ولی اس کا زہر کیوں اُترے
جن نے کھایا ہے عاشقی کا نیش

ردیف ص

۱۸۵

کیوں نہو محبوب میرا جگ میں خاص
اس کی کرتے ہیں صفت سب عام خاص

خوش قداں سب اس انگے حیران ہیں
ہے لٹک میں جیوں کبک تک رفتار خاص

مجھ کوں پہنچا ہے صنم سیں اے سجن
عاشقوں کی جائے ہے دارا الخواص

قتل کرتے ہیں وو نیناں پُر خمار
کون ہے لیوے تجھ آنکھوں میں قصاص

آزرد ہے نت ولی کوں وصل کی
کب ملے گا میرے تیئں دونو خاص

۱۸۶

نہیں مرے دل کوں تری زلف کے چوگاں سوں خلاص
زلف تیری سوں لینا ہے مجھے یک روز قصاص

عشق کی راہ میں جن سرکوں دیا ہے جگ میں
حق کے نزدیک اچھے کا سو وہی خاص الخاص

جب لٹک چال سجن کی مجھے یاد آتی ہے
دل مرا رقص میں آتا ہے مثال رقاص

رکھ رقیباں سیہ رو کے سخن کوں دل میں
پی نہ دھو صفحہ خاطر ستی حرفِ اخلاص

اے ولی قدر ترے شعر کی کیا بوجھے عوام
اپنے اشعار کوں ہرگز توں نہ دے جذبہ خواص

۱۸۷

مہر اوج حسن کی جھلکار کا ہوں میں حریص — جلوۂ رخسارۂ دل دادہ ہوں میں حریص
شیشۂ دل میں مرے ہے بادۂ لعل پیا — اس سبب جم و ساغر سرشار کا ہوں میں حریص
ذوق دل کوں کیونکہ لذت بخش ہوے شہد و شکر — بوسہ شیرینِ لعل یار کا ہوں میں حریص
تلخ باتوں سوں ہر یک کے کیوں نہ ہووے ترش رو — اس شکرلب کی مسمیٰ گفتار کا ہوں میں حریص
ہے حلاوت بخش ذوق دل ترا شریں بچن — اس سبب تیرے ولی اشعار کا ہوں میں حریص

۱۸۸

ظلم سیں[1] اخوں خوار کے ہرگز نہیں ہونا خلاص — ہجر میں عیار کے ہرگز نہیں ہونا خلاص
چشم آہوٗ رخ قمر نازک بدن موئے کمر — دامِ زلفِ یار کی ہرگز نہیں ہونا خلاص
کیا خبر ہے مج کوں کفر اسلام اور تسبیح کی — حلقۂ زنار کی ہرگز نہیں ہونا خلاص
مست نصیحت کر مجھے اے ناصح بے ہوش توں — عشق سوں دل دار کی ہرگز نہیں ہونا خلاص

اے ولی کر سیر باغِ حسن گل رویانِ ناز
زخم ہائے خار کے ہرگز نہیں ہونا خلاص

۱۸۹

خود بخود دل سیں ہوا ہو حریص — بوسہ یارب کیا ہے حریص
ذوقِ دیدار یار ہے جس کوں — طلب عشق میں سدا ہے حریص
آہوئے دل کے صید کرنے کوں — شوخ کا تیرے خطا ہے حریص
مہ نے کاسہ لیا گدائی کا — جب ستی مہر کا ہوا ہے حریص
یک پلک آپ سوں جدا نہ کرے — خال تیرے کا دل اتا ہے حریص
وو مرا قاتلِ خوں خوار — قتل عاشق اپر سدا ہے حریص

---

[1] یہ غزل ذاتی نسخہ۲ میں ہے۔

نعمت زر کے طلب میں دام — دل سیتی طالبِ خدا ہے حریص
کیوں نہ دوں نقد دل میں اپنا ولؔی — گر ہم دل ربا ہے حریص

ردیف ض

۱۹۰

تجھ مکھ کے اس چمن میں یو خط ہے بہار محض — جنت ہے جس کے لطف اگے شرمسار محض
وو مکھ ترا ہے اے گل گلزارِ عاشقاں — ہے لالہ زار جس کے اگے داغ دار محض
سن مرہم وصال نہ ہووے اسے شفا — جو تجھ نگہ کے تیر سوں ہے دل فگار محض
شکر خدا کہ جس کے کرم سوں جہان میں — تجھ حسن کا خیال ہے مجھ شرمسار محض
اس کوں قرار کیوں کہ اچھے میل تار میں — جو تجھ زلف کی یاد میں ہے بے قرار محض
اے دل تو اس کی نین کی مستی سوں ذوق کر — بن اس کے جگ کے شغل ہیں تجکوں خمار محض
گاہے ولؔی کے حال پہ چشم کرم سوں دیکھ — مدت سوں تجھ گلی میں ہے امید وار محض

۱۹۱

آزاد کوں جہاں میں تعلق ہے جال محض — دل باندھنا کوسوں ہے دل پر وبال محض
غنچے کے سرکوں دیکھ گریباں میں عندلیب — بولی ظہور خلق یو ہے انفعال محض
باد خزاں سوں رمز یہ سمجھا کہ جگ منیں — آتی ہے باغ عیش سوں بولے ملال محض
یو بات عارفاں کی سنو دل سوں سالکاں — دنیا کی زندگی ہے یو وہم وخیال محض
بن خامشی ولؔی نہ ملے گوہر مراد — حیرت کے باج اور ہے سب قیل وقال محض

۱۹۲

تجھ زلف کے بے تاب کوں مشکِ ختن سوں کیا غرض
تجھ لعل کے مشتاق کوں کانِ یمن سوں کیا غرض

مدت ستی اے گل بدن چھوڑا چمن کی سیر کوں
مشتاق ہوں تجھ درس کا مجکوں چمن سوں کیا غرض

پروا کفن کی نئیں مجھے اے شمع بزم عاشقاں
تجھ عشق میں جو سر دیا اس کوں کفن سوں کیا غرض

برجا ہے گر اہل ہوس طالب نہیں مجھ شعر کے
جن کوں سخن کی بوجھ نئیں ان کوں سخن سوں کیا غرض

ہرگز ولی کے پاس تم باتاں وطن[۱] کی مت کہو
جو نیہہ کے کوچہ میں ہے اس کوں وطن سوں کیا غرض

ردیف ط

۱۹۳

گل زار حسنِ یار میں ہے سبزہ زار خط
لازم ہے بلبلوں کوں جو دیکھیں بہار خط

روشن سواد دیدہ دل کیوں نہو سجن
جوں سرمہ مجھ انکھیاں میں ترا ہے غبارِ خط

یاقوت خط کوں دیکھ لب لعل شوخ کوں
کرتا ہے نقد ہوش اپس کا نثار خط

عنبر صفت ہمیشہ معطر دماغ ہے
دیکھا جو موج بحر خط اشکبار خط

پیو کے ولی وو دولتِ بوس وکنار کا
امیدوار مجکوں کیا روز گار خط

۱۹۴

جاتا ہے تو اوروں طرف سو مرتبہ اے سبز خط
یک بار اس مخلص طرف کرتا نہیں رہ کوں غلط

دلبر کے ہونٹوں کے تلے چاہِ زنخ پر خوں نہیں
سرخی سے لکھ کر لب کے تیئں بھی سرخ راکھے میں نقط

از بس بدائی میں تری دل پر ہجوم غم ہوا
جاری ہیں نت انکھاں سوں میرے سیلِ اتجھو اں مثلِ شط

دوجا نہیں کچھ مدعا اس عاشق جاں باز کوں
ہے آرزو دل میں مرے پیتم کے ملنے کی فقط

---

[۱] م۔۱ لگن

دکھنی زباں میں شعر سب لوگاں کہے ہیں اے ولی
لیکن نہین بولا ہے کوئی یک شعر خوشتر زیں نمط

١٩٥

ہے جلوہ گر بہ روئے صنم نو بہار خط
جیوں گرد ماہ ہالہ کیا ہو غبار خط

کھایا ہے رشک مشک نے تب سیں ختن منیں
جس دن سیتی خبر ہوئی تج مشک بار خط

آہوئے وحشیاں کوں کیا رام بے خودی
جب سیں نظر کیا ہے ترا مرغزار خط

بے صبر و بے قرار ہیں جان وَ دل میرا
امید کا درخت لے آیا ہے بار خط

غافل نہ ہو ولی سیتی ہے نت گدائے حسن
رکھتا امید تج سیتی اے شہ سوار خط

ردیف ظ

١٩٦

سجن[1] کے دیکھنے سیں ہیں دل مرا محظوظ
جو عندلیب ہوا گل اوپر سدا محظوظ

کرم کیا ہے صنم نے میں خورم و خنداں
کہ جبینِ لطفِ شہاں سیں ہر گدا محظوظ

شراب و ساقی و مطرب رباب ور شغلند
تمام مجلسِ یاراں و دل ربا محظوظ

فرشتہ دیو و پری حور و جن جملہ بشر
ہوئے ہیں دہر میں خوش حال تا سما محظوظ

ولی مراد دل تری دل کی حق نے بر لایا
کہ تج سیں آج وو غم خوار خوش ادا محظوظ

١٩٧

جو یار نہیں ہے مرے پاس از بہار چہ حظ
دگر وجھے نہ ہوے دل کا غم گسار چہ حظ

اگر چمن میں نہیں پاس میرے پیتم کی
تو میرے دل کوں زگل گشت لالہ زار چہ حظ

ہوتا ہے جیو مرا شاد اس کی ہنسی سوں
اگر جو ہنس کے نہ کہے بات گل عذار چہ حظ

کہے سنے ستی لوگاں کے بعض رکھ دل میں
اگر سمن نہ اچھے مہربان یار چہ حظ

ولی کے دل میں نہیں غیر سینہ صافی کچھ
اگر ملیا جو کپٹ سوں وہ دل شکار چہ حظ

---

[1] یہ غزل ذاتی نسخہ٢ میں ہے۔

١٩٨

سجن کی خرد سالی پر خدا ناصر خدا حافظ　　رقیباں کی ملامت سوں محمد مصطفاﷺ حافظ
سجن کے حُسن افزوں پر خدایا تو اماں کرنا　　کہ اس امید گلشن پر علیِ مرتضیٰؑ حافظ
سجن کی تیغ ابروسوں شہادت گاہ پاؤں میں　　مرے اس قتل ہونے پر شہید کربلا حافظ
سجن کا مکھ منور، نور آیت، فال مصحف ہے　　کہ اہل نامراداں پر دعائے ہل اتی حافظ
ولؔی غمگیں نہ ہو یہ بھید اسرارِ الٰہی ہے　　کہ تیری دست گیری پر نگاہ دل ربا حافظ

١٩٩

یہی میں مانگتا ہوں رات اور دن تجھ سوں یا حافظ
کہ اپنے حفظ میں رکھنا ہمیشہ مجھ کوں یا حافظ

نہ ہو وے کیوں جہاں کے بیچ ہر مشکل مری آساں
زبانِ صدق سوں میں دم بدم کہتا ہوں یا حافظ

جبیں پر اس کے دائم جلوہ گر نور سعادت ہے
کیا ہے حافظ قرآن توں نے جس کوں یا حافظ

وہی محفوظ ہے نت گردش دوراں کی آفت سوں
جو کئی درد زبانِ دل کیا ہے تجھ کوں یا حافظ

ولؔی بس اعتقاد صاف سوں کہتا ہے یہ ہر دم
کہ اپنے حفظ میں رکھنا ہمیشہ مجھ کوں یا حافظ

ردیف ع

٢٠٠

دیکھ یو جمع عندلیباں جمع　　غنچۂ گل کیا گریباں جمع
اس مکاں سے تو بھاگ اے دانا　　جس مکاں میں ہوے ہیں ناداں جمع
عشق کے رمز سوں نہیں آگاہ　　کیا ہوا توں کیا کتاباں جمع

کُئی مقابل نہ آسکے اس کے　　گرا چھیں جگ کے سارے خوباں جمع
شاعروں میں اپس کا نام کیا　　جب ولؔی نے کیا یو دیواں جمع

۲۰۱

عشق کی آگ سوں جلی ہے شمع　　سرستی تا قدم گلی ہے شمع
خبر عشق سوں کٹا سرکوں　　مرغ بسمل ہو تلملی ہے شمع
جب ستی دیکھا تیرے نور کی تیئں　　یک قدم کہیں نہیں چلی ہے شمع
تجھ لگن بیچ بس کہ ہے ثابت　　جلنے سیتی نہیں ٹلی ہے شمع
کیوں نہ روشن ہو بزم حسن ولؔی　　یار کے مکھ ستی ملی ہے شمع

۲۰۲

روشن[۱] اگر ہوں عشق لگن میں مثالِ شمع　　پروانہ رکھتا ہوں جلن میں مثالِ شمع
ہرگز نہ رحم گل گوں پر احوالِ بلبلاں　　گرچہ جلے ہیں نیہہ لگن میں مثالِ شمع
داغاں مرے سینے کے منور ہیں تن اوپر　　جیوں اختراں دمکتے گگن میں مثالِ شمع
مشغول سوز میں ہوں سراپا تمام عمر　　فارغ نہیں ہوں ایک رین میں مثالِ شمع
گل گل پگھل گیا ہے ولؔی انتظار میں
آیا نہ ماہتاب بھون میں مثالِ شمع

۲۰۳

گر پڑے انکھیاں میں میری اس کی صورت کی شعاع
موند لیوں انکھیاں کے تیئں تا کوئی نہ پاوے اطلاع

یار جاتا ہے سفر کوں مجھ سوں رخصت ہوکر آج
اے عزیزاں سخت ہے میرے اوپر روزِ وداع

پیو رقیباں سوں ملا رہتا ہے جیوں شیر و شکر
مجھ سیتی ہر روز اُٹھ کرتا ہے وہ بد خو نزاع

---

[۱] یہ غزل ذاتی نسخہ۲ میں ہے۔

اُٹھ گیا ہے دل سوں اُس کے شوق پڑھنے کا پیا
جن کیا ہے جگ منیں تجھ مکھ کے مصحف کی سماع
اے ولؔی ہر کوئی نہیں ہے قابلِ فیضِ الہ
عارفاں کوں حق نے بخشا ہے جہاں میں یو متاع

ردیف غ

۲۰۴

دل تجھ نگاہِ گرم سوزاں ہے جیوں چراغ
اس سوز شعلہ خیز سوں خنداں ہے جیوں چراغ

دو آب و تاب حسن میں تیرے ہے اے سجن
خورشید جس کوں دیکھ کے لرزاں ہے جیوں چراغ

یوں تجھ نزک خجل ہے نمک ہر جمال کا
روشن صبح کوں دیکھ پشیماں ہے جیوں چراغ

مسند پہ عافیت کی وو ہے بادشاہِ وقت
جس دل کی انجمن منیں ایماں ہے جیوں چراغ

عالم کی دوستی سوں ہے نفرت ولؔی کتیں
ہر آشنا کے دم سوں گریزاں ہے جیوں چراغ

۲۰۵

جب سوں[1] گئے وو شہاں آہ دریغا دریغ
غم میں ہے دونوں جہاں آہ دریغا دریغ

جب سوں وو نور الحیاں جگ سوں ہوئے ہیں یو نہاں
تب سوں یہ غم ہے عیاں آہ دریغا دریغ

عابد دیں دار کوں واقفِ اسرار کوں
درد ہے آہ وفغاں آہ دریغا دریغ

دیں کے شہ پاک کوں صاحبِ ادراک کوں
دکھ دے وو گمرہاں آہ دریغا دریغ

شاہ کے ماتم کا بار سب پہ ہوا ہے بے شمار
تو ہوا غم آسماں آہ دریغا دریغ

دین کے گلزار میں گلشنِ اسرار میں
آئی کہاں سوں یہ خزاں آہ دریغا دریغ

دین کا ہے خاص وو زرغم کے پتے کے اپر
حق نے کیا امتحاں آہ دریغا دریغ

غم میں ولؔی ہے مدام شاہ کا کمتر غلام
نت کیا وردِ زباں آہ دریغا دریغ

---

[1] یہ غزل دونوں ذاتی نسخوں میں موجود ہے۔
یہ غزل۔۔ مطبوعہ کلیات میں ضمیمہ کے ذیل میں صفحے پر درج ہے مرتب نے نوٹ لکھا ہے کہ یہ غزل صرف ایک نسخہ میں موجود ہے اگر دوسرے نسخوں میں اس کا متن دستیاب ہوتا ہے تو اسے کلیات کے متن میں شامل کیا جائے گا۔

ردیف ف

۲۰٦

پڑی جب نظر چشم دلبر طرف
ہوا ہوش یک بارگی برطرف

اگر آبرو تجکوں درکار ہے
نہ جا خوب رویاں کے کشور طرف

کھلے دیکھ تجھ لب کوں آبِ حیات
کرے یک نظر گر توں شکر طرف

زبس تجھ ملاحت کا مشتاق ہوں
پڑا شور مجھ عشق کا ہر طرف

ولی کوں نہیں آرزو مال کی
خدا دوست نئیں دیکھتے زر طرف

۲۰۷

پھرتے ہیں تیرے عشق میں مجنوں ہو یاراں ہر طرف
گرتے ہیں تیرے برہ کے یک سر پوکاراں ہر طرف

یو خال ہندو دیکھ کے تجھ مکھ ہوئے ہیں کافراں
تسبی مصلا ڈال دے کے دین داراں ہر طرف

مجروح ہوگئے عاشقاں تجھ جور ان کے دل اُپر
شمشیر ابرو سیں ترے لاگے جو دھاراں ہر طرف

گلشن میں ہے تجھ رشک سیں لالہ گریباں چاک کر
جیوں تجھ درس کے خوف سیں رنگیں اناراں ہر طرف

کھایا ہے سنبل سر بسر بے جاں اپس میں دیکھ کر
زلفاں کو تجھ رخسار پر پکڑے یو ناراں ہر طرف

ہر پلک تیری چشم سیں ہر خوب رو کے جی پہ یوں
لاگیں ہے کاری سخت یوں خنجر کے دھاراں ہرطرف

ہر جھاڑ پر تجھ عشق سیں پڑھتیاں ہیں قمریاں مست[۱] ہو
اپنی گلی میں بھاے کر برہا کے ہاراں ہر طرف

---

[۱] م-۳ خوش

ٹک تجھ حسن کوں دیکھ کر سب ہوش اپنا کھوے کر
پڑھتے میں تیری منقبت سب گل عذراں ہر طرف

پڑتے ولؔی کے نین سوں انجھواں ایسی شدت ستی
برسے ہے جیوں بادل ستی کڑکے سوں باراں ہر طرف

۲۰۸

نہ کرسکوں ترے یک تارِ زلف کی تعریف
کروں ہزار کتب تجھ ثنا میں گر تصنیف

عجب نہیں جو فلک پر خطِ شعاعی دیکھ
اگر ورق پہ سرج کے لکھیں تری تعریف

لطیفہ وقت اُپر زیب بخش مجلس ہے
سدا گلاب میں ہرگز نہیں ہے بوے لطیف

عجب نہیں جو سجن کہربا ہو مجھ کھینچے
کہ مجھ کوں کاہ نمن عشق نے کیا ہے ضعیف

کیا ہوں بر میں اپس کے لباس عریانی
ولؔی برہ نے دیا یو قبا مجھے تشریف

۲۰۹

ترے فراق میں گل کر ایتا ہوا ہوں ضعیف
بجا ہے تن کوں اگر بال سوں کروں تردیف

چمن میں دہر کے ہرگز ہوا نہ مجھ معلوم
کہ کب ہے فصل ربیع و کہاں ہے فصل خریف

ترے رقیب کوں عاشق سوں کیو نکے دیوں نسبت
کہ فرق ان میں ہے جیوں فرق در کثیف و لطیف

تمیز سوں جو اگر مجھ طرف نگاہ کرے
تو شان حسن سوں بس ہے مجھے یہی تشریف

عجب نہیں جو مصنف پر آفریں بولے
ولؔی جو کوئی نے اس وضاں کی یو تصنیف

ردیف ق

۲۱۰

چڑھی دیکھی جو تجھ بھوں کی کماں قرباں ہوے عاشق
نشانِ ناوکِ مژگانِ خوں فشاں ہوے عاشق

خیال سرو بالا ہے گل گل زار خوبی سوں
چمن آسا بہار آراے باغِ جاں ہوے عاشق

مئے سرگشتگی سوں جام دل پر بس کہ رکھتے ہیں
بہ رنگِ ساغر گرداب سرگرداں ہوے عاشق

ز بس تیغ نگاہِ شوخِ سرکش کی ہے خوں ریزی
نگاہِ چشم قربانی نمط حیراں ہوے عاشق

بہ رنگ شمع بزمِ حسن میں ہے جب سوں توں روشن
پتنگ آسا ترے اوپر بلا گرداں ہوے عاشق

نہیں یو لالۂ صحرا دریا لہو کا بھرا ہوگا
زبس تجھ غم منیں انکھیاں سوں خوں باراں ہوے عاشق

تصور[1] دل میں کرتے ہیں ازبس حور و جنت کا
ولے رنگِ حنا سیتی بہارِ جاں ہوئے عاشق

ولؔی کر نقد دل اپنا نثار امرت بچن او پر
کہ جس جاں بخش جاں آگے غلام از جاں ہوے عاشق

٢١١

سجن[2] کے غم سوں ہوا خونِ دل مرا چو عقیق
ہزار حیف مرے پر ہوتا نہیں دو شفیق

رواں ہیں اشک مرنے روز و شب صنم کے دکھوں
ہوا ہوں بحرِ محبت منیں ہمیشہ غریق

خدا کے واسطے آ مل کہ عقل و ہوش گئے
نہیں قرار مجھے بن ملیں ترے اے رفیق

خمارِ ہجر مرے دل سوں سب نکال آ کر
نین سوں اپنے پلا یک دو جام صاحب رحیق

کسے غرض کہ کہے گل رخاں سوں حالِ ولؔی
اگر بادِ صبا کوں خدا دیوے توفیق

٢١٢

قولوا احبا بنا خامیں طریق
جانو اس راہ کوں سوکر تحقیق

تجھ دہن کا کلام وو بوجھے
حق نے بخشا ہے جس کوں فکر عمیق

---

[1] یہ شعر مخطوطہ ٢ میں زائد ہے۔
ایک دوسرے نسخہ میں بھی یہ شعر ہے۔
[2] یہ غزل ذاتی نسخہ ٢ میں ہے۔

دانہ ہو وے گا اس کمر کا پیچ　　دور کر دل ستی خیال دقیق
گرچہ ہے نشہ بادۂ نو میں　　بس ہے مجھ عشق کی شراب رحیق
اے ولؔی آرزو سدا ہے یہی　　کہ ملے مجھ سوں دو رفیق شفیق

ردیف ک

۲۱۳

شوق[۱] میں تیرے ہوں گرداں جیوں فلک　　رات دن ہے مدعا مج دل کا یک
دیکھنے کی آرزو دائم رکھوں　　آ دیکھا یک بارگی اپنی جھلک
دیکھ تیرے حال کوں گلشن منیں　　بھول جاوے سر و کوں اپنی لٹک
نور تارے رین کا برہم ہووے　　جوت سیں تج مکھ کی گر دیکھیں دمک
اے ولؔی ہر بو الہوس کا امتحاں
یاد کرتا ہے جبینِ زر پہ محک

۲۱۴

چہرے پہ ہے سجن کے عجب نور کی جھلک　　دیکھے سوں جس جھلک کے گئی بجلی کی چمک
ہے گرم رقص شوق منیں مونسِ فلک　　بولا ہوں جب سوں نغمۂ عشاق میں ملک
لاتا ہے نذر آئنۂ آفتاب کوں　　ہو مشتری جمال ترے کا سجن فلک
اس دور میں خلاصیٔ جاں ہے نپٹ کٹھن　　بانکی نین کے ہاتھ میں خنجر ہے ہر پلک
پوشیدہ کیوں جہاں میں رہے عشق صاف قلب　　ہے اس کے لعل لب کے اگے خوب و بد محک
طاقت ہے کس کوں رُخ پہ ترے کر سکے نگاہ　　خورشید سوں ادھک ہے ترے چہرے کی جھلک
کہتے ہیں شاعران زمن مجھ کوں اے ولؔی　　ہرگز ترے کلام میں ہم کو نہیں ہے شک

۲۱۵

اے صنم تیرے مکھ کی دیکھ جھلک　　منفعل ہے مدام شمسِ فلک
دیکھ تجھ میں جمال حق کا ظہور　　ہیں دعا گو فلک پہ سارے ملک

---

[۱] یہ غزل ذاتی نسخہ۲ میں ہے۔

دیکھ کر تجھ دہن کی تنگی کوں
عالماں کے پڑا ہے دل میں شک

لب ترے کا حقوق ہے مجھ پر
کیوں بھلاؤں میں دل سوں حقِ نمک

اے ولؔی جب نظر میں پیو آیا
ہوگیا سب وجود میرا حک

ردیف ل

۲۱۶

دیکھ تیرے سو یو کھبالے بال
رشک سوں جل گئے ہیں گالے گال

جب کہ ابرو کی تو کماں کھینچی
تیر مژگاں نے تب سنبھالے بھال

زلف کے پیچ دیکھ کر سنبل
پیچ ہور تاب میں ہے ڈالے ڈال

کئیں شکاریاں نے تجھ نگہ کا دام
دیکھ آتش میں غم کے جالے جال

اس ولؔی پر نظر رحم کی کرو
ہے یہ تقصیر دار بالے بال

۲۱۷

دل کی مچھلی پرسٹا تجھ برہ نے جنجال جال
دام میں تجھ نیہہ کے دل کا ہوا ہے حال حال

اے ستم گر عاشقاں پر یوں نہ کر جور وستم
خیر ہور شر کی حقیقت میں ہے یک مثقال قال

خط نہیں آغاز تجھ رخسار کے یو آس پاس
حسن کے لینے کو آئے ہیں یو استقبال بال

مفلساں کوں عاقبت کے گھر میں نئیں درکار زر
حق کی بخشش سوں انھوں کوں بس ہے نیک عمال مال

اے ولؔی حق کی طلب یو دولت عظمیٰ اہے
عشق سینے کے خزینے میں ہے مالا مال

۲۱۸

لب پہ دل بر کے جلوہ گر ہے جو خال — حوض کوثر پہ جیوں کھڑا ہے بلال
یو ہے عاشق اپس کی صورت کا — جیوں کہ حیراں ہے اُس اُپر تمثال
اُس مکھ کی شعاع کوں کرتا ہے — ہر صبح آفتاب استقبال
نہیں کچھ مال و زر کی مجھ کوں طمع — شوق سوں اس کے دل ہے مالا مال
اے وؔلی پی مےَ محبت کوں — گر ہے رمضان وگرمہِ شوال

۲۱۹

تیرے برہ کے پنتھ میں رسوا ہوے اتال
تیرے نین کی جوت سیں شیدا ہوے اتال
مجنوں صفت بہ جانب صحرا چلے نکل
دو نین میرے ہجر سیں دریا ہوے اتال
آ سُن لے مجھ سیں لذتِ نازک مہم کی راہ
اب ہم ہزار عارف و دانا ہوے اتال
ہوگی تمہاری لَو یہ ہمارے دماغ میں
اس ار گجی عبیر کے جو یا ہوے اتال
کیا سن کہ مجھ چلے ستی بد خو ہوا حریف
اُس کی لگن میں بے سرو بے پا ہوے اتال
ڈنکا فتح کا خوب بجایا دھن اوپر
او رنگ شاہ والی برجا ہوے اتال
زاہد نے بوجھ حال دل افگار یہ وؔلی
اب دلبروں کی بات سیں غوغا ہوے تال

۲۲۰

خوش بچن ہو مرا و دلال کلال — سب آدھر میں بھرا و دلال کلال
سبز رہتا ہوگا ہے سرخی پر — لعل یاقوت ہو وو لال کلال

کیا یہ اچپل ہرن و راوت ہیں　　خوش قداں میں یو سرو لال کلال

عشق میرا ہے پاک اے یاراں
ہے وؔلی کوں یو نت وو لال کلال

۲۲۱

شمع بزم وفا ہے امرت لال　　سرو باغِ ادا ہے امرت لال
ماہ نو کی نمن ہے سب کوں عزیز　　اس سبب کم نما ہے امرت لال
دل میرا کیوں نہ بند ہوا اس کا　　آج رنگیں قبا ہے امرت لال
خوش لباسی کی کیا کہوں تعریف　　وضع میں میرزا ہے امرت لال
اس سوں بے گانگی کبھو نہ کرے　　جس ستی آشنا ہے امرت لال
لعل تیرے بھرے ہیں امرت سوں　　نام تیرا بجا ہے امرت لال
اے وؔلی کیا لکھوں بیاں اس کا　　لطف میں دل ربا ہے امرت لال

۲۲۲

ہے آج خوش قداں میں کمال گوبند لال　　استاد چال سرد ہے چال گوبند لال
برجا ہے اس کے دل کوں کہوں گلشنِ بہار　　آتا ہے جس کے دل میں خیالِ گوبند لال
خوباں حیا سوں غرقِ عرق ہوں تو کیا عجب　　جس وقت جلوہ گر ہو جمالِ گوبند لال
ہے بس کہ بے مثال نہ دیکھا ہے خواب میں　　آئینۂ خیال مثالِ گوبند لال
کر اس دعا کوں وردِ زباں اے وؔلی مدام　　لطف خدا ہو شاملِ حالِ گوبند لال

۲۲۳

مدت ہوئی سجن نے دکھایا نہیں جمال　　دکھلا اپس کے قد کوں کیا نئیں مجھے نہال
یک بار دیکھ مجھ طرف اے عیدِ عاشقاں　　تجھ ابرواں کی یاد سوں لاغر ہوں جیوں ہلال
برجا ہے گر ہمن پہ تصدق ہو مشتری　　بولا ہوں تجھ جمال کوں پہ صنم کے برنگِ خال
وو دل، کہ تھا جو سوختۂ آتشِ فراق　　پہنچا ہے جاکے رخ پہ صنم کے برنگِ خال

ممکن نہیں کہ بدر ہو نقصاں سوں آشنا
لاوے اگر خیال میں تجھ حسن کا کمال

گر مضطرب ہیں عاشق بے دل عجب نہیں
وحشی ہوئے ہیں تیری انکھاں دیکھ کر غزال

فیضِ نسیم مہرو وفا سوں جہان میں
گل زار تجھ بہار کا ہے اب تلک بحال

کھویا ہے گل رخاں نے رعونت سوں آب و رنگ
گردن کشی ہے شمع کی گردن اُپر وبال

ہرگز نہ دیوے رسم وفا ہاتھ سوں ولی
یک بار اس غزل کوں سنے گر گوبند لال

۲۲۴

طالب ترے سو طالب مولا ہوے اتال
تب عاشقاں کی صف میں تماشا ہوے اتال

کئی دل زلف کے بند میں گرفتار ہیں ترے
ہوکر اسیر جگ منیں رسوا ہوئے اتال

تجھ کوں جگت میں حسن سوں نت آبرو رہے
خوبی ستی بہار لے دریا ہوے اتال

تیری انکھاں کو دیکھ جتے مرگ تھے چنچل
وحشی ہوا اُٹھ کے جانبِ صحرا ہوے اتال

جو تھے تماشا بیں دکن کے چمن منیں
تجھ گل اپر وہ بلبل شیدا ہوے اتال

تیری صفت کے بیچ جو کرتا ولی ختم
تو شعر اس کے جگ میں ہویدا ہوے اتال

۲۲۵

چمن میں گیا جب سوں دو نو نہال
ہوا سرو اس سرو قد سوں نہال

ہوئی تب سوں خاطر نشاں جب ستی
ترے تیر کی جب سیں پائی ہے بھال

موہا سرو نے گرچہ قمری کا دل
ترے قد کی لیکن نرالی ہے چال

مجھے یک گھڑی تجھ بنا چین نئیں
ترے بن ہے ہر آن سینے پہ سال

ترے عشق نے خم کیا ہے مجھے
مرے حال پر زلف تیری ہے دال

مرے دل کوں جیوں گوے گرداں کیا
کہوں کیا تجھ ابرو کے چوگاں کا حال

جہاں میں پھرا لیکن اے باحیا
نہ پایا[1] ہے آئینہ تیرا مثال

نہ ڈر روز محشر ستی سیدا !
کہ آل نبی پر نہ آوے وبال

---

۱ ک۔ دیکھا

طمع مال کی سر بسر عیب ہے
خیالات گنجِ جہاں سرسوں ٹال

بھروسا نہیں دولت تیز کا
عجب نہیں کہ تا ظہر آوے زوال

جب آیا غضب میں دو آتش مزاج
کیا آب عشاق کے دل کو گال

تجھے زلف صیاد دیتی ہے پیچ
نہ اس دام کے ہاتھ سوں دل کو جال

ولؔی شعر میرا سراسر ہے درد
خط وخال کی بات ہے خال خال

۲۲۶

میری نگہ کی رہ پہ اے فرخندہ فال چل
ہے روز عید آج اے ابرو ہلال چل

تیری نین کی دید کوں اے نور ہر نظر
شک نہیں اگر ختن ستی آویں غزال چل

ممکن نہیں ہے تن کی طرف اس کی بازگشت
جو دل گیا ہے دلبر دل کش کی نال چل

پیتم کی زلف پیچ وسا مجھ سوادِ ہند
اس راہ مار پیچ میں اے دل سنبھال چل

وحدت کے مے کدے میں نہیں بار ہوش کوں
اس بے خودی کے گھر کی طرف سدھ کوں ڈال چل

اے بے خبر اگر ہے بزرگی کی آرزو
دنیا کی رہ گزر میں بزرگاں کی چال چل

گر عاقبت کے ملک کی خواہش ہے سلطنت
خوش خصلتی کے ملک میں اے خوش خصال چل

مرشد کی منزلت کا اگر عزم جزم ہے
سایہ نمط تو پیر کے دائم دنبال چل

آیا تری طرف جو ولؔی تو عجب نہیں
آتے ہیں تجھ گلی منیں صاحب کمال چل

۲۲۷

بیگ درس دے نہ دے مکھ پہ اے چنچل آنچل
جیو مراہت لے نہ لے رسم فریب و دغل

مجھ پہ نظر کر نہ کر بات رقیباں ستی
بیت مری سن، نہ سن دوسرے کی جا غزل

میرے نزک آ، نہ آ رکھ کے وہم دل منیں
جی میں وفا دھر نہ دھر سینے میں خوف وخلل

ظلم سے دل دھو، نہ دھو مہر کے پانی سوں ہاتھ
موم صفت ہو نہ ہو کوہ من تو اٹل

قول مجھے دے، نہ دے رسم وفا ہاتھ سوں
آ ولؔی سوں مل نہ مل کس سوں اے شیریں شکل

۲۲۸

کروں کس کن عزیزاں ! جاکے درد بے نشانِ دل
نہیں یک گوش محرم تا سنے آہ وفغانِ دل

غبار خاطر غم ناک سوں مجھ پر ہوا ظاہر
کہ غیر از درد دوجا نہیں ہے بارکاروانِ دل

ہوئی ہے بند تب سوں راہ اظہارِ شکایت کی
خیال خال خوباں جب سوں ہے مہر دہانِ دل

پڑی تجھ زلف کافر کیش پر جب سوں نظر میری
صنم تب سوں گئی ہے ہاتھ سوں دل کے عنانِ دل

بیانِ سینہ چاکاں اے ولی کیوں کر سُنے ہریک
کہ بوے گل سوں نازک تر ہے آہنگ زبانِ دل

۲۲۹

پیتم کے جمال پر لگا دل
اب زندگی مجھ پہ ہوئی ہے مشکل

تجھ نین میں اس قدر ہے سختی
گویا کہ رکھے ہیں دل اوپر سل

صیاد بجاے دانہ و دام
کیتا ہے درست زلف اور تل

نہیں کوی نظیر جگ میں تیرا
تجھ حسن پہ فیض حق ہے نازل

تجھ عشق میں اے بلال ابرو
جیوں بدر ولی ہوا ہے کامل

۲۳۰

تجھ بے وفا کے سنگ سوں ہے پارہ پارہ دل
ریزش میں تجھ جفا سوں ہے مثل ستارہ دل

لرزاں ہے تب سوں رعشۂ سیماب کی نمط
جب سوں تری پلک کا کیا ہے نظارہ دل

تجھ مکھ کے آفتاب کی گرمی کوں دیکھ کر
جل شوق کی اگن سوں ہوا جیوں انگارہ دل

بے شک شفاے خاطر بیمار ہو تدھاں
تجھ لب کے جب طبیب ستی پاوے چارہ دل

اترے اگر ولی کے سینے کے محل میں تو
دیکھے ترے جمال کوں پھر کر دوبارہ دل

۲۳۱

عبارت تجھ زُلف سوں ہے تسلسل
ہوا تیری کمر میں گم تامل

ترے مکھ کے چمن کوں یاد کر کر
دیا لالے نے اپنے دل اُپر گل

دِسے تجھ حسن کے دریا پہ جیوں موج
اگر رخسار پر چھوٹے یو تل

ترے رخسار ولب کوں دیکھ اے شمع
ہوے پروانہ ہر طوطی وبلبل

میں دیکھا ہوں نگاہِ دل سوں اے شوخ
تری انکھیاں سے بے جا ہے تغافل

کیا اس دور میں اے جلوہ بدمست
تری انکھیاں نے کارِ نشۂ مل

ہوا زنجیر بند اے دام عشاق
تری زلفاں کے ہر حلقے میں سنبل

ولی تیری گلی کوں دیکھ بولیا
یہی ہے ہند اور کشمیر و کابل

۲۳۲

تجھ مکھ اُپر ہے رنگ شراب[1] ایاغِ گل
تیری زُلف ہے حلقۂ دود چراغِ گل

معشوق کوں ضرر نہیں عاشق کی آہ سوں
بجھتا نہیں ہے بادِ صبا سوں چراغِ گل

رہتا ہے دل مدام کے تفحص میں رات دن
ہے کارِ عندلیب ہمیشہ سراغِ گل

عاشق مدام حال پریشاں سوں شاد ہے
آشفتگی کے بیچ ہے دائم فراغِ گل

تجھ داغ سوں ہوا ہے چمن زار دل مرا
اے شوخ آ کے دیکھ تماشاے باغِ گل

جلتے ہیں پیو کے شوق سوں عشاق رات دن
ہے دل میں بلبلاں کے شب وروز داغِ گل

یوں تجھ سخن میں نشۂ معنی ہے اے ولی
جیوں رنگ وبو کی مے سوں ہے لبریز ایاغِ گل

۲۳۳

اے شمع تو روشن کیا جب انجمنِ گل
اپنے گل مقصود کوں پایا چمنِ گل

اے غنچہ وہاں نام ترا جب سوں لیا ہوں
اس آن سوں خوش باس ہوا ہے دہنِ گل

---

[1] ا۔م۔۳ شباب

بازار میں شاید کہ کرے سیر سری جن — اس واسطے بازار ہوا ہے وطنِ گل
تجھ ناز کی تلوار نے جب سوں کیا زخمی — ہے تب ستی آلودۂ خوں پیرہنِ گل
مجھ دل پہ ولؔی دلبرِ رنگیں کی حقیقت — مخفی نہیں بلبل کے اُپر جیوں سخنِ گل

۲۳۴

تجھ زلف اور دہن میں ہے مختصر مطوّل
تو صاحبِ درس ہے بوجھا ہوں روز اوّل
گل زار میں نکل کر گل گشت اگر کرے توں
تجھ گل بدن کے دیکھے سب گل پڑیں گے گل گل
جگ کے مصوراں سب تصویر دیکھ تیری
حیرت میں جا پڑے سو لکھنا رہا معطل
تجھ سرد قد کوں دیکھے نقاش نقش بھولے
پھر نقش کا ڑھنا سو اُن کوں ہوا ہے مشکل
یو درک مرگ دیکھے سو مرگ کاہو طالب
یو خاک تجھ قدم کی سٹ کر مقام جنگل
ہر جنس کا معما بوجھا گیا ہے لیکن
تجھ راز کا معما جگ میں رہا ہے لاحل
خوش بو بدن پہ تیری زلفاں نہیں ہیں چونڈھر
کالے بھجنگ مل کر گھیرے درخت صندل
ساری سکھاں نے مل کر کیا بے خطا دیا ہے
تجھ نازنیں موہن کی انکھیاں میں خط کا کاجل
اے شوخ چشم عالم سن بات گوش دل سوں
تجھ بے وفا کے غم سوں دائم ولؔی ہے بے کل

ردیف م

۲۳۵

تجھ شاہ خوباں کے ہوے کئی صاحب اکرام رام
تجھ حسن کے دیوان سوں پاتے ہیں کئی احکام رام

تجھ درس کا کئی برس سوں مشتاق ہوں
دے شیشۂ لب سوں کدھی یک خیریت انجام

گل کر پڑیں گے گل نمن بے شک گلستاں کے بھتر
تجھ گل بدن کے حسن کوں گر ٹک کریں گل فام فام

ہر مرغ دل کوں آپنے لاکر کریں گے بند
دیکھیں گے پھر گھر بھر نظر تجھ زلف کا خدام

تجھ زلف نے جو دائرے باندھے صفا رُخسار پر
دیکھے نہیں اس شان کا کوئی صاحب اسلام لام

تجھ نین کے خنجر سوں ہے مجروح دل عشاق کا
تیری نگہ کی تیغ سوں ہیں صاحبِ سنگرام

تن کے ملک میں اے ولؔی تجھ عشق کے حاکم نے آ
دل کی رعیت سوں لے کر چوکھا کیا ہے دام دام

۲۳۶

ناز مت کر تجھے ادا کی قسم
بے تکلف ہو مل خدا کی قسم

زلف و رخ ہے ترا جو لیل ونہار
مجھ کوں واللیل والضحیٰ کی قسم

سرو قد کوں کشیدہ قامتِ یار
راست بولیا ہوں تجھ ادا کی قسم

مصحفِ رخ ترا ہے صورتِ فجر
مجھ کوں والنجم اذا ہویٰ کی قسم

ظلم مت کر سجن ولؔی اوپر
تجھ کوں ہے شاہِ کربلا کی قسم

۲۳۷

خیر خواہاں میں ہوں خدا کی قسم　　مان اس صادق آشنا کی قسم
کم نمائی کوں مدعا کر کر[۱]　　مت کہیں جا تجھے حیا کی قسم
دیکھ اے شوخ تیری بے باکی　　خوف میں ہوں سدا رجا کی قسم
یک قدم چھوڑ کر نہ جاؤں گا　　مجھ کوں ہو تیری خاک پا کی قسم
لطف سوں آطرف شہیدوں کے　　تجھ کوں ہے شاہِ کربلا کی قسم
بس کہ رکھتا ہوں تجھ قدم کی یاد　　دل ہوا خوں مراحنا کی قسم
عاشقوں کوں نہیں ہے موت سوں کام　　مرقدِ پاک اولیا کی قسم
خاکساری ہے حق آگے منظور　　خاکِ درگاہِ مصطفاﷺ کی قسم
دل سوں اپنے نکال وہم وخطر　　راہ سیدھی ہے رہنما کی قسم
اے ولی علم سوں یہ حاصل ہے　　گلِ گل زار ''ہل اتیٰ'' کی قسم

---

[۱] م۔۱۳۱ کر کے

ردیف ن

۲۳۸

میٹھا بچن بولے اگر دو دلبرِ شیریں زباں
ہو ماہ مصری جیوں شکر آبِ خجالت میں نہاں

زہرہ جبیناں خلق کے آویں بہ رنگِ مشتری
گر ناز سوں بازار میں نکلے دو ماہِ مہرباں

اے نورِ چشمِ عاشقاں تیری صفت کرنا سکے
گر مردمِ بینا کوں ہو مانندِ مژگاں صدزباں

پڑھنا مطوّل کا کیا اُن نے درس میں مختصر
تیری زباں سوں جو سنا علمِ معانی کا بیاں

دیکھا ہوں دریائے جنوں تجھ آشنائی میں پیا
ہے پردۂ چشمِ پری کشتی کوں میری بادباں

دل بند ہے غنچہ نمط تیرے دہن کی فکر میں
ہے تجھ لباں کی یاد سوں ہر اشک رنگ کر ارغواں

تیری نگہ کے تیر سوں زخمی ہوا پیرِ فلک
تیری بھواں کے سہم سوں خم ہے کمانِ آسماں

انجھواں کی سرخی دیکھ کر یاقوت ہے خونیں جگر
ہور زعفراں ہے زرد رو دیکھے سوں رنگِ عاشقاں

اے نو بہارِ خوش لقا جب سوں ہوا ہے تو جدا
تجھ بن ہے دل کے باغ میں اوّل سوں آخر لگ خزاں

نس دن سجن تجھ ہجر میں رہتے ہیں باب چشم وا
تا دزد خواب آوے نہیں پتلی ہو اُن میں پاسباں
یوں دوستاں کے ہجرسوں داغاں میں سینے پر ولی
صحرا کے دامن کے اُپر جیوں نقش پاے رہرواں

۲۳۹

کیوں نہ ہووے عشق سوں آباد سب ہندوستاں
حُسن کی دہلی کا صوبہ ہے محمد یارخاں
پیچ وتابِ بیدلاں اس وقت پر بے جا نہیں
لٹ پٹی دستار سوں آتا ہے وونازک میاں
دل ہوئے عشاق کے بے تاب مانند سپند
جب وو نکلے[۱] ہو سوارِ تازیٔ آتش عناں
کیوں نہ ہو بے تابیٔ عشاق کا بازار گرم
ہے نگاہِ شوخ سرکش فتنہء آخرزماں
جس طرف ہو جلوہ گر وہ آفتابِ بے نظیر
صبح کے مانند ہووے رنگ روے گل رخاں
کب نظر آوے گا یا رب وہ جوان تیر قد
جس کے ابرو کے تصور نے کیا مجھ کوں کماں
اے ولؔی گر مہرباں ہو وہ چمن آرائے حُسن
خاطرِ ناشاد ہووے رشکِ گل زارِ جناں

۲۴۰

یو خط تجھ مکھ کے گلشن میں دسے جیوں سبزۂ ریحاں
ورق پر حسن کے دیکھو لکھے ہیں یو خطِ ریحاں

---

[۱] م۔ا نکلیا

جو تجھ خط کی غلامی میں کیا ہے ترک فرماں کوں
تو اس کا باغ کے بھیتر رکھے ہیں ناؤں نافرماں
جو تجھ یاقوت لب کا خط ہوا مشہور عالم میں
رہا یاقوت خط لے کر اپس کا جگ میں ہے حیراں
ترا خط دائرہ ہے جیم کا اور خال ٹھوری پر
بلا شک جیم کا نقطہ ہوا ہے اہل سخن واں جاں
ولیؔ یہ دائرہ خط کا ہے اس حسن کا قلعہ
سو اس قلعے منیں دیکھو تجلی ہے شہ شاہاں

۲۴۱

تجھ قد اُپر جب سوں پڑی جگ میں نگاہِ عاشقاں
تب سوں گئی طوبیٰ تلک جیوں تیر آہِ عاشقاں
جب[1] سوں ترا مکھ دیکھ کر معشوق سب عاشق ہوئے
تب سوں تو ملکِ حسن میں ہے بادشاہِ عاشقاں
ساعت شناساں دنگ ہیں عشاق کے احوال میں
یک یک گھڑی تجھ ہجر کی ہو سال وماہِ عاشقاں
پہنچے ہیں منزل سالکاں تجھ حسن کے پر تو سیتی
یہ نور تیرا اے سجن ہے شمع راہِ عاشقاں
وہ یوسف کنعاں دل کس کارواں میں ہے ولیؔ
جس کے زنخداں کوں جگت بولے ہیں چاہِ عاشقاں

۲۴۲

ہے نازنیں صنم کا زلفاں دراز کرناں فتنے کا عاشقاں پر دروازہ باز کرناں
دل لے گیا ہے میرا پھر مانگتا ہے جی کوں بر جا ہے نازنیں کوں عاشق پر ناز کرناں
اے قبلہ رو دسے ہے محراب تجھ بھواں کی واجب ہوا انکھاں سوں اب جانماز کرناں
کیوں کر چھپا سکوں میں تجھ درد کی حقیقت ہے کام آہِ دل کا افشائے راز کرناں

---

[1] ک۔ جیوں مکھ ترا ہو۔

ایسا بسا ہے آکر تیرا خیال جیو میں — مشکل ہے جیوسوں تجھ کوں اب امتیاز کرناں
ہے منحصر اسی میں عاشق کی سرخ روئی — خدمت میں گل رُخاں کی جیوسوں نیاز کرناں
میں عشق سوں کیا ہوں تجھ دل کوں نرم آخر — ہر اک کا کام نہیں ہے آہن گداز کرناں
یک بارگی رقیب بدخوکی بات سُن کر — بے جا ہے پاک بیں سوں یوں احتراز کرناں
دروادئی حقیقت جن نے قدم[۱] رکھا ہے — اول قدم ہے اس کا عشقِ مجاز کرناں
ہے پہنچنے کا سامان کعبے کوں مدعا کے — دریائے عاشقی میں دل کو جہاز کرناں

شاید غزل ولی کی لے جا اسے سنادے
اس واسطے بجا ہے مطرب سوں ساز کرناں

۲۴۳

قسمت تری ہے حق پہ نہ ہونا امیدیاں — نہیں اس قفل کوں غیر توکل کلیدیاں
سختی کے بعد عیش کا امیدوار اچھا — آخر ہے روزہ دار کو اک روز عید یاں
ظلمات میں یہ غم کے ملے گا تجھ آبِ خضر — دامن تلے ہے رات کے روز سفیدِ یاں
سب کام اپس کے سونپ کے حق کو نچنت ہو — یہ ہے تمام مقصدِ گفت وشنید یاں

حاجت اپس کی کہنہ و نواس سوں کہہ ولی
محتاج جس نزیک ہیں قدیم وجدیدیاں

۲۴۴

سجن تجھ انتظاری میں رہیں نس دن کھلی انکھیاں
مثالِ شمع تیرے غم میں رو رو بہ چلی انکھیاں
ہوئی جیوں جلوہ گر تجھ یاد سوں مجھ دل میں بے تابی
تپیں شعلہ نمن گرمی سوں غم کے تلملی انکھیاں

۱۔ یک نظر

جدائی جب سوں ہُئی ظاہر تدھاں سوں بوجھتا ہو یوں
ترے بن تیل کے جیوں میل سرمے کی سلی انکھیاں
ترے بن رات دن پھرتیاں ہوں بن بن کشن کے مانند
اپس کے مکھ اُپر رکھ کر نگہ کی بانسلی انکھیاں
نزک میرے کرم سوں تا کہ آوے بے حجاب ہوکر
تماشے میں ترے جیوں آرسی ہیں صیقلی انکھیاں
تری نیناں پہ گر آہو تصدق ہو تو اچرج نئیں
کہ اس کون دیکھ کر گلشن میں نرگس نے ملی انکھیاں
اِتی خواہاں ہیں تجھ حُسن و ملاحت ہور لطافت کی
کہ گویا دل میں رکھتیاں ہیں سدا فکر ولی انکھیاں

۲۴۵

جیوا[۱] کوں نس دن تج بنا بے قراری ہے سجن
ورد میرا غم میں تیرے آہ وزاری ہے سجن
سبزۂ تر کیوں نہیں پلکاں کا تیرے عشق میں
نین کے چشمے سوں نس دن آب جاری ہے سجن
دور اس کے جال سوں کیوں کر کروں میں اضطراب
شوق تیری سوں مجھے بے اختیاری ہے سجن
کوئی نہیں واقف کہ تا بوجھے میرے دل کی جلن
تج نگہ کا تیر میرے دل میں کاری ہے سجن
رحم کر اپنے کرم سوں ٹک ولی کی جان پر
تج نین کی یاد سوں یو یاد گاری ہے سجن

---

[۱]۔ یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے۔

۲۴۶

قرار نئیں ہے مرے دل کوں اے سجن تجھ بن
ہوئی ہے دل میں مرے آہ شعلہ زن تجھ بن
شتاب باغ میں آ اے گل بہشتی رو
کہ بلبلاں کوں جہنّم ہوا چمن تجھ بن
قرار کب ہو میسر ترا اے زہرہ جبیں
ہر ایک آن ہے مجھ حق میں سو قرن تجھ بن
چمن کی سیر سوں نفرت ہے اس سبب کہ مجھے
سفید داغ سوں مکروہ ہے سمن تجھ بن
اے رشک چشمۂ خضر اپنے مکھ کی شمع دکھا
کہ ہے یہ صورتِ ظلمات انجمن تجھ بن
نہ کر تغافلی اے مصرِ حُسن کے یوسف
مثال دیدۂ یعقوب ہیں نَین تجھ بن
ولؔی یہ دل کی حقیقت بیان کیونکے کروں
گرہ ہوا ہے زباں پر مری سخن تجھ بن

۲۴۷

دل ہوا ہے مرا خرابِ سخن
دیکھ کر حُسنِ بے حجابِ سخن
بزم معنی میں سر خوشی ہے اسے
جس کوں ہے نشہء شرابِ سخن
راہِ مضمونِ تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے بابِ سخن
جلوہ پیرا ہو شاہدِ معنی
جب زباں سوں اٹھے نقابِ سخن
گوہر اس کی نظر میں جا نہ کرے
جن نے دیکھا ہے آب و تابِ سخن
ہر زہ گویاں کی بات کیونکے سنے
جو سنا نغمہء ربابِ سخن

ہے تری بات اے نزاکت فہم — لوح دیباچہء کتابِ سخن
ہے سخن جگ منیں عدیم المثل — جز سخن نہیں دو جا جوابِ سخن
لفظ رنگیں ہے مطلعِ رنگیں — نور معنی ہے آفتابِ سخن
شعر فہموں کی دیکھ کر گرمی — دل ہوا ہے مراکبابِ سخن
عرؔفی و انورؔی و خاقاؔنی — مجکوں دیتے ہیں سب حسابِ سخن

اے ولؔی دردِ سر کبھو نہ رہے
جب ملے صندل و گلابِ سخن

۲۴۸

تری زُلف سوں ہر اک نس ہوں بے قرار سجن
ہوا ہوں شانہ صفت غم سوں دل فگار سجن
جواہراں پہ ہیں غالب ترے یہ ناخن سر
حنا سوں اس کے اُپر پھر نہ کر نگار سجن
تری انکھاں کے نشے ہوں مدام گلشن میں
نَین میں نرَگس شہلا کے ہے خمار سجن
صبح پہ وعدہ نہ کر آج مجھ کوں دے دیدار
ترے بچن کا نہیں مجھ کوں اعتبار سجن
اپس کی مکھ کی طرف دیکھ کر کرم[ا] فرما
نہ کر زُلف کی اشارت سوں مار مار سجن
تری بہار کے فیض ہوا سوں عالم میں
کھلے ہیں گل کی نمن جگ کے گل عذار سجن
ولؔی نثار ہے تجھ پر تو اُس پر مہرسوں دیکھ
یو بات تجھ کوں کہاں ہوں میں لاکھ بار سجن

[ا] ک۔نظر

۲۴۹

جگ میں ہے جلوۂ بہار سجن — ہر چمن میں ہے افتخار سجن
ہر طرف دیکھ لالہ زار بہشت — آہوے دل ہوا شکارِ سجن
کر نظر اس قد دو بالا کوں — سر و گلشن میں ہے نثار سجن
کیا بلا حسن اس کا دلبر ہے — کہ ہوا ہوں میں بے قرار سجن
راز دل کا کسے کروں ظاہر — کم تغافل ہے نت شعار سجن
خوب رویانِ ملک ہندوستاں — بے تکلف ہیں پیشکار سجن

اے ولؔی حرفِ آخری یہ ہے
قتل کرتا ہے انتظار سجن

۲۵۰

سب چمن کے گل رخاں کا تو ہے زیب اے گل بدن
گل بدن تجھ سانہ دیکھا گرچہ دیکھا سب چمن
انجمن میں تجھ وراں دو جا نہیں کوئی زیب رو
زیب رو سو تو نج ہے مانند شمع انجمن
خوش بچن تیرے فصاحت میں ہے مشتائے وقت
وقت گر پاؤں تو تجھ مکھ سوں سنوں میں خوش بچن
برہمن تجھ مکھ کوں دیکھا پاس ہند و زلف کے
زلف کے تاراں جنیو کرکے سمجھا برہمن
دھن کے کالاں پر یہ بالاں کوں جو دیکھا مثل کال
گال نے اس خال کوں محبوب سمجھا مال و دھن
تجھ ذقن کی لذتوں میں محو پایا سیب کوں
سیب کوں ہے چاہ تب سوں جب سوں دیکھا تجھ ذقن
کئی جتن سوں شعر یو بولا ہوں ولی سن شوق سوں
شوق سوں جو ہر نمن رکھ اس کوں کرکے کئی جتن

٢٥١

مجھ کوں[۱] ہے دار الامن پیو کا نقشِ چرن
پیو کا نقش چرن مجھ کوں ہے دار الامن

پیو کا شیریں بچن مجکوں ہے آب حیات
مجکوں ہے آب حیات پیو کا شیریں بچن

اے مہِ سیمیں بدن مکھ کوں اپس کے دکھا
مکھ کوں اپس کے دکھا اے مہِ سیمیں بدن

مجھ سوں گیا ما و من دیکھ کے تیرے نین
دیکھ کے تیرے نَین مجھ سوں گیا ما و من

تجھ سوں لگی ہے لگن اے گلِ باغ حیا
اے گل باغِ حیا تجھ سوں لگی ہے لگن

زلف تیری برہمن مکھ ہے ترا آفتاب
مکھ ہے ترا آفتاب زلف تیری برہمن

دستہء گل ہے سجن سن یو سخن اے ولؔی
سن یو سخن اے ولؔی دستہء گل ہے سجن

٢٥٢

ہوا ہے جب سوں ترا تل سوار آتشِ حسن
سپندوار ہے دل بے قرار آتشِ حُسن

یو خط کوں دود نمن دیکھ کر ہوا معلوم
کہ گرم پھر کے ہوا روزگارِ آتشِ حُسن

ہنوز حسن کی گرمی بجا ہے اے گل رو
خط سیاہ ہے تیرا حصارِ آتشِ حُسن

دو شمع بزم ادا بر میں کر لباس زری
ہے آفتاب نمن شعلہ زار آتش حُسن

نہیں ہے کسوتِ زر شعلہ قد کے قد اوپر
یہ ہر طرف سوں اٹھے ہیں شرار آتشِ حُسن

سجن کوں دیکھ کے دشوار ہے بجا رہنا
نگاہ تیز نگاہاں ہے خار آتشِ حُسن

ولؔی کیا ہوں نظر بس کہ اس پری روپر
ہوا کباب نمن دل شکارِ آتشِ حُسن

٢٥٣

گریۂ عشاق سوں خنداں ہے باغِ بزمِ حسن
مغز پر دانہ سوں روشن ہے چراغِ بزمِ حسن

کیوں نہ ہووے عاشقاں کوں نشہء دیوانگی
گردشِ چشمِ پری سوں ہے ایاغِ بزمِ حسن

عاشقاں اس آتشیں رخسار کے چہرے اُپر
پیچ و تابِ زلف ہے دودِ چراغِ بزمِ حسن

---

[۱] یہ غزل ذاتی نسخہ ۲ میں ہے۔ م۔۳ میں ابتدائی ۲ شعر ہیں

بے خبر ہیں تجھ گلی سوں اس سبب اے گلبدن — بلبلاں کرتی ہیں گلشن میں سراغِ بزمِ حسن
حسن کی مجلس کوں جب روشن کیا و شمع رد — خوب رویاں سب ہوئے جیوں لالہ داغ بزمِ حسن
آتش غیرت سوں گل پانی ہوا ہے مغز شمع — دو صنم جب سوں ہوا عالی دماغِ بزمِ حسن
صرف کیتا ہے ولی عالم منیں نقاش طبع
عیش کی تصویر میں رنگِ فراغِ بزمِ حُسن

۲۵۴

عاشق کے مکھ پر نین کے پانی کو دیکھ توں — اس آرسی میں رازِ نہانی کوں دیکھ توں
سن بے قرار دل کی اول آہ شعلہ خیز — تب اس حَرَف میں دل کو معافی کوں دیکھ توں
خوبی سوں تجھ حضور شمع دم زنی میں ہے — اس بے حیا کی چرب زبانی کوں دیکھ توں
دریا پہ جا کے موج رواں پر نظر نہ کر — انجھواں کی میرے آکے روانی کوں دیکھ توں
تجھ شوق کا جو داغ ولی کے جگر میں ہے
بے طاقتی میں اس کی نشانی کوں دیکھ توں

۲۵۵

یک بار مری بات[1] اگر گوش کرے توں — ملنے کوں رقیباں کے فراموش کرے توں
ہے بس کہ تری نین میں کیفیتِ مستی — یک دید میں کونین کوں بے ہوش کرے توں
اے سرو گل اندام اپس نقشِ قدم سوں — بر جا ہے اگر صحن کوں گُل پوش کرے توں
غیرت سوں کرے چاک گریبان دل پُرخوں — گر گل کی حمائل کوں ہم آغوش کرے توں
اے جانِ ولی وعدۂ دیدار کوں اپنے
ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کرے توں

۲۵۶

چلنے منیں اے چنچل بانی لجاوے توں
بے تاب کرے جگ کوں جب ناز سوں آوے توں

---

[1] ا۔م۔۳۔عرض

یک بار گی ہو ظاہر بے تابیٔ مشتاقاں
جس وقت کہ غمزے سوں چھاتی کوں چھپائے توں
گویا کہ شفق پیچھے خورشید ہوا ظاہر
جب اوڑھ میں پردے کی چہرے کوں دکھاوے توں
لولیٔ فلک مکھ میں انگشت تحیّر لے
جب پاؤں نزاکت سوں مجلس میں نچاوے توں
عشاق کی شادی کی اس وقت بجے نوبت
مردنگ کی جس ساعت آواز سناوے توں
یک تان سنانے میں جی تان لیا سب کا
اب دل سوں بکیں سارے گر بھاؤ بتاوے توں
تو بائے ریائی سوں شاید کہ کرے توبہ
اس وقت ولؔی کوں گر بھر جام پلاوے توں

۲۵۷

خوبیٔ اعجازِ حسنِ یار اگر انشا کروں
بے تکلف صفحہء کاغذ ید بیضا کروں
پونچتی تیئں کعبہ مقصود کوں کشتیٔ چشم
فیض سوں انجھواں کے دریا کوں مگر پیدا کروں
جیوں نسیم اب لگ سبک روئی مجھے حاصل نہیں
کس طرح اس غنچۂ بند قبا کوں دا کروں
کیا کہوں تجھ قد کی خوبی سردعریاں کے حضور
خود بہ خود رسوا ہے اس کوں پھر کے کیا رسوا کروں
ہندوے زلف پری روہے پریشانی فروش
بیچ دیوے مجھ کوں سودے میں اگر سودا کروں
سنگ دل کے دل پہ ہووے نقش جیوں نقش نگیں
آہ جالے کر قلم جب درد کوں انشا کروں
سر کروں جب وصف تیرے جامۂ گلرنگ کے
جامہ زیباں کوں برنگ صورت دیبا کروں
رات کوں آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب
زیور لب ذکرِ ''سبحان الذی اسریٰ'' کروں
آرزو دل میں یہی ہے وقت مرنے کے ولؔی
سر و قد کوں دیکھ سیرِ عالمِ بالا کروں

۲۵۸

بھڑکے ہے دل کی آتش تجھ نیہ کی ہوا سوں   شعلہ نمط جلا دل تجھ حسن شعلہ زا سوں
گل کے چراغ گل ہو یک بار جھڑ پڑیں سب   مجھ آہ کی حکایت بولیں اگر صبا کوں
نکلی ہے جست کر کر ہر سنگ دل سوں آتش   چقماق جب فلک کی جھاڑا ہے تو ادا کوں
سجدہ بدل رکھے سر، سرتا قدم عرق ہو   تجھ با حیا کے پگ پر آ کر حنا حیا کوں

یہاں درد ہے پرم کا بے ہودہ سر کہے مت
یہ بات سن ولی کی جا کر کہو دوا سوں

۲۵۹

میری طرف سوں جا کے کہو اس حبیب سوں
گر[۱] مجھ کوں چاہتا ہے تو مت مل رقیب سوں
مت خوف کر تو مجھ سوں اے دلدار مہرباں
آزار نین ہے گل کوں کبھوں عندلیب سوں
مت راہ دے رقیب سیہ رو کوں اے صنم
واجب ہے احتراز بلائے مہیب سوں
پوچھو نکو طبیب کوں مجھ درد کا علاج
بیمار کوں برہ کے غرض تیئں طبیب سوں
اس بے وفا کی طرز سوں شکوہ نہیں ولی
ہے جنگ رات دیس مجھے مجھ نصیب سوں

---

[۱] ا۔م۔۳ گر مجھ عشق ہے۔

۲۶۰

تجھ مکھ کی جھلک دیکھ گئی جوت چندر سوں
تجھ مکھ پہ عرق دیکھ گئی آب گہر سوں
شرمندہ ہو تجھ مکھ کے دکھے بعد سکندر
بالفرض بنادے اگر آئینہ قمر سوں
تجھ زلف میں جو دل کہ گیا اس کوں خلاصی
نئیں صبح قیامت تلک اس شب کے سفر سوں
ہر چند کہ وحشت ہے تجھ انکھیاں سستی ظاہر
صد شکر کہ تجھ داغ کوں الفت ہے جگر سوں

اشرف کا یو مصرع وؔلی مجکوں ہے دل چسپ
الفت ہے دل و جاں کو مرے پیم نگر سوں

۲۶۱

باندھا ہے جو دل جگ میں اس نورِ نظر سوں
دیکھا ہے وہ دریا کوں اپس دیدۂ تر سوں
خوں ریزیٔ عشاق ہے موقوف اُسی پر
شمشیر کوں باندھا جو کوئی سوے کمر سوں
پتلی دنگہ سوں یو ترا غمزۂ خوں خوار
آیا دل عشاق طرف تیغ و سپر سوں
یک تل نہیں آرام مرے دل کو ترے باج
اے نور نظر دور نہ ہو میری نظر سوں

اُس لب کی حلاوت ہے وؔلی طبع میں میری
تب شعر مرا جگ منیں میٹھا ہے شکر سو ں

۲۶۲

پڑیاہے رشک میں سورج رخِ سیّد معالی سوں
رہا ہے زرد ہو ہو چندر اس کے لب کی لالی سوں
دیا ہے داغ لالا نے اپس دل رشک سیں دیکھو
جو دیکھا اس کے پر جامہ اتے رنگ گلابی سوں
خجل ہوئی دیکھ کر اس کے چمن میں غنچۂ لب کوں
چنبیلی کی ہری کلیاں ہر ایک گلبن کی ڈالی سوں
چلے جب انجمن میں وو یقیں ہے اس کے پاداں سوں
اُٹھیں ہو ہو کے سب زندے عزیزاں نقش فانی سوں

کشش تل اس کے چہرے کی کہاں جرأت بشر کی ہو
عطا رو جب ہوا حیراں اپس کی فکر عالی سوں
شب تاریک کوں جا گہ کہاں ہے اس کے گھر بھیتر
پڑے جب چوکنیں چندنا یو اس مکھ کی اجالی سوں
ہوا ہوں عاشقی کے ملک کا میں جب ستی صوبہ
چلے مغزول ہو بختاں مرے تس دن بحالی سوں
ولی توں شعر اپنے کی نہ کر تعریف ہر کس کن
ہنسے گا تجھ پہ بے غایت گہر کوئی خیالی سوں

۲۶۳

باندھا ہے میری جیو کوں تجھ موئے کمر سوں
دیکھا ہوں اُسے جب ستی وقت کی نظر سوں
پہنچی ہے مری فکر بلندی سوں فلک پر
تجھ قد کی جو تعریف کیا اس کے اثر سوں
ہے بس کہ ترے رنگ میں صافی و لطافت
لکھتا ہوں ترے وصف کوں میں آب گہر سوں
انکھیاں سوں ہوا پیو جدّا جب ستی میری
جاتے ہیں مرے اشک گیا پیو جدھر سوں
تجھ ہجر میں داماں و گریباں و رُمالاں
شاکی ہیں ہر اک رات مرے دیدۂ تر سوں
ہیں مغز میں پستے کی نمن تل کے سبب یوں
گویا یہ لباں لے کے گئے گوے شکر سوں
پڑھتے ہیں ولی شعر ترا عرش پہ قدسی
باہر ہے تری فکرِ رسا حدِّ بشر سوں

۲۶۴

جب سوں دل باندھا ہے ظالم تجھ نگہ کے تیر سوں
تب سوں رم نے رم کیا رمنے کے ہر نخچیر سوں
بے حقیقت گرم جوشی دل میں نئیں کرتی
شمع روشن کیونکے ہو وے شعلۂ تصویر سوں
جگ میں اے خورشید رو وہ چرخ زن ہے ذرہ وار
جن نے دل باندھا ہے تیرے حسنِ عالم گیر سوں

اے پری تجھ قد کا دیوانہ ہوا ہے جب سوں سرو
پائے بند اس کوں کیے ہیں موج کی زنجیر سوں
خواب میں دیکھا ہے تیرے سبزۂ خط کوں صنم
سبز بختوں میں ہوا اس خواب کی تعبیر سوں

جگ میں نئیں اہل ہنر اپنے ہنر سوں بہرہ یاب
کوہکن کوں فیض کب پہنچا ہے جوئے شیر سوں
اے ولؔی پی کا دہن ہے غنچۂ گل زار حسن
بوئے گل آتی ہے اس کی شوخئی تقریر سوں

۲۶۵

اے نور چشم تجھ پر نامہ لکھا پلک سوں
کہتا ہوں مہر اس پر انکھیاں کی نزدیک سوں

اے رشک مہر انور ٹک مہر سوں خبر لے
گزری ہے آہ میری تجھ غم میں نہ فلک سوں

اہل چمن کے دل میں بے قدر ہے صنوبر
باندھے ہیں جب سستی جیو تجھ سرد کی لٹک سوں

اس وقت ہوش عاشق ثابت قدم رہے کیوں
سلطانِ حسن آوے جب ناز کی لٹک سوں

اے آفتاب طلعت مانند مہ ولؔی کا
روشن ہوا ہے سینہ تجھ حُسن کی جھلک سوں

۲۶۶

ہوا ہے دنگ بنگالہ تری نرگس کے جادو سوں
معطر ہے سوادِ ہند تیری زلف کی بوسوں

قسم تیرے تغافل کی کہ نرگس کی قلم لے کر
تری انکھیاں کے جادو کوں لکھا ہوں خونِ آہو سوں

کیا ہے مصرعِ برجستہ قوس قزح کوں موزوں
فلک مضمونِ رنگیں لے گیا تجھ بیتِ ابرو سوں
سخن میرا ہے ہو تب سوں بالا ہر سخن اوپر

لگا ہے دھیان میرا جب ستی اس سر و دلجو سوں
ہوا تجھ حسن پر دو جگ دِوانہ گر تعجب نئیں
اگر مجھ سے دِوانے کا بندھا دل تجھ پری روسوں
مجھے گلشن طرف جانا بجا ہے اے مہِ انور
کہ میں پاتا ہوں تجھ زلفاں کی بو ہر رات شبوسوں
ولؔی ہر شعر سوں میرے نزاکت جلوہ پیرا ہے
بجا ہے گر لکھوں اس مو کمر کوں خامۂ موسوں

۲٦۷

آتا ہے جب چمن میں توں زریں کلاہ سوں
اُٹھتی ہے فوج حسن تری جلوہ گاہ سوں
بزم ادا و ناز کوں وہ شوخ نازنیں
خوش بو کیا ہے عنبرِ موج نگاہ سوں
بے جانہیں ہے رخ پہ مرے رنگِ اضطراب
باندھا ہوں دل کوں آہوے وحشت پناہ سوں
پردا نہ وار عشق میں تیرے جو جیو دیا
اس کا کفن ہے رشتۂ شمع نگاہ سوں
حاجت نہیں چراغ کی تجھ گھر میں اے ولؔی
روشن ہے بزم عشق تری شمعِ آہ سوں

۲٦۸

کیتا ہوں بند دل کوں اس غیرت پری سوں
جن نے کیا ہے مجنوں عالم کوں دلبری سوں
رکھتا ہے عاشقاں سوں بازارِ حُسن گرم
ہر چیز کی جہاں میں ہے قدر مشتری سوں
عاشق سوں جاکے پوچھو معشوق کی حقیقت
مخفی نہیں ہے خوبی جوہر کی جوہری سوں
جن نے رقم کیا ہے تعریف تجھ نَیَن کی
معنی میں کیوں نہ ہووے ہم چشمِ عبہری سوں

۱ا۔م۔۳ آوے

دلدار کی گلی سوں کیوں جا سکوں ولی میں
لینا دلدار لپیٹ دل کوں جب چیرۂ زری سوں

۲۶۹

جا لیا تمام نس مجھ اس طبع آتشی سوں — اب صبح دم ہے دم لے اے شمع سرکشی سوں
دل داشت کر سکے تو یہ دل لجا اپس سنگ — گر دل کُشی پہ دل ہے تو کیا ہو دلکشی سوں
عاشق کے دیکھنے سوں لاتا ہے چین جبیں پر — اے خوش ادا میں خوش ہوں تیری یہ ناخوشی سوں
اے پستہ لب ترے لب ہیں کان سب نمک کے — کر بہرہ مند مجکوں اس کی نمک چشی سوں
دنیا کے غل وغش سوں فارغ رہوں ولؔی میں
یک جام گر ملے مجھ صہبائے بے غشی سوں

۲۷۰

سیہ روئی نہ لے جا حشر میں دنیائے فانی سوں
سیہ نامے کوں دھو اے بے خبر انجھواں کے پانی سوں
شبِ غم روزِ عشرت سوں بدل ہووے اگر دیکھے
تری جانب و و ہر ذرہ پر در مہربانی سوں
نزک جاناں کے گر تحفہ لجانا ہو تو اے ناداں
لجا گل دستۂ اعمال باغ زندگانی سوں
نہیں ہے سیر یک ساعت اگر ملکِ جوانی میں
کہو کیا خضر کوں حاصل ہے عمر جاو دانی سوں
اپس کے سر پہ مارا کوہ کن نے تیشۂ غیرت
ہوا جب خسرِدِ عالم ولؔی شیریں زبانی سوں

۲۷۱

وصف[۱] اوس زلف کے اگر انشا کروں — ہر خط مسطر برنگِ مصرع دریا کروں
دیدۂ پُر اشک میر اگر مدد گاری کرے — ابر نیسا کے نمن گنج گہر باری کروں

---

[۱] یہ غزل ذاتی نسخہ۲ میں ہے۔

ہے میسر مج کوں ہر جنت دسے　　جب کہ اوس دلدار کے بند قبا کو وا کروں
باغ میں وہ گل بدن آوے اگر　　ہر کلی لالہ کوں لے کر ساغرِ صہبا کروں
مثل مجنوں اے ولی ہو ساکنِ دشتِ جنوں
دل کے تیئں اوس رشک لیلیٰ کا اگر شیدا کروں

۲۷۲

ہوا[۱] ہے رشک مہر و مشتری کوں　　سجن کے دیکھ دستارِ زری کوں
نہیں ہے مشک کوں کچھ قدر جب سوں　　معطر کے تیئں زلفِ عنبری کوں
ہوئی مجنوں صفت ہر نقش دیوار　　اگر دیکھے ہو اس رشکِ پری کوں
کیا تج رنگ لب نے لعل کوں خوں　　کہوں جا یہ حقیقت جوہری کوں
ولی آیا ہے ہوش سیں بے ہوش　　نظر کر تج گلابی بکتری کوں

۲۷۳

میری طرف سوں جا کہو اس ماہ عالم تاب کوں
یک رات فرشِ خواب کر مجھ دیدۂ کم خواب کوں

اپنے دل پُر خوں کوں میں لایا ہوں تیرے پیش کش
کر خرچ اگر درکار ہے طلس تجھے سنجاب کوں

گر عشق میں آیا ہے تو اے دل گریباں پارہ کر
لیتے ہیں اس بازار میں بے تابیٔ سیماب کوں

میرے دل گم نام کی کیا قدر پوچھے بے خبر
ہے دلبراں کن اعتبار اس گوہر نایاب کوں

مجھ دل کوں سرگرداں کیا ساغر نمن اس شوخ نے
حلقے[۲] نے جس کی زلف کے چکر دیا گرداب کوں

---

[۱] یہ غزل ذاتی نسخہ ۲ میں ہے۔ کلیات کے ضمیمہ ۱ میں بھی ہے۔
[۲] ک۔ جس کے زلف کے پیچ

صافی دلاں کن بیٹھنا کسب عزت کا سبب
دریا کا ہوکر ہم نشیں پہنچا ہے موتی آب کوں

تجھ یاد میں انجھواں ستی لبریز ہیں چشمِ ولی
یک بار دیکھ اے سبزۂ خط اس چشمۂ سیراب کوں

۲۷۴

تشنگی اپنی نہیں کہتا کسی بے آب کوں — جیوں گہر رکھتا ہے دائم جو گرہ میں آبِ کوں
اضطراب دل گیا ہے اس کے مکھ کوں دیکھ کر — بے قراری سوں نکالے آرسی سیماب کوں
اشک ریزاں مثل انجم صبح محشر لگ رہا — جن نے دیکھا یک نظر اس ماہ عالم تاب کوں
تجھ بھواں کے خم کوں دیکھا جب ستی اے قبلہ رو — رات دن رکھتا ہے زاہد مکھ آگے محراب کوں

اے ولی پی کی محبت سوں زمیں کے فرش پر
آنکھ بھر دیکھا نہیں کئی غیر مخمل خواب کوں

۲۷۵

دوست مت رکھ رقیبِ بد گو کوں — سرخ روئی نہ دے سیہ رو کوں
کار عاشق تو راست بازی ہے — کج نکو کر سجن توں ابرو کوں
گیسوے تابدار دل بر کے — دام ہیں میرے دل کے آہو کوں
دل عشاق بند ہوتے ہیں — جب وو کھولے اپس کے گیسو کوں

خون عاشق سوں شوخ چشم ولی
آب دیتا ہے تیغ ابرو کوں

۲۷۶

خدایا ملا صاحبِ درد کوں — کہ میرا کہے درد بے درد کوں
کرے غم سوں صد برگ صد پارہ دل — دکھاؤں اگر چہرۂ زرد کوں
ہٹا بوالہوس تجھ بھواں دیکھ کر — کہاں تابِ شمشیر نا مرد کوں
اگر جل میں جل کر کنول خاک ہو — نہ پہنچے ترے پانوں کی گرد کوں

لکھا تجھ دہن کی صفت میں ولؔی
ہر ایک فرد میں جو ہرِ فرد کوں

۲۷۷

دیکھا ہے جن نے اے صنم تجھ طرۂ طرار کوں
رکھتا ہے سینہ بر منیں جیوں شمع سوزنار کوں
جیوں زخم اُس کی چشم سوں جاری ہے خوں ہر دم منیں
دیکھا ہے جو کُئی یک نگہ تجھ ناز کی تلوار کوں
تیری پرت کے نیہہ میں اے داروے درماندگاں
بخشا ہے عاصا آہ کا تجھ چشم کے بیمار کوں
اے سر گردہِ سرکشاں لایا ہے نساجِ فلک
خط شعاعی سوں بنا تجھ چیرۂ زرتار کوں
ہر استخواں سینے کے ہیں روؔمی مانند نَے فریاد میں
رکھتا ہوں دائم بر منیں تجھ غم کے موسیقار کوں
دیکھا ہے جب سوں آنکھ بھر تجھ مکھ کوں اے رشکِ قمر
چھوڑاں ہیں تب سوں بلبلاں عشقِ گلِ گلزار کوں
جیوں معنیِ رنگیں ولؔی ہے مہرباں مجھ فال پر
دو صاحبِ معنی سنے میرے اگر اشعار کوں

۲۷۸

دیتا نہیں ہے بار رقیبِ شریر کوں
شاید کہ بوجھتا ہے ہمارے ضمیر کوں
اس نازنیں کی طبع گر آوے خیال میں
بوجھوں صدائے صورِ قلم کی صریر کوں
برجا ہے اس کوں عشق کے گوشے منیں قرار
جو پیچ و تاب دل سوں بچھاوے حصیر کوں
اس کے قدم کی خاک میں ہو حشر کی نجات
عشاق کے کفن میں رکھو اس عبیر کوں
مجھ کوں ولؔی کی طبع کے صافی کی ہے قسم
دیکھا نہیں ہے جگ میں سجن تجھ نظیر کوں

۲۷۹

میں دل کوں دیا بند کر اس سحر بچن کوں
عشاق جسے دیکھ بسارے ہیں وطن کوں

عنقا ہے سخن اس کا سخن فہم کے نزدیک
رکھتا ہے جو کُئی یاد میں اس غنچہ دہن کوں

واللہ کہ صادق ہے وہ عشاق کی صف میں
جو صبح نمن سرسوں لپیٹا ہے کفن کوں

اس شوخ نے دکھلا کے اپس رنگ کی خوبی
لوہو میں کیا غرق جو انانِ چمن کوں

ثابت رہے کیوں رنگ وؔلی اس کا جہاں میں
دیکھا ہے جو دلدار کی زلفاں کی شکن کوں

۲۸۰

نہیں معلوم ہوتا، داغ دینے کس بچارے کوں
چلا ہے آج یو لالہ ہزاری کے نظارے کوں

لیا ہے گھیر تجھ زلفاں نے تیرے کان کا موتی
مگر یہ ہند کا لشکر لگا ہے آستارے کوں

ہر اک احوال میں دلبر نظر میں خوب آتا ہے
لباس خوب کی حاجت نہیں حق کے سنوارے کوں

یہی ہے آرزو دل میں کہ صاحب درد کُئی جاکر
ہمارے درد کی باتاں کہے اُس پی پیارے کوں

کمر سوں نئیں جدا ہوتی نظر[1] اس شوخ چنچل کی
وؔلی آخر کیا ہے صید چیتے نے چکارے کوں

۲۸۱

دیکھوں گا شتابی ستی اُس رشک پری کوں
گر کچھ بھی اثر ہو مری آہ سحری کوں

ہے شوخ ترے ملنے کوں انکھیاں کے اُپر رکھ
لایا ہوں تری نذر عقیقِ جگری کوں

انجن کوں لگا سحر کے غائب ہوے ساحر
دیکھے جو تری نین کی جادو نظری کوں

اے حیلہ گر رند تری حیلہ گری دیکھ
سب حیلہ گراں ترک کیے حیلہ گری کوں

---

۱ ۔ک کمر

یک بارگی ہوتا ہے ولی زر کے نمن زرد
جب باندھ کے آتا ہے تو دستارزری کوں

۲۸۲

دیکھے گا ہر اک آن تری جلوہ گری کوں　　پایا ہے تری مہر سوں جو دیدہ وری کوں
بخشا ہے تری نین نے کیفیتِ مستی　　تجھ مکھ نے خبردار کیا بے خبری کوں
جاری ہوا تجھ غم ستی مجھ اشک[۱] کا مطلب　　ہم دانہ دہم آب ملا اس سفری کوں
مجھ عاشقِ دیوانہ کوں گر حکم ترا ہو　　تجھ حور اَگے فرش کروں آج پری کوں
ہر گل کا سِنا چاک ہووے درد سوں میرے　　گلشن کی طرف بھیجوں گر آہِ سحری کوں
کھا پیچ ڈُبے شرم سوں مغرب منیں سورج　　گر دیکھے ترے سیس پہ دستارزری کوں
کرتا ہے ولی سحر سدا شعر کے فن میں
تجھ نین سوں سیکھا ہے مگر جادو گری کوں

۲۸۳

ہرگز تو نہ لے ساتھ رقیب دغلی کوں　　مت راہ دے غلوت منیں ایسے خللی کوں
تیرے لبِ یا قوت اُپر خطِ خفی دیکھ　　خطاط جہاں نسخ کیے خطِّ جلی کوں
اے زہرہ جبیں کشن مکھ کی کلی دیکھ　　گاتا ہے ہر اک صبح میں اُٹھ رام کلی کوں
یاقوت کوں ہے قوت ترے خط کی محبت　　ہے دل میں غبار اس کے سبب میر علی کوں
اے ماہ جبیں مہر لقا تیری جبیں پر　　کرتا ہوں ہر اک دم منیں دم نادعلی کوں
میں دل[۲] کوں ترے ہاتھ دیار وز ازل سوں　　مت دل سوں بسار اپنے محبِّ ازلی کوں
نہیں منصب و جاگیر نہیں روز وظیفہ
ہر روز ترا نام وظیفہ ہے ولی کوں

---

[۱] م ۔ ا ۔ عشق
[۲] م ۔ ۲ ۔ م ۔ ۳ جی

۲۸۴

ہوا ہے رشک چنپے کی کلی کوں　　نظر کر تجھ قبائے صندلی کوں
کرے فردوس استقبال اس کا　　تصور جو کیا تیری گلی کوں
دل بے تاب نے تجھ غم کی خاطر　　کیا ہے فرش خواب مخملی کوں
ہماری آہ آتش رنگ سن کر　　ہوئی ہے بے قراری بیجلی کوں
ترے غم میں دلِ سوراخ سوراخ　　کیا پیدا صدائے لفظ بانسلی کوں
دل پر خوں نے میرے باغ میں جا　　دیا تعلیم خوں خواری کلی کوں
کیا ہوں آب خجلت سوں سراپا　　ہر اک مصرع لکھوں اقرار ناصر علی کوں

ترے اشعار ایسے نہیں فراقی
کہ جس پر رشک آوے گا ولی کوں

۲۸۵

جو کوئی سمجھا نہیں اس مکھ کے آنچل کے معانی کوں
ود کیوں بوجھے کہو اس شوخ چنچل کے معانی کوں
کریں گر بحث اس انکھیاں کے جادو کی سحر سازاں
نہ پہنچے کوئی باریکی میں کاجل کے معانی کوں
وہ یوسف کوں کہے ثانی سو اس بے مثل کا کیوں کر
وو ہیں کر جو کہ سمجھا چشم لاحول کے معانی کوں
نہ نکلے بحر حیرت سوں جو ہوئے اس مکھ کا ہم زانو
یہ بوجھے ود جو پہنچا ہے سجنجل کے معانی کوں
صفائی دیکھ اُس کے مکھ کی ہو بے ہوش سرتاپا
یہی تحقیق سمجھو خواب مخمل کے معانی کوں
بیاں زلفِ بدیعی کا ہے سعدالدین کا مطلب
اجھوں لگ تم نہیں سمجھے مطوّل کے معانی کوں

وؔلی اس ماہِ کامل کی حقیقت جو نہیں سمجھا
دو ہرگز نئیں بُجھا عالم میں اکمل کے معانی کوں

۲۸۶

خدائے دلبرِ رنگیں ادا ہوں	شہیدِ شاہدِ گل گوں قبا ہوں
ہر اک مہ رد کے ملنے کا نہیں ذوق	سجن کے آشنا کا آشنا ہوں
کیا ہوں ترک نرگس کا تماشا	طلبگارِ نگاہِ باحیا ہوں
نہ کر شمشاد کی تعریف مجھ پاس	کہ میں اُس سروقد کا مبتلا ہوں
کیا میں عرض اس خورشید روسوں	تو شاہِ حسن میں تیرا گدا ہوں
سدا رکھتا ہوں شوق اس کے سخن کا	ہمیشہ تشنۂ آب بقا ہوں

قدم پر اس کے رکھتا ہوں سداسر
وؔلی ہم مشربِ رنگِ حنا ہوں

۲۸۷

میں سورۂ اخلاص ترے روسوں لکھا ہوں	بسم اللہ دیوان تجھ ابروسوں لکھا ہوں
تجھ چشم کی تعریف کوں آہو کے نَین پر	اکثر قلمِ نرگس جادو سوں لکھا ہوں
اے ہوئے میاں وصف ترے موے میاں کے	چیتے کی کمر پر قلمِ موسوں لکھا ہوں
تجھ طرۂ طرار کی تعریف کوں اے شوخ	سنبل کے چمن میں گل شبّوسوں لکھا ہوں

اُس مرد مک چشم طرف حال وؔلی کا
پلکاں کی قلم کو اپس انجھو سوں لکھاں ہوں

۲۸۸

مجؔ[۱] کوں تج بن کسو سیں کام نہیں	نکیر ناموس و ننگ ونام نہیں
صف عاشقاں کوں کعبہ قسم	غیر آوارگی امام نہیں
قاصدِ دل نہیں غیراز آہ	اثر درد بن پیام نہیں

---

[۱] یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے کلیات کے ضمیمہ ا میں بھی ہے۔

زندگی جام عیش ہے لیکن — فائدہ کیا اگر مدام نہیں
گرچہ لچھمن ترا ہے رام ولے — اے سجن تو کسی کا رام نہیں
عشق اس کا ہے نا تمام جیسے — پی کی خاطر کا اہتمام نہیں

باغ میں سرو نخل آہ دسے
اے ولی گر وو خوش خرام نہیں

۲۸۹

میں یو تجھ[۱] لب کوں قند بولا ہوں — لٹ کوں تیری سمند بولا ہوں
قد کوں تیرے کہاں ہوں سر و سہی — بات یو میں بلند بولا ہوں
مکھ کوں تیرے کہا ہے آتِش حسن — خال تس پر سپند بولا ہوں
گر تو پوچھے کہوں خطاب اپنا — عاشقِ درد مند بولا ہوں

اے ولی شعر کوں تیرے جگ میں
حرف دانا پسند بولا ہوں

۲۹۰

تصویر تری جان مصفا پہ لکھا ہوں — یہ نقش پری پردۂ مینا پہ لکھا ہوں
مجھ عاشق یک رنگ سوں دو رنگ ہوا توں — تیری یہ دو رنگی گلِ رعنا پہ لکھا ہوں
تجھ سنبل پر پیچ کی خوبی میں کٹک سطر — موجاں کی نمن صفحۂ دریا پہ لکھا ہوں
یک تل نہیں آرام ترے تل کے سبب مجھ — یو صورت تل دل کے سویدا پہ لکھا ہوں
فرہاد لکھا صورت معشوق حجر پر — میں صورت دلبر دل شیدا پہ لکھا ہوں
ہرگز[۲] نہ کیا نرم صنم دل کوں اپس کے — یہ سنگ دل تختۂ خارا پہ لکھا ہوں
اے مرد مکِ چشم تجھ انکھیاں کی یہ لالی — نرگس کے قلم سوں گلِ لالا پہ لکھا ہوں
اعجاز ترے اس خط روشن کا سری جن — جیوں خطِّ شعاعی یدِ بیضا پہ لکھا ہوں
پتیم نے قدم رنجہ کیا میری طرف آج — یہ نقش قدم صفحۂ سیما پہ لکھا ہوں

---

[۱] یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے اور نسخۂ کراچی میں بھی ہے۔ مولانا احسن مارہردی کے کلیات میں موجود ہے۔ معلوم نہیں کہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی نے کیوں نہیں شامل کیا۔
[۲] یہ شعر م۔ا میں نہیں ہے۔

تجھ عشق میں دیکھا ہو یہ دل مشرق و مغرب — یہ حالتِ دل و امن صحرا پہ لکھا ہوں
اے آہ بلندی تجھے اِس قد کے سبب ہے — تنخواہ تری عالم بالا پہ لکھا ہوں
تجھ نرگس مخمور کی کیفیتِ مستی — اکثر خطِ ساغر ستی صہبا پہ لکھا ہوں

اس کے دہن تنگ کی تعریف کا نکتہ
صنعت سوں ولؔی دیدۂ عنقا پہ لکھا ہوں

۲۹۱

جانِ[1] جاں تجکوں جان بولیا ہوں — کبھی تجھے جیو کا زیان بولیا ہوں
تیری پلکاں کوں میں خدنگ کر جان — تجھ بھواں کوں کمان بولیا ہوں
آیۂ حُسن دیکھ زیر و زبر — مکھ ترے کوں قرآن بولیا ہوں
سن بچن تجھ دہن کے مثل گوہر — لعل ہیروں کی کان بولیا ہوں
تجھ زبان سوں جئے جو بیجاں دیکھ — تجکوں عیسیٰ زبان بولیا ہوں
چشم تیری کوں پھول نرگس کا — مکھ کتیں گلستان بولیا ہوں
فکر کر تیرے قد کوں اے جاناں — راستی میں سنان بولیا ہوں

گئی ولایت ولؔی کی دیکھ تجھے
بات یہ سب جہان بولیا ہوں

۲۹۲

زلف[2] کوں کھول دام کرتے ہیں — آہوئے دل کوں رام کرتے ہیں
دیکھ تجھ لعل لب کی کیفیت — زاہداں مے حرام کرتے ہیں
بلبلاں چھوڑ کر چمن کوں سجن — تجھ گلی میں مقام کرتے ہیں
گلی رخاں فیضِ لب کے پانی سوں — بادۂ لعل فام کرتے ہیں
ناوکِ ناز، شوخ چشم ولؔی — دل میں عاشق کے کام کرتے ہیں

---

[1] یہ غزل نسخۂ کراچی میں ہے۔
[2] یہ غزل نسخۂ کراچی میں ہے۔

۲۹۳

تج۱ سوں گیا یادمن دیکھ کے تیرے نین
دیکھ کے تیرے نین تج سوں گیا یادمن

تج سوں لگی ہے لگن اے گلِ باغِ وفا
اے گلِ باغِ وفا تج سوں لگی ہے لگن

زلف تیری برہمن مکھ ہے ترا آفتاب
مکھ ہے ترا آفتاب زلف تیری برہمن

دستۂ گل ہے سخن سن یو بچن اے ولی
سن تو بچن اے ولی دستۂ گل ہے سخن

۲۹۴

میں عاشقی میں تب ہوں افسانہ ہورہا ہوں
تیری نگہ کا جب سوں دیوانہ ہورہا ہوں

اے آشنا کرم سوں یک بار آدرس دے
تجھ باج سب جہاں سوں بیگانہ ہورہا ہوں

باتاں لگن کی مت پوچھ اے شمعِ بزمِ خوبی
مدت سوں تجھ جھلک کا پروانہ ہورہا ہوں

شاید دو گنجِ خوبی آوے کسی طرف سوں
اس واسطے سراپا ویرانہ ہورہا ہوں

سودائے زلفِ خوباں رکھتا ہوں دل میں دائم
زنجیر عاشقی کا دیوانہ ہورہا ہوں

برجا ہو گر سنوں نئیں ناصح تری نصیحت
میں جامِ عشق پی کر مستانہ ہورہا ہوں

کس سوں ولؔی اپس کا احوال جا کہوں میں
سر تا قدم میں غم سوں غم خانہ ہورہا ہوں

۲۹۵

باطن کی گر مدد ہو اسے یاد کر رکھوں
اپنے سخن کا اس کوں خریدار کر رکھوں

اس کی ادا و ناز کی خوبی کوں کر بیاں
ہر خوب روکوں صورت دیوار کر رکھوں

لائق ہو گر دو شوخ کہے اپنے فخر میں
آوے اگر پری تو پرستار کر رکھوں

برجا ہے گر چمن میں کہے ود نگاہ کر
نرگس کوں اپنی چشم کا بیمار کر رکھوں

تسبیح تیری زلف کوں کہتے ہیں اے صنم
یک تار دے کہ رشتۂ زنار کر رکھوں

تیرے خیال آنے کی پاؤں اگر خبر
سینے کوں داغِ عشق سوں گلزار کر رکھوں

---

۱ یہ غزل ذاتی نسخہ۲ میں ہے۔

ایسے نصیب میرے کہاں ہیں ولی کہ آج
اُس گل بدن کوں اپنے گلے ہار کر رکھوں

۲۹۶

صدق ہے آب رنگِ گلشنِ دیں — پاک بازی ہو شمعِ راہِ یقیں
خوشہ چینِ جمال جاناں ہیں — خرمنِ ماہ وخوشۂ پرویں
ہے ترے لب سوں اے شکر گفتار — بات کہنا نبات سوں شیریں
قدسوں تیرے عیاں ہے اے جاناں — صورتِ ناز و معنیٔ تمکیں
بس کہ رویا ہوں یاد کرکے تجھے — چشم میری ہے دامنِ گل چیں
زلف تیری ہے اے وفا دشمن — دشمنِ دین و دشمنِ آئیں
اے ولی تب نہاں ہو لیلِ فراق
جب عیاں ہو دو آفتاب جبیں

۲۹۷

آوے اگر وو شوخ ستم گر عتاب میں — جرأت جواب کی نہ رہے آفتاب میں
یک جام میں دو جگ کو کرے مست و بے خبر — تیری نَیَن کا عکس پڑے گر شراب میں
رخسارِ دلربا کا صفا کیا بیاں کروں — مخمل نے اس صفا کوں نہ دیکھا ہے خواب میں
تجھ حسن شعلہ زار کی تعریف رشک سوں — سننے کی تاب آج نہیں آفتاب میں
طاقت نہیں کہ تیری ادا کا بیاں لکھے — ہے گرچہ بے نظیر عطارد حساب میں
تجھ زلف[۱] حلقہ وار سوں مانند عاشقاں — گرداب و موج مل کے پڑے پیچ وتاب میں
تجھ حسن آبدار کی تعریف کیا کہوں — موتی ہوا ہے غرق تجھے دیکھ آب میں
تیری نگاہِ مست کہ ہے جام بے خودی — رکھتی ہے کیفیت کہ نہیں دو شراب میں
تیری بھواں کی رتبۂ عالی کوں کر نظر — برجا ہے گر ہلال چلے تجھ رکاب میں
رکھتے ہیں اس سوں گلبدناں رغبتِ تمام — شاید کہ تجھ عَرَق کا اثر ہو گلاب میں

---

۱ م-ا-تاب

اے دل شتاب چل کہ تماشے کی بات ہے
بیٹھا ہے آفتاب نکل ماہتاب میں

ملنا بجا نہیں ہے مخالف سوں ایک آن
اس تان کو بجا اے ربابی رباب میں

میرے دل برشتہ میں محشر کا شور ہے
ہے تجھ نمک کا شاید اثر اس کباب میں

آوے وو نو بہار اگر برسرِ سخن
طوطی کوں لا جواب کرے یک جواب میں

ہرگز نہیں ہے خشت سوں فرق اس کوں اے ولؔی
خوش طلعتاں کی بات نہیں جس کتاب میں

۲۹۸

ہے بس کہ آب ورنگ حیا کھیم داس میں
آتا نہیں کسی کے خیال وقیاس میں

ہے اس کے مکھ سوں جلوہ نما موجِ آب وتاب
موتی کے مثل گرچہ ہے سادہ لباس میں

بیراگیوں کے پنتھ میں آکر وو مہ جبیں
بیراگ کوں اٹھا کے چڑھایا اکاس میں

لگتا ہے اُس گروہ میں وہ سر و نازنیں
گویا گِل گلاب کیا جلوہ گھاس میں

اس کی بھواں کوں بوجھ کے شمشیر آبدار
اہلِ ہوس کی عقل ہے دائم ہراس میں

آوے فلک سوں زہرہ اُتر گرو ومہ جبیں
یک تان گاوے رام کلی یا بھباس میں

جاتا ہوں باغ یاد میں اس چشم کے ولؔی
شاید کہ بوے اُس کی ہو نرگس کی باس میں

۲۹۹

دیکھا ہے جن نے پیو کوں آکر کے باغ میں
پہنچی ہے بوے عشق کی اس کے دماغ میں

کھویا ہے تجھ نگاہ نے عالم کے ہوش کوں
گردش عجب ہے تیری انکھیاں کو ایاغ میں

تجھ لب کا آب ورنگ جو کچھ خط سوں ہے عیاں
ہرگز وو آب ورنگ نہیں شب چراغ میں

تجھ شوق کی اگن سوں سِنہ جل گیا تمام
فی الجملہ اس کا رنگ ہے لالے کے داغ میں

تج وصل کے خیال سوں غافل نہیں ولی
رہتا ہے رات و دن وو اسی کے سراغ میں

۳۰۰

جیو ۱؎ تج پر کیا ہوں قربان میں — تج کوں سمجھا ہوں دین و ایمان میں
جب سوں تج مکھ اوپر کیا ہوں نظر — تیرسوں صورت ہوا ہوں حیران میں
دل مرا فکر کے کنوئیں میں پڑا — جب سوں دیکھا ہوں نور زنخدان میں
تج زلف کا خیال دل میں رہتا ہے — نت ہوا اس یاد سوں پریشان میں
جس مکان میں کھڑا ابھی ساجن — دو جو بوجھا ہوں باغ دبستان میں
کیوں نہیں طبع باغ باغ مری — لکھ سوں پھرتا ہوں اب گلستان میں

اے ولی مج کوں مصر ہے وہ مکان
جس کو دیکھا ہوں کنعان میں

۳۰۱

رکھتا ہوں شمع آہ سجن کے فراق میں — حاجت نہیں چراغ کی میرے رواق میں
آبِ حیاتِ وصل سوں سینے کو سرد کر — جلتا ہوں رات دن میں پیا تجھ فراق میں
سن کر خبر صبا سوں گریباں کوں چاک کر — نکلے ہیں گل چمن سوں ترے اشتیاق میں
اے دل عقیق لب کے یہ آئے ہیں مشتری — موتی نہ بوجھ زہرہ جبیں کے بُلاق میں

تیرے سخن کے نغمۂ رنگیں کوں سن ولؔی
ڈوبا عرق کے بیچ عراقؔی عراق میں

۳۰۲

جب لگ نہ دیکھا تھا تجھے دل بند تھا اوراق میں
تیری بھواں کوں دیکھ کر جزدان چھوڑا طاق میں
مشرق سوں مغرب لگ سدا پھرتا ہے ہر ہر گھر ولے
اب لگ سُرَج دیکھا نہیں ثانی ترا آفاق میں

۱؎ یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے۔

۳۰۲

تیرے دہن کوں دیکھ کر اے نو بہارِ عاشقاں
جیوں غنچۂ ہر سحر جاتا ہوں استغراق میں

دل مست جامِ بے خودی اُس انجمن میں کیوں نہ ہو
جیوں موج مے ہے ہر ادا ساقی سیمیں ساق میں

اے صبح تجھ کوں نئیں خبر اس مطلعِ انوار کی
ہر چند عالم گیر ہے تو حکمتِ اشراق میں

آیا ہے جب سوں دید میں دو نور چشمِ عاشقاں
جیوں نور بستا ہے سدا مجھ دیدۂ مشتاق میں

تیری تواضع دیکھ کر برجا ہے اے جانِ ولؔی
گر بو علی سینا لکھے دفتر ترے اخلاق میں

۳۰۳

تجھ عشق کی اگن سوں سجن جل گیا ہوں میں
تیری گلی کی خاک سوں اجارل[1] گیا ہوں میں

تجھ سوز میں جلا ہے جو دل شمع کی نمن
پروانہ ہوکے اس کے اُپر بَل گیا ہوں میں

اے آفتاب دیکھ ترے مکھ کی روشنی
بے تاب ہے کے مہ کے نمن گل گیا ہوں میں

یہ پھر کے دیکھنا ترا مجھ دل پہ[2] گھات ہو
تیری نگہ کے رمز کوں اٹکل گیا ہوں میں

تجھ دل کا دیکھ سوز ادھک اے ولی مدام
بولا پتنگ ہاتھ کوں یاں مل گیا ہوں میں

۳۰۴

ہوا تو خسروِ عالم سجن! شیریں مقالی میں
عیاں ہے بدر کے معنی تری صاحب کمالی میں

جو کیفیت سیہ مستی کی تجھ انکھیاں میں ہے ظالم
نہیں وو رنگ اور مستی شرابِ پرتگالی میں

تری زلفاں کے حلقے میں دِسے یوں نقشِ رخِ روشن
کہ جیسے ہند کے بھیتر لگیں دیوے دوالی میں

---

[1] ک۔ میں

[2] م۔ا۔سوں

اگرچہ ہر سخن تیرا ہے آب خضر سوں شیریں ولے لذت نرالی ہے سجن[1] تجھ لب کی گالی میں
کہو اس نور چشم و پستہ لب کوں آشنائی سوں کہ جیوں بادام کے دو مغز ہوویں یک تھالی میں
نظر میں نئیں ہے مردوں کی صلابت اہل زینت کی نہیں دیکھا کوئی رنگِ شجاعت شیر قالی میں
وؔلی کے ہر سخن کا ود ہوا ہے مو بہ مو خواہاں
جو کُئی پایا ہے لذت تجھ بھواں کے شعر عالی میں

۳۰۵

چھپا ہوں میں صدائے بانسلی میں کہ تا جاؤں پری روکی گلی میں
نہ تھی[2] آنے کی طاقت مجھ میں لیکن بزورِ آہ پہنچا تجھ گلی میں
عیاں ہے رنگ کی شوخی سوں اے شوخ بدن تیرا قبائے صندلی میں
جو ہے تیرے دہن میں رنگ و خوبی کہاں یہ رنگ، یہ خوبی کلی میں
کیا جیوں لفظ میں معنی، سری جن
مقام اپنا دل و جانِ وؔلی میں

۳۰۶

دل نے تسخیر کیا شوخ کوں حیرانی میں آرسی شہرۂ عالم ہے پری خوانی میں
خط کے آنے نے خبردار کیا گل رد کوں نشۂ ہوش ہے اس بادۂ ریحانی میں
جو ہر آئینہ تجھ خط کی سنا جب سوں خبر موج گوہر کی نمن غرق ہوا پانی میں
خط کا آخر کوں ہوا رخ پہ پری روکے گزر مور کوں راہ ملی ملکِ سلیمانی میں
دلِ بے تاب کہ اک آن نہیں اس کوں قرار زلفِ دلدار سوں ہمسر ہے پریشانی میں
گل رخاں بات اپس دل کی مجھے کہتے ہیں بس کہ ہوں شہرۂ آفاق سخن دانی میں
جز وؔلی بات اپس دل کی کسی پاس نہ کہہ
راہ ہر دل کو نہیں مطلبِ پنہانی میں

---

۱ ک۔ پیا
۲ ک۔ نہ تھی طاقت مجھے آنے کی لیکن

۳۰۷

سحر پرواز ہیں پیا کے نین — ہوش دشمن ہیں خوش ادا کے نَین
اے دل اس کے اگے سنبھال کر جا — تیغ برکف ہیں میرزا کے نَین
دل ہوا آج مجھ سوں بیگانہ — دیکھ اس رمز آشنا کے نَین
جگ میں اپنا نظیر رکھتے نئیں — دلبری میں دو دلربا کے نَین
نرگستاں کوں دیکھنے مت جا — دیکھ اس نرگسی قبا کے نَین
دو ہے گلزار آبرو کا گل — حق نے جس کو دیے حیا کے نَین

اے ولؔی کس اگے کروں فریاد
ظلم کرتے ہیں بے وفا کے نَین

۳۰۸

فرش گر عاشق کریں تجھ راہ میں اپنے نَین — تو نزاکت سوں رکھیں نا اس اُپرا پنے چرن
تجھ لباں کے لعل کی خوبی کا کیا بولوں بیاں — چشم عاشق جس سوں ہوں کانِ بدخشان ویمن
خط کے تئیں رحل زمردکھ کوں تیرے اہلِ فضل — مصحفِ گل بول کر کرسی پہ بیٹھا ہے سخن
شمع لے انگشت حیرت منہ میں سرتاپا جلی — جب اپس کے مکھ سوں تو روشن کیا ہے انجمن
پھول کی پکھری پہ جوں مارا ہو چنگل رنگ نے — دل نے توں پکڑا ہے تیرا دامن اے گل پیرہن
منہ پہ شیریں، دل میں سنگیں، حال معشوقاں کا دیکھ — کیوں نہ مارے غم سوں تیشہ سر پر اپنے کوہ کن

اے ولؔی اس کی گلی دل یاد کرتا ہے مدام
کیوں کرے تئیں یاد، ہے ایمان الحب الوطن

۳۰۹

بیتاب کیا شوق نے مجھ دل کوں بدن میں

جیوں غنچہ کیا بند محبت کے چمن میں
مجھ دل کے نمن عشق سیں گردش میں ہمیشہ
مشتاق ہو پھرتا ہے سدا ماہ گگن میں
مت بوجھ کہ ہیں آپ سیں وحشت منیں آہو
پھیلا ہے سحر گاہ جو اطراف ختن میں
رکھتا ہے سدا داغ محبت کا جگر پر
اس عشق سیں کیا حال ہے مکھ دیکھ چمن میں
فرہاد کے آتے ہی سدا روح صبا ہے
مذکور ہے ازبس کی ولؔی میرے سخن میں

۳۱۰

ہیکل گلے میں جان سیں مصحف نمن دھرتا ہوں میں
مانند حافظ یاد کر وو نام کوں پھرتا ہوں میں
لب حمد و ابرو بسم اللہ دو زلف ہیں واللیل جیوں
لے درس قراں رُخ کا اب شمس الضحیٰ پڑھتا ہوں میں
تجھ ید کوں جب سیں ید لگا تب سیں ید بیضا ہوا
تبّت یدا کا ورد اب دن رات جپ کرتا ہوں میں
ہے سورۂ والعصر جیوں اس عصر میں تیرا یہ حُسن
قد لم یکن کی سیر کا مشتاق ہو پھرتا ہوں میں
دعوت زباں یاسین ہے یاے پریشانی یوں سے
اِنّا فتحنا کن مدد تجکوں سجن دھرتا ہوں میں
اب لا فتیٰ اِلّا علی لا سیف اِلا ذو الفقار
آنکھوں سیں تیری یوں دسے اس واسطے ڈرتا ہوں میں
میرے سجن کوں کیوں ہوئے آسیب نازل اے ولؔی
احفظنی عن شرّ البَلا اس قد اُپر پڑھتا ہوں میں

۳۱۱

ترے دیکھنے کوں اے نرگس نَین — چلے چھوڑ آہو دیارِ ختن
وو مانندِ شمشیرِ پانی ہوا — جو دیکھا ترے ابروئے تیغ زن
ترے یاد کرنے سیں اے نو نہال — ہوا دل مرا رشکِ صحنِ چمن
کمر بستۂ سوز ہوں جیوں پتنگ — لگی تجھ سیں اے شمع جب سیں لگن
کیا دل نے تیری گلی میں مقام — کہ بلبل کا دائم ہے گلشن وطن
دیا جان تجھ فتنۂ ناز کوں — ہوا صبح محشر سیں اس کا کفن

وَلی کا بدن گل کے پانی ہوا
ترے غم سیں جیوں شبنم اے گل بدن

۳۱۲

مجکوں تجھ بن کسی سوں کام نہیں — فکر نا موس و ننگ و نام نہیں
صفِ عشاق کوں بہ کعبہ قسم — غیر آوارگی امام نہیں
قاصد دل نہیں ہے غیر از آہ — اثر درد بن پیام نہیں
گرچہ لچھمن ترا ہے رام ولے — اے سجن تو کسی کا رام نہیں
زندگی جام عیش ہے لیکن — فائدہ کیا اگر مدام نہیں
عشق اس کا ہے نا تمام جسے — پی کی خاطر کا اہتمام نہیں
باغ میں سر و نخل آہ دسے — اے وَلی گر وو خوش خرام نہیں

۳۱۳

باندھا ہو جب سوں شوخ نے خنجر کمر منیں — سب گلرُخاں کے جیو پڑے ہیں خطر منیں
جو آب درنگ تیرے سخن میں ہے اے سجن — ہرگز وو آب ورنگ نہیں ہے گہر منیں
وقت طبع راغبِ شربت ہے اے صنم — شاید ترے لباں کا اثر ہے شکر منیں
جمعیت آسماں سوں، توقع بجا نہیں — ہیں آفتاب وماہ ہمیشہ سفر منیں

قوسِ قزح کا مصرع ثانی ہے اے ولی
تعریف اس بھواں کی لکھوں جس سطر منیں

۳۱۴

خوش قداں دل کوں بند کرتے ہیں نام اپنا بلند کرتے ہیں
اپنے شیریں سخن کوں دے کے رواج سرد بازار قند کرتے ہیں
جس کوں بے تاب دیکھتے ہیں اُسے اپنے اوپر سپند کرتے ہیں
بند کرنے کوں عاشقاں کے سدا زلف اپنی کمند کرتے ہیں
اے ولی جو کہ ہیں بلند خیال
شعر میرا پسند کرتے ہیں

۳۱۵

خوب رو خوب کام کرتے ہیں
یک نگہ میں غلام کرتے ہیں
دیکھ خوباں کوں وقت ملنے کے
کس اداسوں سلام کرتے ہیں
کیا وفا دار ہیں کہ ملنے میں
دل سوں سب رام رام کرتے ہیں
کم نگاہی سوں دیکھتے ہیں وے
کام اپنا تمام کرتے ہیں
کھولتے ہیں جب اپنی زلفاں کوں
صبح عاشق کوں شام کرتے ہیں
صاحبِ لفظ اس کوں کہہ سکیئے
جس سوں خوباں کلام کرتے ہیں
دل لجاتے ہیں اے ولی میرا
گل[1] رخاں جب خرام کرتے ہیں

---

[1] ک۔ سروقد

۳۱۶

عملِ مقصد کے ہار ڈالے ہیں　　　نقدِ ہستی جو ہار ڈالے ہیں
کیوں نہ ہو راہِ عشق نشتر زار　　　تیری پلکاں نے خار ڈالے ہیں
دیکھ اس کے نَین کے خنجر کوں　　　چشم آہو کوں وار ڈالے ہیں
کیونکے نکلے برہ کے کوچے سوں　　　زلف تیری نے مار ڈالے ہیں
اے ولؔی شہر حسن کے اطراف
خط سوں اس کے حصار ڈالے ہیں

۳۱۷

جو کہ تجھ پر نگاہ کرتا نہیں　　　وہ اپس کی خودی بسرتا نہیں
کیونکے ہو سیری حسن سوں تیرے　　　دہوپ کھانے سوں پیٹ بھرتا نہیں
پی کے لب سوں پیا جو آب حیات　　　دور آخر تلک وہ مرتا نہیں
غیر تیرے خیال کے اے شوخ　　　دل میں میرے دوجا اترتا نہیں
اے ولؔی اس کے نقش عالی کوں
غیر مانی دو جا چترتا نہیں

۳۱۸

جو پی کے نام پاک پہ جی سوں فدا نہیں　　　راضی کسی طرح ستی اس پر خدا نہیں
اے نور جان و دیدہ ترے انتظار میں　　　مدت ہوئی پلک سوں پلک آشنا نہیں
عشاق مستحقِ ترحم ہیں اے عزیز　　　اُن کے غریب حال پہ سختی روا نہیں
ترشی اپس جبیں سوں نکال اے شکر بچن　　　عشاق پر غضب ہے یہ ناز وادا نہیں
اے نور بہارِ حسن وگل باغِ جان و دل　　　افسوس ہے کہ تجھ منیں رنگِ وفا نہیں
ترک لباس بس کہ کیا ہوں جہاں منیں　　　تیری گلی کی خاک ورا مجھ قبا نہیں

ڈالے اُکھاڑ کوہ کوں جیوں کاہ اے ولؔی
عاشق کی آہ سرد کہ جس میں صدا نہیں

۳۱۹

مجھے گلشن طرف جانا روا نہیں
اگر گلشن میں وہ رنگیں ادا نہیں
بغیر از نقد جانِ پاک بازاں
متاعِ حسن کا دوجا بہا نہیں
کیا ہے عاشقاں کے خوں سوں رنگیں
کفِ خوں ریز پر رنگِ حنا نہیں
سنا ہوں تجھ نگاہِ با حیا سوں
کہ ہرگز چشم نرگس میں حیا نہیں
تری زلفاں کے سنبل کا محرک
ہوائے عشق بازاں ہے صبا نہیں
ترا قد دیکھ کر کہتی ہے قمری
کہ ہرگز سرد میں ایسی ادا نہیں
ترا مکھ دیکھنا ہے واجب العین
ادائے فرض میں خوف دریا نہیں
عجب ہے اے دُرِ دریائے خوبی
کہ دل تیرا مروت آشنا نہیں
ولؔی گلرو کی دانش پر نظر کر
بہارِ حسن کوں چنداں بقا نہیں

۳۲۰

مرا غم دفع کرنے کوں دو عالی جاہ قاصد نہیں
تو آوے کیوں مرے نزدیک کچھ گمراہ قاصد نہیں
ہوا ہے مجھ کوں یو معلوم اس بے دست گاہ میں
کہ مجھ احوال پہنچانے کوں غیر از آہ قاصد نہیں
دوجے کو مطلع کرنا نہیں غیرت روا رکھتی
ہمن سے بے سروساماں نزک اس راہ قاصد نہیں
جو میرے جان و دل کا حال ہے تجھ ہجر میں ساجن
تجھے وہ حال پہنچاتے کروں کیا آہ قاصد نہیں

بجز وجدان دلبر کُئی نہ پاوے حال عاشق کا
تو میرے راز کے نامے ستی آگاہ قاصد نہیں
نہ پاوے شاہدِ معنی اپس کوں جو کیا خالی
خبر یوسف کی پہنچانے کوں غیر از چاہ قاصد نہیں
وَلی کیوں کر لکھوں اس بے خبر کوں درد دل اپنا
لجانے درد کے نامے کوں کُئی، دل خواہ قاصد نہیں

۳۲۱

سجن[۱] کے باج عالم میں دگر نہیں
همن میں ہے وے ہم کو خبر نہیں
عجب ہمت ہے اس کی جس کوں جگ میں
بغیر از یار دوجے پر نظر نہیں
نہ پاوے صندل رازِ الٰہی
جسے گرمی سوں دل کی دردِ سر نہیں
ہوا نئیں جب تلک خالی اپس سوں
گرفتاراں میں ہرگز معتبر نہیں
نہ دیویں راہ تجکوں ملک دل میں
وفا کا جب تلک تجھ میں اثر نہیں
اپس کے مدعا کے آشیاں کوں
نہ پہنچے جب تلک ہمت کے پر نہیں
نہ پوچھو درد کی بے درد سوں بات
کہے کیا بے خبر جس کوں خبر نہیں
ہوا ہوں جیوں کماں خم روزِ غم سوں
سِنے میں تیر ہو آہِ جگر نہیں
وَلی اُس کی حقیقت کیونکے بوجھوں
کہ جس کا بوجھنا حدِّ بشر نہیں

۳۲۲

دیکھ ہے جن نے باغ میں اس سروقد کے تئیں
طوبیٰ کی خوش قدی پہ سٹا دست رو کے تئیں
دل جا پڑا ہے چاہ نخداں میں یک بہ یک
اے زلف یار پہنچ تو میری مدد کے تئیں
اے سرد تیرے قد ستی ہے عید عاشقاں
قرباں کیا ہوں تجھ پہ میں عمر ابد کے تئیں

---

۱ م-ا۔ سکھی

ہیں دنگ آسماں پہ ملک جب کیا شکار
آہو نے تجھ نَین کے فلک کے اسد کے تئیں

یا جوج ہو رقیب جب آیا سجن کے پاس
پیدا کیا حجاب سکندر کی سد کے تئیں

درکار نئیں ہے صافی دل کوں لباس زر
جوں آرسی پسند کیا ہوں نمد کے تئیں

پی کی مشابہت کا وسا تئیں مجھے ولؔی
دیکھا ہوں آفتاب نمط چار حد کے تئیں

٣٢٣

اے سا مری تو دیکھ مری ساحری کے تئیں
شیشے میں دل کے بند کیا ہوں پری کے تئیں

اس زلف کے طلسم کوں دیکھا ہوں جب
پایا ہوں تب سوں رشتۂ جادو گری کے تئیں

اس گُن بھری چنچل نے لیا مکھ پہ جب انچل
قرباں کیا اپس پہ شہِ خادری کے تئیں

خورشید لے کے مکھ پہ شفق شرم سوں چھپا
نکلا ہے جب دو پہن لباسِ زری کے تئیں

پیدا ہوا ہے جگ میں ولؔیِ صاحب سخن
میری طرف سوں جاکے کہو انورؔی کے تئیں

٣٢٤

تجھ حسن نے دیا ہے بہار آرسی کے تئیں
بخشا ہے خال وخط نے نگار آرسی کے تئیں

روشن ہے بات یہ کہ اول سادہ لوح تھی
بخشے ہیں اس کے موسوں سنگھار آرسی کے تئیں

خوبی منیں اول سوں ہوئی ہے وہ چند تر
جب سوں کیا صنم نے دوچار آرسی کے تئیں

حیرت کی انجمن میں وہ حیرت فزا نے جا
یک دید میں کیا ہے شکار آرسی کے تئیں

کس خط کے پیچ وتاب کوں دل میں رکھے کہ آج — جیوں آبجو نہیں ہے قرار آرسی کے تیئں
حیرت سوں آنکھ اپس کی نہ مونڈے حشر تلک — یک پل ہوا اس نزک ہو، گزار آرسی کے تیئں
گر اُس کے دیکھنے کی ولی آرزو ہے تجھ
بیگی اپس کے دل کی سنوار آرسی کے تیئں

ردیف و

۳۲۵

ہر رات اپس کے لطف وکرم سوں ملا کرو — ہر دن کوں عید بوجھ گلے سوں لگا کرو
وعدہ[۱] کیا تھا رات کوں آؤں گا صبح میں — اے مہربان وعدے کوں اپنے وفا کرو
حق تجھ سوں ہم کلام رکھے مجکوں رات دن — اس بات سوں مدام رقیباں جلا کرو
کب لگ رکھو کے طرز تغافل کوں دل منیں — ٹک کان دھر کے حال کسی کا سنا کرو
جب لگ ہے آسمان وزمیں جگ میں برقرار — جیوں پھول اس جہاں کے چمن میں ہنسا کرو
آیا ہوں احتیاج لے تم پاس اے صنم[۲] — اپنے لباں کے خضر سوں حاجت روا کرو
یک بات ہے ولی کی سنو کان دھر سجن
میری انکھاں کے باغ میں دائم رہا کرو

۳۲۶

چاہو کہ ہوش سر سوں اپس کے بدر کرو — یک بار اس پری کی گلی میں گزر کرو
ہے قصۂ دراز کے سننے کی آرزو — اس زلف تابدار کی تعریف سر کرو
بوجھو ہلال چرخ کوں ابروے پیر زال — اس کی بھواں کے خم پہ اگر ٹک نظر کرو
اس گل کے گرد صال کی ہو دل میں آرزو — شبنم نمن تمام انکھیاں اپنی تر کرو
اے دوستاں بتنگ ہوا ہوں میں ہوش سوں — پیتم کا نانوں لے کے مجھے بے خبر کرو
پہنچا ہے جس کے ہجر کی سختی سوں حال نزع — اس بے خبر کوں حال سوں میرے خبر کرو

---

۱ ا۔ک۔وعدہ کئے تھے۔
۲ م۔ا۔سجن

ہر شعر سوں ولی کے عزیزاں بیاض میں
مسطر کے خط کوں رشتۂ سلکِ گہر کرو

۳۲۷

وحشی ملکِ عدم کوں تمہیں تسخیر کرو
خونِ عنقا کے اگر رنگ سوں تصویر کرو

دل دیوانہ عاشق کوں دو قید نہیں
زلف کی موج سوں اس پک منیں زنجیر کرو

گرو خجلت کوں ندامت کے انجھو ساتھ ملا
موردِ رحمت حق اس ستی تعمیر کرو

صفحۂ نین پہ پتلی کی سیاہی لے کر
نقطۂ خال کی تعریف کوں تحریر کرو

عشق کہتا ہے ولی آ کے باآواز بلند
اے جواناں تمہیں سب درد کوں مل پیر کرو

۳۲۸

چاہو کہ پی کے پگ تلے اپنا وطن کرو
اول اپس کوں عجز میں نقشِ چرن کرو

ہے گلرُخاں کوں ذوق تماشائے عاشقاں
داغاں ستی دلاں کوں اپس کے چمن کرو

ثابت ہے عاشقاں میں جلا جو پتنگ دار
تار نگاہ شمع سوں اس کا کفن کرو

گر آرزو ہے دل میں ہم آغوشئ صنم
انجھواں سوں اپنے سیج پہ فرشِ چمن کرو

چاہو کہ ہو ولی کی نمن جگ میں دو رہیں
انکھیاں میں سرمہ پیو کی خاک چرن کرو

۳۲۹

نگہِ التفات مجھ طرف اے ماہ رو کرو
سینے کا زخم تارِ نگہ سوں رفو کرو

اے گل رخاں اپس کی تجلی سوں ایک بار
روشن چراغ خانۂ ہر آرزو کرو

اس کی بھواں کی تیغ کے پانی سوں عاشقاں
دایم نماز عشق کوں اول وضو کرو

مانندِ گل ہوا ہے یو دل چاک چاک آج
برجا ہے ہاتھ لے کے اگر اس کو بو کرو

معشوق ہے بغل میں ولی یہ سنا ہوں میں
مت دل کے ناج اس کوں کہیں جستجو کرو

۳۳۰

عالم کوں تیغ ناز سوں بے جاں نکو کرو غمزے سوں اپنے غارت ایماں نکو کرو
جمعیت آرزو ہے فلاطوں کوں خم منیں زلفاں دکھا کے اس کوں پریشاں نکو کرو
آئینہ جمال منور کوں کر عیاں خوبان خود پرست کوں حیراں نکو کرو
زاہد چلا ہے صورت محراب دیکھ کر ابرو دکھا کے اس کوں پریشاں نکو کرو
ہے روز حشر، روز مکافات ہر عمل ہر اک کوں قتل خنجر مژگاں نکو کرو
درکار ہے نثار کوں گوہر اے عاشقاں انجھواں کوں صرف گوشۂ داماں نکو کرو
مدت سوں تجھ نگاہ کا مشتاق ہے ولی
کِن نے کہا غریب پر احساں نکو کرو

۳۳۱

مت تمن انتظار ماہ کرو ماہ رو کوں چراغ راہ کرو
سفر عشق کا اگر ہے خیال ہمت دل کوں زادِ راہ کرو
مکھ دکھاوے گا یوسفِ معنی دل سوں گر دیکھنے کی چاہ کرو
عاشقاں عاشقی کے دعوے پر آہ و زاری کوں دو گواہ کرو
گل دبلبل کا گرم ہے بازار اس چمن میں جدھر نگاہ کرو
سرخ روئی ہے عاشقاں کی مدام گر رقیباں کوں رو سیاہ کرو
حال دل پر ولی کے اے جاناں
نظرِ لطف گاہ گاہ کرو

۳۳۲

صحبت غیر سوں جایا نہ کرو درد منداں کوں کڑھایا نہ کرو
حق پرستی کا اگر دعویٰ ہے بے گناہاں کوں ستایا نہ کرو
اپنی خوبی کے اگر طالب ہے اپنے طالب کوں جلایا نہ کرو
ہے اگر خاطر عشاق عزیز غیر کوں درس دکھایا نہ کرو
مجکوں ترشی کا ہے پرہیز صنم چین ابرو کوں دکھایا نہ کرو
دل کوں ہوئی ہے سجن، بے تابی زلف کوں ہاتھ لگایا نہ کرو
نگہِ تلخ سوں اپنی ظالم زہر کا جام پلایا نہ کرو
ہم کوں برداشت نہیں غصے کی بے سبب غصے میں آیا نہ کرو
پاک بازاں میں ہے مشہور ولیؔ
اس سوں چہرے کوں چھپایا نہ کرو

۳۳۳

شوخی و ناز سوں عشاق کوں حیراں نہ کرو گردشِ چشم کوں غارتِ گر ایمان نہ کرو
فکر جمعیت اپس دل میں کیے ہیں زہاد زلف کوں کھول غریباں کوں پریشاں نہ کرو
عشق کا داغ ہے محتاج نمک کا دایم لب دلدار بنا اس کا نمک داں نہ کرو
تب تلک بوے محبت کی نہ پاؤ ہرگز جب تلک گل کی من چاک گریباں نہ کرو
لب تمہارے ہیں شفا بخش ولیؔ ہے بیمار
حیف صدحیف کہ اس وقت میں درماں نہ کرو

۳۳۴

غفلت میں وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہو ہشیار ہو
کب لگ رہے گا خواب میں بیدار ہو بیدار ہو
گر دیکھنا ہے مدعا اس شاہدِ معنی کا رو
ظاہر پرستاں سوں سدا بیزار ہو بیزار ہو

جیوں چتر داغ عشق کوں رکھ سر پر اپنے اولا
تب فوج اہل درد کا سردار ہو سردار ہو
وہ نو بہارِ عاشقاں ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ وقت خواب تئیں بیدار ہو بیدار ہو
مطلع کا مصرع اے ولؔی ورد زباں کر رات دن
غفلت میں وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہو ہشیار ہو

۳۳۵

مکھ تمن کا یو آفتاب رہو — ذرہ ذرہ یو کامیاب رہو
یو پیشانی ہے ہو ہلال نمن — حق سوں چھتا ہوں ماہتاب رہو
عاشقاں اس کے پاس منگتے ہیں — مے رہو یار اور رباب رہو
بہوت و شنام دے کرم فرما — لطف تُمنا کا بے حساب رہو
مست اِچھتا ولؔی یو شعر ترا
دشمناں کا یہ دل کباب رہو

۳۳۶

اے دل سدا اُس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو
اُس نو بہار حسن کا دیوانہ ہو دیوانہ ہو
اے یار گر منظور ہو تجھ آشنائی عشق کی
ہر آشنائے عقل سوں بے گانہ ہو بے گانہ ہو
میری طرف ساغر بکف آتا ہے وہ مستِ حیا
اے دل تکلف بر طرف مستانہ ہو مستانہ ہو
اُس آشنائے گوش سوں ہو نا ہو مجکوں آشنا
دریائے دل میں اے سخن دُروانہ ہو دُروانہ ہو
میرے سخن کوں مہرسوں سنتا ہے وہ رنگیں ادا

اے سرگزشتِ حالِ دل افسانہ ہو افسانہ ہو
چاہے کہ شاہِ حسن کوں لاوے اپس کے حکم میں
ٹک عشق کے میدان میں مردانہ ہو مردانہ ہو
جاری رکھے گا کب تلک رسم جفا وجور کوں
اے معنی ہر جان و دل جانا نہ ہوجانا نہ ہو
مجکوں خمار ہجرسوں پیدا ہوا ہے درد سر
اے گردشِ چشم پری پیمانہ ہو پیمانہ ہو
اس وقت پیتم کی نگہ کرتی ہے مشق دلبری
یہ آن غفلت کی نہیں فرزانہ ہو فرزانہ ہو
اے عقل کب لگ وہم سوں یک جا کرے گی خاروخس
آتا ہے سیل عاشقی ویرانہ ہو ویرانہ ہو
عالم میں تجکوں اے ولی ہے فکر جمعیت اگر
ہر دم خیال یار سوں ہم خانہ ہو ہم خانہ ہو

۳۳۷

نہ دیو آزار میرے دل کوں اے آرام جاں سمجھو
یہ خوبی کچھ سدا رہتی نہیں اے مہرباں سمجھو
کیا ہے پیچ و تاب عشق نے بے تاب مجھ دل کوں
ہوا ہوں موے سوں باریک اے نازک میاں سمجھو
تمہارے نین نے زخمی کیا تیر تغافل سوں
کروگے کب تلک یہ ظلم اے ابرو کماں سمجھو
تمہاری خیر خواہی کا بیاں ہو مجھ زباں اوپر
یقیں ہے مہرباں مجھ پر اگر میرا بیاں سمجھو
سخن کے آشنا سوں لطف رکھتا ہے سخن کہنا
ولی سوں بات کرنا ہے بجا اے دلستاں سمجھو

۳۳۸

غنچہ نمط تجھ باس کا دل پیرہن سب دن اچھو
مجھ نین کے نعلین میں تیرے چرن سب دن اچھو
پیاسے محبّاں دیکھ کر یوں ساقیٔ کوثر
فردوس سوں ہے جلوہ گریو انجمن سب دن اچھو
تجھ یاد سوں راحت اچھو سب مومنان کی جان ہیں
تیرے چرن کی خاک سوں روشن نَیَن سب دن اچھو
وہ سایہ قامت کیا پیدا گل وسنبل کے تیئں
رنگِ گلستانِ ارم تیرا چمن سب دن اچھو
تیرے کرم کے ہاتھ سوں موسیٰ ید بیضا لیا
ہمدم دمِ عیسیٰ کا توں امرت بچن سب دن اچھو
ہر دم طبع کے سیس پر تجھ یاد کا افسر رکھوں
تیری محبت کا رتن دل میں جتن سب دن اچھو
تجھ باج مخصوص جہاں دو ذات عالی چار ہیں
ان کی محبت کا ولی دل میں وطن سب دن اچھو

۳۳۹

ترا[۱] قد یو رشکِ قامت اچھو — قیامت تلک یو سلامت اچھو
توں خوباں کی صف میں ہوا پیشوا — مسلم تجھے بولنا مت اچھو
تیرے حسن کوں جن نے دیکھا نہیں — نصیباں میں اوس کے ندامت اچھو
تجھے دیکھ کر کوئی لے جاوے حسد — سدا اوس کوں حاصل ملامت اچھو
ترا ذکر کرتا ہے دائم ولی
بچن اوس کی سب یاد کرامت اچھو

---

[۱] یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے۔اورنسخۂ کراچی میں بھی ہے۔

ردیف ہ

۳۴۰

سجن ٹک نازسوں مجھ پاس آ آہستہ آہستہ
چھپی باتیں اپس دل کی سنا آہستہ آہستہ
غرض گویاں کی باتاں کوں نہ لا خاطر منیں ہرگز
سجن اس بات کوں خاطر میں لا آہستہ آہستہ
ہر اک کی بات سننے پر توجّہ مت کر اے ظالم
رقیباں اس سبب ہوئیں گے جدا آہستہ آہستہ
مبادا محتسب بدمست سن تان میں آ وے
طنبورا آہ کا اے دل بجا آہستہ آہستہ
ولؔی ہرگز اپس کے دل کوں سینے میں نہ رکھ غمگیں
کہ بر لاوے گا مطلب کوں خدا آہستہ آہستہ

۳۴۱

سجن تم مکھ ستی کھولو نقاب آہستہ آہستہ
کہ جیوں گل سوں نکستا ہے گلاب آہستہ آہستہ
ایا نکہت کی گرمی سوں پسینا جب زنخداں پر
کہ جیوں خم سوں نکستی ہے شراب آہستہ آہستہ
ہزاراں لاکھ خوباں میں سجن میرا چلے یوں کر
ستاروں میں چلے جیوں ماہتاب آہستہ آہستہ
سلونے سانورے چنچل تری موتی کی جھلکاں نے
کیا عقد ثریا کوں خراب آہستہ آہستہ

۳۴۲

کیا مجھ عشق نے ظالم کوں آب آہستہ آہستہ
کہ آتش گل کوں کرتی ہے گلاب آہستہ آہستہ

وفاداری نے دلبر کی بجھایا آتشِ غم سوں
کہ گرمی دفع کرتا ہے گلاب آہستہ آہستہ
عجب کچھ لطف رکھتا ہے شبِ خلوت میں گلروسوں
خطاب آہستہ آہستہ جو اب آہستہ آہستہ
مرے دل کوں کیا بے خود تری انکھیاں نے آخر کوں
کہ جیوں بے ہوش کرتی ہے شراب آہستہ آہستہ
ہوا تجھ عشق سوں اے آتشیں رو دل مرا پانی
کہ جیوں گلتا ہے آتش سوں گلاب آہستہ آہستہ
ادا و ناز سوں آتا ہے وہ روشن جبیں گھر سوں
کہ جیوں مشرق سوں نکلے آفتاب آہستہ آہستہ
ولی مجھ دل میں آتا ہے خیالِ یارِ بے پروا
کہ جیوں انکھیاں منیں آتا ہے خواب آہستہ آہستہ

۳۴۳

ہوا ظاہر خط روے نگار آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے بہار آہستہ آہستہ
کیا ہوں رفتہ رفتہ رام اس کی چشمِ وحشی کوں
کہ جیوں آہوکوں کرتے میں شکار آہستہ آہستہ
جو اپنے تن کوں مثل جوئبار اوّل کیا پانی
ہوا اُس سروقد سوں ہم کنار آہستہ آہستہ
برنگ قطرۂ سیماب میرے دل کی جنبش سوں
ہوا ہے دل صنم کا بے قرار آہستہ آہستہ
اُسے کہنا بجا ہے عشق کے گلزار کا بلبل
جو گلرویاں میں پایا اعتبار آہستہ آہستہ
مرادل اشک ہو پہنچا ہے کوچے میں سریجن کے
گیا کعبے میں یہ کشتی سوار آہستہ آہستہ
ولی مت حاسداں کے بات سوں دل کو مکدر کر
کہ آخر دل سوں جاوے گا غبار آہستہ آہستہ

۳۴۴

ہوئے ہیں رام پریم کے نَین آہستہ آہستہ
کہ جیوں پھاندے میں آتے ہیں ہرن آہستہ آہستہ

مرا دل مثل پروانے کے تھا مشتاق جلنے کا ‏ ‏ ‏ لگی اس شمع سوں آخر لگن آہستہ آہستہ
گریباں صبر کا مت چاک کرائے خاطر مسکیں ‏ ‏ ‏ سنے گا بات وہ شیریں بچن آہستہ آہستہ
گل و بلبل کے سودے میں خلل ہووے تو بر جا ہو ‏ ‏ ‏ چمن میں جب چلے وہ گلبدن آہستہ آہستہ
ولی سینے میں میرے پنجۂ عشقِ ستم گر نے
کیا ہے چاک دل کا پیرہن آہستہ آہستہ

۳۴۵

ترے غم میں مرے نیناں سوں گر جاری ہوں جیحوں اُٹھ
کریں تعظیم اس سیلِ انجھو کی کوہ دہاموں اُٹھ
ترے قامت کی بالائی میں گر مصرع کروں موزوں
سر و قد سوں کرے تعظیم میری سر و موزوں اٹھ
شکست فوج دل آساں ہے گر نیناں ترے ظالم
نگہ کی تیغ کوں لے کر کریں شب کو سو شب خوں اُٹھ
اگر تجھ حسن کی شہرت سُنے اے غیرت
عجب نئیں گر قبر سیتی چلے رسوا ہو مجنوں اُٹھ
ہماری نیک بختی سر پہ تیرے سایہ گستر ہے
عجب نئیں گر تری خدمت منیں آوے ہمایوں اُٹھ
تری بیمار چشماں کی حقیقت کس پہ ظاہر نئیں
گیا ہے سُدھ بسر عالم کے عرصے سوں فلاطوں اٹھ
ولی تیری نگاہِ مست کی تعریف گر بولے
تو استقبال کوں آوے ہزاراں چشمِ میگوں اُٹھ

۳۴۶

رحم سوں مجھ طرف پیا آ ٹک ‏ ‏ ‏ تا کہ دیکھوں ترا وہ روشن مکھ
ورد کیا مجھ پہ سخت تجھ بن ہے ‏ ‏ ‏ دیکھ تو آ کے حال میرا ٹک

رشک سوں تیرے قد کے گلشن میں ڈالیاں سرد کی پڑیں جھکھ جھکھ
غم ترا یا رجب سوں مجھ کوں ہوا بھاگ تن سیں مرے گیا سب سکھ
اے ولی ہے کٹھن برہ کا غم
حق نہ دیوے کسی کے تئیں یہ دکھ

۳۴۷

آج دستا ہے حال کچھ کا کچھ کیوں نہ گزرے خیال کچھ کا کچھ
دل بے دل کوں آج کرتی ہے شوخ چنچل کی چال کچھ کا کچھ
مجکوں لگتا ہے اے پری پیکر آج تیرا جمال کچھ کا کچھ
اثر بادۂ جوانی ہے کر گیا ہوں سوال کچھ کا کچھ
اے ولی دل کوں آج کرتی ہے
بوے باغِ وصال کچھ کا کچھ

۳۴۸

تجھ مکھ پہ جو اس خط کا اندازہ ہوا تازہ اب حسن کے دیواں کا شیرازہ ہوا تازہ
پھولاں نے اپس کا رنگ ایثار کیا تجھ پر تجھ مکھ پہ جب اے موہن یہ غازہ ہوا تازہ
اس حسن کے عالم میں تو شہرۂ عالم ہے ہر مکھ سوں ترا جگ میں اندازہ ہوا تازہ
سینے سوں لگانے کی ہوئی دل کوں اُمنگ تازی آپس ستی جب تجھ میں خمیازہ ہوا تازہ
جو شعر لباسی تھے جیوں پھول ہوئے باسی
جب شعر ولی تیرا یو تازہ ہوا تازہ

۳۴۹

گریاں ہے ابر چشم مری اشک بار دیکھ ہے برق بے قرار مجھے بے قرار دیکھ
فردوس دیکھنے کی اگر آرزو ہے تجھ اے جیوپی کے مکھ کے چمن کی بہار دیکھ
حیرت کا رنگ لے کے لکھے شکل بے خودی تیرے ادا و ناز کوں معنی نگار دیکھ

دو دل کہ تجھ ذقن کے خیالاں سوں چاک تھا
لایا ہوں تیری نذر بجائے انار دیکھ

اے شہسوار تو جو چلا ہے رقیب پاس
سینے میں عاشقاں کے اُٹھا ہے غبار دیکھ

تیری نگاہ خاطر نازک پہ بار ہے
اے بوالہوس نہ پی کی طرف بار بار دیکھ

تجھ عشق میں ہوا ہے جگر خون و داغ دار
دل میں ولیؔ کے بیٹھ کے یو لالہ زار دیکھ

۳۵۰

جی چل بچل ہوا ہو چنچل تیری چال دیکھ
دل جا پڑا خلل میں ترے مکھ کا خال دیکھ

ہر شب ہوں پیچ و تاب میں تجھ زلف کی سبب
گل کر ہوا ہوں بال نمط تیرے بال دیکھ

خوباں جو تجھ پہ رشک لجاویں تو کیا عجب
جلتا ہے آفتاب یو جاہ و جلال دیکھ

اے نو بہار حُسن تو گلشن میں جب چلا
گل کر ہوئے گلاب گلاں تیرے گال دیکھ

مت کہہ اپس کے حال کوں رمّال کی اگے
مصحف میں اُس جمال کے اے جیو فال دیکھ

دونوں جہاں کی عید کی ہے آرزو اگر
پیتم کے ابرواں میں دو شکل ہلال دیکھ

دل پیچ و تاب میں ہے ولیؔ کا مثال موج
تجھ زلف تابدار کا پُر پیچ حال دیکھ

۳۵۱

تیرے نین کا دیکھ کے اے خانہ آئنہ
ہے تجھ نگاہِ مست کا دیوانہ آئنہ

اے شمع سر بلند ترا نور دیکھ کر
سب جو ہراں کیے ہیں سو پروانہ آئنہ

صافی اپس کی لے کے سنوارا ہے شوق سوں
رکھنے کوں تجھ خیال کا کا شانہ آئنہ

جب سین پڑا ہے عکس ترا آئنے بھیتر
تب سوں لیا ہے شکل پری خانہ آئنہ

تجھ صاف مکھ پہ دیکھ کے بوخطِ جوہراں
زنجیر پگ میں ڈالے ہے دیوانہ آئنہ

تیرے عَین کی دیکھ کے پتلی کوں اے صنم
سرتا قدم ہے صورت بت خانہ آئنہ

مانند اس ولؔی کے ہوا مت دبے خبر
تجھ نین سوں پیا ہے جو پیمانہ آئنہ

ردیف ی

۳۵۲

منگا کے پی کوں لکھوں میں آپس کی بے تابی
لیا نَین کی سفیدی سوں کا غذِ آبی
لکھا پلک کے قلم سوں میں اے کماں ابرو
جگر کے خون سوں تجھ تیغ کی سیہ تابی
ہوا ہے جب سوں وہ نور نظر انکھاں سوں جدا
نہیں نظر میں مری تب سوں غیر بے خوابی
نگہ[۱] کے جھاڑ کا پھل تو ہے اے بہارِ کرم
اگر درخت کوں امید کی ہوئی سیرابی
ولؔی خیال میں اس مہ[۲] کوں جو کوئی کہ رکھے
تو خواب میں نہ دسے اس کوں غیر مہتابی

۳۵۳

آیا دو شوخ باندھ کے خنجر کمرستی | عالم کوں قتل عام کیا یک نظر ستی
طاقت رہے نہ بات کی پھر انفعال سوں | تشبیہ تجھ لباں کوں اگر دوں شکرستی
عُم نے لیا ہے تب سوں مجھے پیچ وتاب میں | باندھا ہے جب سوں جیوکوں اس موکمرستی
غم کے چمن کوں بادِ خزاں کانہیں ہے خوف | پہنچا ہے اس کوں آب مری چشم ترستی

یک بار جاکے دیکھ ولؔی اس درس کے تئیں
لکھتا ہوں جس کے وصف کوں آبِ گُہرستی

۳۵۴

اُس سوں رکھتا ہوں خیال دوستی | جس کے چہرے پر ہے خال دوستی

---

۱ ک۔ترے جمال کے گلشن میں بہت ہے سیرابی۔
۲۔م۔ا۔ماہ رو

خشک لب دو کیوں رہے عالم منیں	جس کوں حاصل ہے زلالِ دوستی
شمع بزم اہل معنی کیوں نہ ہوے	جس اُپر روشن ہے حالِ دوستی
اس سخن سوں آشنا ہے درد مند	درو دوری ہے وبالِ دوستی
اے سجن تجھ مکھ کے مصحف میں مجھے	دیکھنا برجا ہے فالِ دوستی
محض سوں تجھ قد کے اے رنگیں بہار	تازہ وتر ہے نہالِ دوستی

اے ولؔی ہر آن کر مشق وفا
ہے وفا داری کمالِ دوستی

۳۵۵

جو کُنی ہر رنگ میں اپنے کوں شامل کر نہیں گنتے[۱]
ہمن سب عاقلاں میں اس کوں عاقل کر نہیں گنتے
مدرس مدرسے میں گر نہ دیوے درس ورشن کا
تو اُس کوں عاشقاں استادِ کامل کر نہیں گنتے
خیالِ خام کوں جو کُئی کہ دھووے صفحۂ دل سوں
تصوف کے مطالب کوں وہ مشکل کر نہیں گنتے
جو بسمل نَین ہوا تیری نَین کی تیغ سوں بسمل
شہیداں جگ کے اس بسمل کوں بسمل کر نہیں گنتے
پرت کے پنتھ میں جو کُئی سفر کرتے ہیں رات ہوردن
وہ دنیا کوں بغیر از چاہ بابل کر نہیں گنتے
نہیں جس دل میں پی کی یاد کی گرمی کی بے تابی
تو ویسے دل کوں سارے دلبراں دل کر نہیں گنتے
رہے محروم تیری زلف کے مہرے سوں وہ دائیم
جو کُئی تیری نَین کوں زہرِ قاتل کر نہیں گنتے

---

[۱] م۔۲ میں ہر جگہ کہتے ہے۔

نہ پاوے وہ دنیا میں لذتِ دیوانگی ہر گز
جو تجھ زلفاں کے حلقے کوں سلاسل کر نہیں گنتے

بغیر از معرفت سب بات میں گر کُئی اچھے کامل
ولؔی سب اہل عرفاں اس کوں کامل کر نہیں گنتے

۳۵۶

بزرگاں ِکن جو کُئی اپس کوں ناداں کر نہیں گنتے
سخن کے آشنا ان کوں سخن داں کر نہیں گنتے

طریقۂ[۱] عشق بازاں کا عجب نادر طریقہ ہے
جو کُئی عاشق نہیں اس کوں مسلماں کر نہیں گنتے

گریباں جو ہوا نئیں چاک بے تابی کے ہاتھوں سوں
گلے کا دام ہے اس کوں گریباں کر نہیں گنتے

عجب کچھ بوجھ رکھتے ہیں سر آمد بزم معنی میں
تواضع نئیں ہے جس میں اس کوں انساں کر نہیں گنتے

ولؔی راہِ محبت میں وفاداری مقدم ہے
وفا نئیں جس میں اس کوں اہلِ ایماں کر نہیں گنتے

۳۵۷

سجن! تجھ بن ہمن گلشن کوں گلشن کر نہیں گنتے
بجز تیرے مہ روشن کوں روشن کر نہیں گنتے

سکندر کیوں نہ جاوے بحر حیرت میں کہ مشتاقاں
تمہارے مُکھ اگے درپن کوں درپن کر نہیں گنتے

نہیں تیرے رقیباں سوں عداوت دل میں ہمنا کے
مروت دوستاں دشمن کوں دشمن کر نہیں گنتے

---

[۱] م-ا-طریق

اگر انجھواں کے گوہر سوں تکمل نئیں ہوا دامن
محبت مشرب اس دامن کوں دامن کر نہیں گنتے

ولی دل میں ہمارے حاسداں کا خوف نئیں ہرگز
بجز وزدے کسی رہزن کوں رہزن کر نہیں گنتے

۳۵۸

تجھ گوش میں کیا ہے جب سوں مکان موتی
اُس روز سوں ہوا ہے صافی کی کان موتی

بالی نہیں عزیزاں! عاشق کے مارنے کوں
تاگوش کھینچتا ہے زرّیں کمان موتی

بے جا نہیں ہے لرزاں تجھ گوش میں سری جن
منگتا ہے تجھ نگہ سوں دائم امان موتی

اے شوخ جب کیا ہوں تعریف تجھ دتن کی
میرے سخن کوں سن کر پکڑا ہے کان موتی

بالی میں نازنیں کی رہتا ہے رات ہور دن
مدت ستی ولی کا ہوکر پران موتی

۳۵۹

کاں لگ بیاں کروں میں تجھ لعل لب کی شوخی
جس کن ہے موے سوں کم دارالحرب کی شوخی

حیرت سوں گئی پری سوں پر مارنے کی طاقت
دیکھی جو یک نظر بھر تجھ ناز وچھب کی شوخی

گستاخ ہوکے مہندی تیرے قدم لگی ہے
کس رنگ سوں کہوں میں اس بے ادب کی شوخی

ہیرے کا تجھ درس سوں روشن ہوا ہے ہیرا

یا قوت سوں ادھک ہے تجھ رنگ لب کی شوخی
تجھ لب اگے ستی ہے پستے کوں پست کر کر

اور شرم سوں لہو میں ڈوبی غنب[۱] کی شوخی
دل کر کے جیوں کھلونا تیرے نذر کیا ہے

منظور ہے جسے تجھ لہو و لعب کی شوخی
طفل طلب نے ہٹ سوں تجھ لب پہ دل بندھا ہے

معذور رکھ وؔلی کے طفلِ طلب کی شوخی

۳٦۰

گیا ہے جب سوں سہی سر و نو بہار کرے
نگہ کے پگ منیں انجھواں سوں ہے قطار کرے

ہوا ہے بس کہ دوا نہ سجن کے قامت کا
قدم میں سرو کے ہے موج جوئبار کرے

اگرچہ بند رہا وصل ظاہری میں ولے
خیال یار سوں دل کوں سکے حصار کرے

وہ راحت دل و جاں جب وہاں مقام کیا
ہوا ہے درد دل و جان بے قرار کرے

میں اپنی آنکھوں کوں واللہ فرش راہ کروں
گزر جو میری طرف کوں وہ شہسوار کرے

سجن کی بزم سوں کیوں جا سکوں وؔلی باہر
کہ قید حلقۂ گیسوے تابدار[۲] کرے

۳٦۱

ترے قد کی نزاکت سوں دسے مجھ سر و جیوں لکڑی
ترے گل برگ لب آگے خجل ہے پھول کی پکھڑی

کلاہ آبرو اس کی اُتاری باغباں بھُوئیں پر
چمن میں پھول کی ڈالی تجھے جو دیکھ کر اکڑی

ستم پر ور سوں دکھ کہنا کٹے پر لون لانا ہو
نہ کہیو سر اُسے جو کُئی نہ بوجھے سر ہے یا لکڑی

---

[۱] م۔۲ بلا
[۲] ک۔ پائدار

غریبی سوں نہ سمجھو سادہ دل بقال پر فن کوں
کہ جو کھا اُن نے عاشق کوں بھواں کی ہاتھ لے تکڑی
نہ ہوئے اے ولی حل ہرگز اس کا عقدۂ مشکل
تماشے سوں کہ جن نے دل منیں اپنے گرہ پکڑی

۳٦۲

مجھ دل میں بے دل کے سدا دو دلبرِ جاناں بسے
جیوں روح قالب کے بھتر یوں مجھ منیں پہناں بسے
تپلی میں میرے نین کے بستا ہے دلبر عین یوں
پردے منیں ظلمات کے جیوں چشمۂ حیواں بسے
اس دلربا دلدار کا ہے ٹھار میرے دل منیں
یوں دل بھیتر رہتا ہے دو جیوں دل منیں ایماں بسے
ہے دل مرا دریائے غم اور نقش اس لب شوخ کا
رہتا ہے میرے دل میں یوں دریا میں جیوں مرجاں بسے
یوں دل میں میرے اے ولی بستا ہے وہ اہل شفا
سینے منیں جیوں بید کے ہر درد کا درماں بسے

۳٦۳

یہ مرا رونا کہ تیری ہے ہنسی — آپ بس تیئں پُر بسی ہے پر ہنسی
ہے کل عالم میں کرم، میرے اُپر — جز رسی ہے جز رسی ہے جز رسی
رات دن جگ میں رفیق بے کساں — بے کسی ہے بے کسی ہے بے کسی
سست ہونا عشق میں تیرے سجن — نا کسی ہے نا کسی ہے نا کسی
باعث رسوائی عالم ولی
مفلسی ہے مفلسی ہے مفلسی

۳۶۴

زبان یار ہے از بسکہ یارِ خاموشی
بہار خط میں ہے برجا بہارِ خاموشی
سیاہی خط شب رنگ سوں مصورِ ناز
لکھا نگار کے لب پر نگارِ خاموشی
اُٹھا ہے لشکر اہلِ سخن میں حیرت سوں
غبار خط سوں صنم کے غبارِ خاموشی
ظہور خط میں کیا ہے حیا نے بس کہ ظہور
یو دل شکار ہوا ہے شکارِ خاموشی
ہمیشہ لشکر آفات سوں رہے محفوظ
نصیب جس کوں ہوا ہے حصارِ خاموشی
غرور زرسوں بجا ہے سکوت بے معنی
کہ بے صدا ہے سدا کو ہسارِ خاموشی
ولؔی نگاہ کر اس خط سبز رنگ کوں آج
کہ طور نور میں ہے سبزہ زار خاموشی

۳۶۵

کیوں نہ آوے نشۂ غم سوں دماغِ عاشقی
بادۂ حیرت سوں ہے لب ریز ایاغِ عاشقی
اشک خوں آلود ہے سامان طغرائے نیاز
مہر فرمانِ وفاداری ہے داغِ عاشقی
آب سوں دریا کے ہرگز کام نئیں عشاق کوں
گریۂ حسرت سوں ہے سر سبز باغِ عاشقی
گر طلب ہے تجکوں راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں روشن کر چراغِ عاشقی
درد منداں باغ میں ہرگز نہ جاویں اے ولؔی
گر نہ دیوے نالۂ بلبل سراغِ عاشقی

۳۶۶

مشتاق ہیں عشاق تری بانکی ادا کے
زخمی ہیں محباں تری شمشیرِ جفا کے

ہر پیچ میں چیرے کے ترے لپٹے ہیں عاشق
عالم کے دلاں بند ہیں تجھ بند قبا کے
لرزاں ہے ترے دست اگے پنجۂ خورشید
تجھ حُسن اگے مات ملائک ہیں سما کے
تجھ زلف[۱] کے حلقے میں ہے دل بند بے سروبے بار
ٹک مہر کر وحال اُپر بے سروپا کے
تنہا نہ ولیؔ جگ منیں لکھتا ہے ترے وصف
دفتر لکھے عالم نے تری مدح و ثنا کے

۳۶۷

تجھ مکھ کی آب دیکھ گئی آب آب کی
یہ تاب دیکھ عقل گئی آفتاب کی
تجھ حسن کے دریا کا سنا جوش جب سیتی
پُر نم ہیں اشتیاق سوں انکھیاں حباب کی
جگ، تجھ لباں کے دیکھ تبسم کوں سر شار
زنجیر پاے عقل ہے موج اس شراب کی
دیکھا ہوں جب سوں خواب میں وہ چشم نیم خواب
صورت خیال و خواب ہوئی مجکوں خواب کی
میرے سخن میں فکر سوں کر اے ولیؔ نگاہ
ہر بیت مجھ غزل منیں ہے انتخاب کی

۳۶۸

جس کوں لذت ہے سجن کے دید کی
اُس کوں خوش وقتی ہے روزِ عید کی
دل مرا موتی ہے، تجھ بالی میں جا
کان میں کہتا ہے باتاں بھید کی
زلف نئیں تجھ مکھ پر اے دریاے حسن
موج ہے یہ چشمۂ خورشید کی

---

[۱] م-ا-عشق

اس کے خط و خال سوں پوچھو خبر بوجھتا ہند و ہے باتاں بید کی
تجھ دہن کوں دیکھ کر بولا ولؔی
یہ کلی ہے گلشنِ اُمید کی

۳۶۹

دیکھ دستار بسنتی ساقیٔ سرشار کی
کھل گئی ہیں آج انکھیاں نرگس بیمار کی
بات رہ جاے گی قاصد وقت رہنے کا نہیں
دل تڑپتا ہے شتابی لا خبر دل دار کی
بات کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہے غریب
بھول جاتا ہے وہ سب کچھ دیکھ صورت یار کی
معر کے میں عشق کے ہر بوا لہوس کا کام کیا
دیکھ حالت کیا ہوئی منصور سوں سردار کی
اے ولؔی اس بے وفا کی مہربانی پر نہ بھول
دل کا دشمن ہے مگر کرتا ہے باتیں پیار کی

۳۷۰

پریشاں عاشقاں کے دل فدا ہیں تجھ ستم گر کے
بلا گرداں ہیں جیو جو ہر نمن تجھ تیغ و خنجر کے
دیا ہے جنت[۱] اس دنیا میں حق نے بے قراروں کوں
بجان و دل جو کُئی مشتاق ہیں تجھ حور پیکر کے
ترے اس حسن عالم کوں کھینچے اپس بر میں
مگر رکھتی ہے کیا یہ آرسی طالع سکندر کے
اگر چاہوں لکھوں تجھ لعل کے اوصافِ رنگیں کوں
رگ یاقوت سے اوّل بناؤں تار مسطر کے

---

[۱] ک۔ جنت کے قصوراں کوں۔

وؔلی تیرے سخن یاقوت سوں رنگیں ہوے لیکن
خریداراں جہاں بھیتر کہاں ہیں آج گوہر کے

۳۷۱

نرگس قلم ہوئی ہے سجن تجھ نَین اَگے
شکر ڈُبی ہے آب میں تیرے بچن اَگے
غنچے کوں گل کے حال میں آنا محال ہے
تیرے دہن[۱] کی بات کہوں گر چمن آگے
ڈالا ہے تیرے چہرے نے غنچے کوں پیچ میں
ہر گل ہے سینہ چاک ترے پیرہن اگے
ہے تجھ نَین کے پاس مرا عجز بے اثر
زاری نہ جاوے پیش کدھی راہزن آگے
کر حال پر وؔلی کے پیا لطف سوں نظر
لایا ہے سر نیاز سوں تیرے چرن اُگے

۳۷۲

تجھ لب کی شیرنی سوں ہوئی دل کوں بستگی
تجھ زلف کی شکن نے دیا مجھ شکستگی
تیرے نَین کے دام میں بادام بند ہے
چھوڑا ترے لباں ستی پستے نے بستگی
تجھ قد کی راستی نے کیا بند سرو کوں
آزادگی سوں آج ہوئی اس کوں رستگی
تجھ زلف سحر ساز کے جلوے کے فیض سوں
بے طاقتی میں ہوش نے پایا ہے خستگی
مجلس سوں جوں وؔلی کی وہ شیریں ادا اُٹھا
عشرت کے تار ساز نے پایا گستگی

---

[۱] م۔ا ذقن

۳۷۳

اس کو حاصل کیوں کے ہوئے جگ میں فراغ زندگی
گردش افلاک ہے جس کوں ایاغ زندگی

اے عزیزاں سیر گلشن ہے گل داغ الم
صحبت احباب ہے معانی میں باغِ زندگی

لب میں تیرے فی الحقیقت چشمۂ آب حیات
خضر خط نے اس سوں پایا ہے سراغ زندگی

جب سوں دیکھا نئیں نظر بھر کا کل مشکینِ یار
تب سوں جیوں سنبل پریشاں ہے دماغِ زندگی

آسماں میری نظر[1] میں کلبۂ تاریک ہے
گر نہ دیکھوں تجکوں اے چشم و چراغِ زندگی

لالۂ خونیں کفن کے حال سوں ظاہر ہوا
بستگی ہے خال سوں خوباں کے داغِ زندگی

کیوں نہ ہووے اے ولیؔ روشن شبِ قدرِ حیات
ہے نگاہِ گرم گل رویاں چراغِ زندگی

۳۷۴

جسے عشق کا تیر کاری لگے — اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے
نہ چھوڑے محبت دمِ مرگ لگ — جسے یار جانی سوں یاری لگے
نہ ہوئے اُسے جگ میں ہرگز قرار — جسے عشق کی بے قراری لگے
ہر اک وقت مجھ عاشقِ پاک کوں — پیارے تری بات پیاری لگے

ولیؔ کوں کہے تو اگر یک بچن
رقیباں کے دل میں کٹاری لگے

---

[1] م-۱،۳ نگہ

۳۷۵

تعریف اس پری کی جسے تم سناؤ گے
تا حشر اس کے ہوش کوں اس میں نہ پاؤ گے
جس وقت سر کروگے بیاں اس کی زلف کا
سودا زدوں پہ غم کے سیہ روز لاؤ گے
جس وقت اُس کے حُسن کوں دیکھو گے بے حجاب
حیراں میں کیونکے جامے میں اپنے سماؤ گے
طوبیٰ طرف نہ دیکھو گے ہرگز نگاہ کر
گر اس کے قدسوں جیو کو اپنے لگاؤ گے
دوگے اگر ولؔی کوں خبر اُس کے لطف کی
آتش نمن رقیب کا سینہ جلاو گے

۳۷۶

ترا قد دیکھ اے سید معالی — سخن فہماں[1] کی ہوئی ہے فکر عالی
ترے پانواں کی خوبی پر نظر کر — ہوئے ہیں گل رخاں جیوں نقش قالی
شفق لوہو میں ڈوبا سرسوں پگ لگ — تو باندھا سر پہ جب چیرا گلالی
ہوا تیرے خیالاں سوں سراپا — مرا دل مثل فانوس خیالی
تری انکھیاں وہیں مجھ یوں سیہ مست — پیا گویا شراب پر تگالی
گیا ہے خوف سوں اوڑ لعل کا رنگ — ترے یاقوت لب کی دیکھ لالی
خیال اس خال کا ازبس ہے دلچسپ — نہیں دنیا میں یک دل اس سوں خالی
ترے لب ہور ترے ابرو کے دیکھے — پڑھوں شعر زلالی اور ہلالی
تری انکھیاں میں ڈورے دیکھ کر سُرخ — بنائی خلق نے ریشم کی جالی

---

[1] م۔ا سنجاں

کرے تا استراحت مجھ انکھاں میں کیا ہوں دو پلک تو شک نہالی
اگر پوچھے وہ بے پروا مرانانوں کہو مشتاق رندِ لا اُبالی
ہوئے معزول خوباں جگ کے جب سوں ہوا تو حسن کے کشور کا والی
ولؔی تب سوں ہوا ہم کار فرہاد
سنا جب سوں تری شیریں مقالی

۳۷۷

ترے ہوٹاں کی لالی سوں معالی چھپی ہاتوں میں جامنہدی کی لالی
ترا قد دیکھ تجھ پاؤں پہ جُھک جُھک پڑے شمشاد کی ڈالی پہ ڈالی
بیاں تجھ زلف کی سیاہی کا کیا کہوں کہ نئیں ہے مثل اس کے رات کالی
تری شمشیر ابرو دیکھ ظالم لیا شیروں نے جا کوہوں کی جالی
خماری دیکھ تجھ انکھیاں کی بے کیف ہوئی ٹکڑے شراب پر تگالی
ترے مکھ کا دوانا ہے چمن میں گیا ہے پھول چمپا بھول مالی
ولؔی پاؤں سیں اس کے کچھ عجب نئیں
اگرچہ کر اُٹھے شب نقشِ قالی

۳۷۸

کرتی ہے دل کوں بے خود اس دل ربا کی گالی
گویا ہے جام حیرت اس خوش اد کی گالی
کس ناز و کس ادا سوں آتا ہے اے عزیزاں
ہے میرزا ادا[۱] میں اُس میرزا کی گالی
مدت کے بعد دل کی گرمی فرو ہوئی ہے
شربت ہے حق میں میرے اس بے وفا کی گالی
گل زار سوں وفا کے کیوں جاسکوں میں باہر

۱؎ م-ا-وضع

کرتی ہے بند دل کوں گلگوں قبا کی گالی
جیوں گل شگفتگی سوں جامے میں نئیں سماتا
جب سوں سنا ولؔی نے رنگیں ادا کی گالی

۳۷۹

اقلیم دلبری کا وہ دل ربا ہے والی
آتا ہے جس پہ صادق مفہوم بے مثالی
وحشی نگہ کوں ہرگز مسند نشیں نہ پاوے
محروم صید سوں ہے ہر آن شیر قالی
جز رمز داں نہ پہنچے معنی کوں اس کے ہرگز
مدِّ نگاہ عاشق ہے مصرعِ خیالی
ابیات صاف و رنگیں رکھتا ہے مثنوی میں
تیرے لباں کا گویا شاگرد ہے زلالؔی
جب لگ مری حقیقت تفصیل سوں نہ بوجھے
ہرگز نہ ہو مسخر وہ رند لا اُبالی
غیرت کوں کام فرما نا محرموں سوں مت مل
اے نوجواں نہیں ہے ہنگام خردسالی
آزردگی سوں اس کی مت خوف کر ولؔی تو
ہے عین مہربانی اُس مہرباں کی گالی

۳۸۰

دستا[1] نہیں مجھ دلربا جو مجھ سوں آیاری کرے
تا یوم بعث وحشر لگ ہے ہے وفاداری کرے
یو دل اپس زلفاں کے وولے بند کر پیچاں منے
نا چھوڑ کر اُو سکوں سکے ہر وقت طرّاری کرے
نا عشق لاتوں اس ستی جسکی نظر ہر خار ہے

---

[1] یہ غزل نسخۂ کراچی میں ہے۔

بیشک ہے وو جس سوں ملے اس سات بچکاری کرے
معشوق کوں لازم ہے یو عاشق پڑے جب ہجر میں
دیکر دلاسا دید کا ہر لحظہ غمخواری کرے
دل کوں لگانا اُوس سیتی جو کوئی کہ دل رول گیا
پھر دل کوں اپنے سخت کر عاشق کی ناخواری کرے
جس کے لگا جب دل بھتر اس عشق کا شیوہ سدا
جاجیو منے اس کے مکاں یُو دکھ عمر ساری کرے
پھر کرو وو دستا ہے مجھے سیّد کہ جس کا نام ہے
اس عشق کے غم میں کدھی شاید کہ دلداری کرے
سن اے ولؔی اس کی طرف نا دیکھ کر ہو محو توں
ہر ایک سوں جو عشق لا پھر سب سوں عیاری کرے

۳۸۱

زبس نرم ہیں پانو کے اُس تلے
کہ ریشم پہ رکھتے ہیں اُٹھتے چھلے
گرانی ستی بوے کی غش کرے
وہ جب عطر جامے پہ اپنے ملے
ادب سے اسے سرو سجدہ کرے
کہ جب وہ لٹکتا چمن میں چلے
شمع اس کے مکھ پر ہو قربان تب
پتنگ کی نمن سرسوں پگ لگ جلے
نظر گرم سوں ایک اس شوخ کے
چمن میں گلاں کئی ہزاروں گلے
وہ مکھ دیکھ روشن سُرَج آپ سوں
اپس تن کے تیئں جال کر تلملے
حرکت جو اس کان میں دُر کے دیکھ
دل عاشق کے مانند پارا ہلے
کرے مشتری رشک جب ہاتھ میں
کناری جو اس شوخ کی جھلملے
ولؔی کے بچن دل کے دریا ستی
نکلتے کہ جیسے دُراں نرملے

۳۸۲

اگر گلشن طرف وہ نو خط رنگیں ادا نکلے
گل و ریحاں سوں رنگ و بو شتابی پیشوا نکلے

کھلے ہر غنچۂ دل جیوں گل شاداب شادی سوں
اگر ٹک گھر سوں باہر دو بہار دل کشا نکلے

غنیم غم کیا ہے فوج بندی عشق بازاں پر
بجا ہے آج وہ راجا اگر نوبت بجا نکلے

نثار اس کے قدم اوپر کروں انجھواں کے گوہر سب
اگر کرنے کوں دلجوئی وو سروِ خوش ادا نکلے

صنم آئے کروں گا نالۂ جاں سوز کوں ظاہر
مگر اس سنگ دل سوں مہربانی کی صدا نکلے

رہے مانند لعل بے بہا شاہاں کے تاج اوپر
محبت میں جو کُئی اسباب ظاہر کوں بہا نکلے

بخیلی درس کی ہرگز نہ کچیو اے پری پیکر
وؔلی تیری گلی میں جب کہ مانند گدا نکلے

۳۸۳

اگر باہر اپس کے گھر سوں موہن یک قدم نکلے
تماشا دیکھنے اس کا ہر اک سینے سوں غم نکلے

ترے مکھ کے گلستاں کی اگر حوراںا میں شہرت ہو
فرشتے طوطیاں ہو مسکت گلزار ارم نکلے

اگر اے رشک چیں جاوے تو، کرنے سیر ملک چیں
تو ہر دیول سوں استقبال کوں تیرے صنم نکلے

ا م۔ا۔شہراں

ترے اس حسن پر مائل ہیں جگ کے عابد و زاہد
یہ شہرت سن عجب نئیں بھوئیں سوں ابراہیم ادھم نکلے
اگر ملک عرب میں تو دکھاوے آنکھ کا جلوہ
تو اس کی دید کوں بے خود ہو آہوے حرم نکلے
فجر کے وقت گر دلبر چلے حمام کی جانب
تو جیوں سورج ہر اک کے دل سوں یک چشمہ گرم نکلے
ولی سودا زدہ دل کی حقیقت گر سکوں لکھنے
تو دیوانہ سا ہوکر ہر قلم سوں ہر رقم نکلے

۳۸۴

اگر ٹک گھر سوں وو گل گوں قبا شیریں بچن نکلے
میرے سینے سوں بے تابانہ اے کوہ کن نکلے
ہر ایک نقشِ قدم سوں دستۂ گل جلوہ پیرا ہوے
اگر پیر گلستاں کو دو رشکِ صد چمن نکلے
ختن میں ہور خطا میں بوئے آہو کی نہ پاوے کُئی
نگہ کی تیغ قاتل لے اگر وہ مَن ہَرن نکلے
بندھا ہے اے صنم جو دل ترے ماتھے کے صندل پر
عجب نئیں ہے اگر سائے سوں اس کے برہمن نکلے
چراغاں کی نہ ہووے گرمیٔ بازار کیوں آخر
ولی جب جانبِ مجلس وہ زیبِ انجمن نکلے

۳۸۵

چنپے کی کلی رشک سوں ہر کِھلی
تو پھینٹا بجیا سر پو جب صندلی
گلاں چھوڑ کے سب چمن کے سجن!
کریں شور بلبلاں تری آ گلی
تری تیغ ابرو کی دہشت سیتی
بچکتی فلک کے اوپر بیجلی

اگرچہ جلیں سب شمع پر پتنگ
ہے تجھ شمع پر شمع ساری جلی

ترے لب ہنسی کوں کہاں پہنچتی
اگر کوئی بولے شکر کی ڈلی

پری دیکھ تجھ مُکھ کی جھلکار کوں
قدم بوس کرنے کوں آوے چلی

فراموش قانون حکمت کرے
اگر مکھ کوں دیکھے ترے بو علی

پڑے گر تری پیچ میں، زلف کے
ولایت بسر جائے اپنی ولؔی

۳۸۶

چھوڑ اے شوخ طرز خود کامی
مت ہے ہر دیدہ باز کا دامی

تجھ لب و زلف کے تماشے کوں
چل کے آئے ہیں مصری و شامی

زلف تیری ہوئی ہے چرب زباں
حفظ کر کر قصیدۂ لامی

باغ میں تجھ انکھاں سوں پایا ہے
گل نرگس تخلصِ جامؔی

نامۂ حُسن پر نگہہ کر دیکھ
پی کی انکھیاں ہیں مہر بادامی

اے نگیں لب کیا ہے حق نے تجھے
تو نہالانِ حسن میں نامی

چشم رکھتا ہوں اے سجن کہ پڑھوں
تجھ نگہہ سوں قصیدۂ جامی

پستہ لب تجھ انکھاں کوں کر کردیا
پہنتا ہوں قبائے بادامی

اے ولؔی غیر عشق حرف دگر
پختہ مغزاں کے نزد ہے خامی

۳۸۷

تری انکھیاں کوں دیکھے دل ہے آہوے بیا بانی
تری زلفاں سوں جی ہے بستۂ دامِ پریشانی
ہوا ہے دل ہر اک عاشق کا نالاں مثل بُلبل کے
ترے مکھ نے کیا ہے جو سوں جگ بھیتر گلستانی

ہوا یاقوت رنگیں دیکھ تیرے لعلِ رنگیں کوں
ہوا سر سبز جو تجھ خط میں دیکھا رنگِ ریحانی
سجن تیری غلامی میں کیا ہوں سلطنت حاصل
مجھے تیری گلی کی خاک ہے تختِ سلیمانی
ولؔی کوں گر ترے نزدیک کُئی دیکھے تو یوں بوجھے
لگی ہے صفحۂ ہستی اُپر تصویر حیرانی

۳۸۸

چیتے کوں نہیں دی ہے یہ باریک میانی
پائی ہے کہاں غنچے نے یہ تنگ دہانی
آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے اس کوں
کرتی ہے نگہ جس قدِ نازک پہ گرانی
دریا سوں مری طبع کے جوشاں ہے ہر اک شب
تجھ زلف کی تعریف میں امواجِ معانی
کیا تاب[۱] آ مرے دل کوں، کہ آئینۂ فولاد
تجھ حسن[۲] کی ہیبت سوں ہوا صورتِ پانی
ہے شمۂ مجھ حال سوں واقف، کہ دیا ہے
تجھ زبدۂ آفاق کوں حق نے ہمہ دانی
دریا ستی نسبت ہے بجا طبع کوں میری
اس مرتبہ امواج سخن کی ہے روانی
معشوق کی سب گرمئی ظاہر پہ نظر کر
پروانے کو جیوں شمع سوں اخلاصِ زبانی
مت دور ہو یک آن ولؔی پاس سوں ہرگز
اے باعثِ جمیعت ایامِ جوانی

۱؎ م-ابات
۲؎ م-ا زلف

۳۸۹

ترا لب دیکھ حیواں یاد آوے — ترا مکھ دیکھ کنعاں یاد آوے
ترے دو نین جب دیکھوں نظر بھر — مجھے تب نرگستاں یاد آوے
تری زلفاں کی طولانی کوں دیکھے — مجھے لیلِ زمستاں یاد آوے
ترے خط کا زمرد رنگ دیکھے — بہارِ سنبل ستاں یاد آوے
ترے مکھ کے چمن کے دیکھنے کوں — مجھے فردوس رضواں یاد آوے
تری زلفاں میں یو مکھ جو کہ دیکھے — اُسے شمعِ شبستاں یاد آوے
جو کُئی دیکھے مری انکھیاں کو روتے — اُسے ابرِ بہاراں یاد آوے
جو میرے حال کی گردش کوں دیکھے — اُسے گردابِ گرداں یاد آوے

ولؔی میرا جنوں جو کئی کہ دیکھے
اُسے کوہ وبیاباں یاد آوے

۳۹۰

دکھے گردوا[۱] نظر میں مجکوں اوس سیں پیار ہو جاوے
ماتم بلبل میں کہ ہر گل خار ہو جاوے
رخِ روشن ہے یو طرۂ طرار کی سورج
پھر پھر دم بدم بلہار ہو جاوے
شکاری ہیں یہ ابرو کے کماناں کوں
یہ مژگاں جو جگر کے پار ہو جاوے
سحر ہے خالِ مشکیں مصحفِ رو پر
اسلام پر پھر غلبۂ کفار ہوجاوے
ولؔی اوس قدِّ نازک پر ہوے شمشاد دیوانہ
نگہ کوں دیکھ نرگس رشک سوں بیمار ہوجاوے

---

[۱] یہ غزل ذاتی نسخہ۲ میں ہے۔

۳۹۱

اس وقت مرے جیو کا مقصود بر آوے
جس وقت مرے بر منیں وہ سیم بر آوے
انکھیاں کی کروں مسند و پتلی کا کروں بالش
وہ نورِ نظر آج اگر میرے گھر آوے
اُس وقت مرے بخت کی ظاہر ہو بلندی
جس وقت وہ خوش قامتِ عالی نظر آوے
جامے منیں غنچے کی نمن رہ نہ سکوں میں
گر پی کی خبر لے کے نسیم سحر آوے
گر اس مہ دلجو کا گزر میری طرف ہو
دل کے شجر خشک کوں پھر برگ و بر آوے
اُس وقت مجھے دعوئ تسخیر بجا ہو
جس وقت میرے حکم میں وہ عشوہ گر آوے
تجھ چشم سیہ مست کے دیکھے ستی زاہد
تجھ زلف کے کوچے منیں ایماں بسر آوے
تجھ لب کی اگر یاد میں تصنیف کروں شعر
ہر شعر منیں لذتِ شہد و شکر آوے
جس آن ولؔی وصف کروں پی کے وتن کا
ہر شعر مرا غیرت سلک گہر آوے

۳۹۲

سرودِ عیش گا ویں ہم، اگر وو عشوہ ساز آوے
بجا دیں طبل شادی کے اگر وو دل نواز آوے
خمارِ ہجر نے جس کے دیا ہے درد سر مجکوں

رکھوں نشّہ نمن انکھیاں میں گر وو مست ناز آوے
جنونِ عشق میں مجکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کوں وو زلفِ دراز آوے
ادب کے اہتمام آگے نہ پاوے بار وہاں ہرگز
ترے سایے کی پابوسی کوں گر رنگِ ایاز آوے
عجب تیئں گر گلاں دوڑیں پکڑ کر صورتِ قمری
ادا سوں جب چمن بھیتر وہ سروِ سرفراز آوے
پرستش اُس کی میرے سرپہ ہوئے سرستی لازم
صنم میرا رقیباں کے اگر ملنے سوں باز آوے
ولؔی اُس گوہرِ کانِ حیا کی کیا کہوں خوبی
میرے گھر اس طرح آتا ہے جیوں سینے میں راز آوے

۳۹۳

جس وقت تبسم میں دو رنگین دہن آوے
گل زار میں غنچے کے دہن پرسخن آوے
تا حشر اُٹھے بوئے گلاب اس کے عَرق سوں
جس بر منیں یک بار وہ گل پیرہن آوے
سایہ ہو مرا سبز برنگِ پرِ طوطی
گر خواب میں وہ نوخطِ شیریں بچن آوے
مجھ حال اُپر ہالۂ مہ رشک لجاوے
جس وقت مجھ آغوش میں دو سیم تن آوے
گر حال[1] میں رقت کے ترے لب کوں کروں یاد
ہر اشک مرا رشکِ عقیقِ یمن آوے

۱؎ م-۳ دم

کھینچیں اپس انکھیاں منیں جیوں کحلِ جواہر
عشاق کے گر ہاتھ دو خاکِ چرن آوے

یک گل کوں اپس حال میں اس وقت نہ پاوے
جس وقت چمن بیچ وہ رشکِ چمن آوے

عالم میں ترے ہوش کی تعریف کیا ہوں
ایسا تو نہ کر کام کہ مجھ پر سخن آوے

گر ہند میں تجھ زلف کی، کافر کوں خبر ہو
لینے کوں سبق کفر کا ہر برہمن آوے

ہرگز سخن سخت کوں لاوے نہ زباں پر
جس ذہن میں یک بار وو نازک بدن آوے

تجھ بر کی اگر وصف کوں تحریر کروں میں
ہر لفظ کے غنچے ستی بوے سمن آوے

تا حشر کرے سیر خیاباں کے چمن میں
گر گور پہ عاشق کے وہ امرت بچن آوے

برجا ہے اگر جگ میں ولی پھر کے دجے بار
رکھ شوق مرے شعر کا شوقی حسن آوے

۳۹۴

اگر[1] دو گل بدن یک دم چمن میں بے حجاب آوے
نزاکت سوں اوٹھاوے جب آنچل آئینہ رو کا

نگہ کوں کس کی طاقت ہے کہ اوسکوں دیکھ تاب آوے
تصور نے تری مکھ کے لیا ہے خواب انکھیاں سوں

جسے خورشید سن مکھ ہوئے اوسے کیوں کر خواب آوے

---

[1] یہ غزل ذاتی مخطوطہ ۲ میں ہے۔ م۔۳ میں صرف دو اشعار ہیں۔

۳۹۵

کسی کی گر خطا اوپر ترے ابرو پہ چیں آوے
نہ سمجھا کر سکے تجھ کوں اگر فغفور چیں آوے

بجز تیرے دہن ہرگز نہ چاہوں دولتِ عنقا
اگر خورشید کے مانند فلک زیرِ نگیں آوے

نہ جاوے کچھ چراغاں سوں شبِ فرقت کی تاریکی
اجالا تب ہو مجھ گھر میں کہ جب وومہ جبیں آوے

کہیں مجھ دل کوں سب مل خاتمِ ملکِ سلیمانی
خیال لعلِ دلبر اس میں گر ہوکر نگیں آوے

ولؔی مصرع فراقؔی کا پڑھوں تب، جبکہ وہ ظالم
کمر سوں کھینچتا خنجر، چڑھاتا آستیں آوے

۳۹۶

اگر بازار میں خوبی کے وو رشکِ پری آوے
عجب تئیں گر فلک سیتی سُرج ہو مشتری آوے

قلم نرگس کی جب لے کر لکھوں تجھ چشم کی خوبی
ہزاراں آفریں کرتا مرے گھر عبہری آوے

کبھی خاطر منیں خطرہ نہ آوے حور جنت کا
اگر یک بار مجھ خلوت میں وہ رشک پری آوے

سجن! میں خواب میں دیکھا ہوں تیرے مکھ کا آئینہ
عجب نئیں گر مرے گھر دولت اسکندری آوے

ولؔی رکھتا ہوں سینے میں ہزاراں گوہر معنی
دکھاؤں اپنے جوہر کوں اگر کئی جوہری آوے

۳۹۷

فلاطوں ہوں زمانے کا سجن جب مجھ گلی آوے
نہ بوجھوں طفل مکتب کر اگر وھاں بو علی آوے
سرودِ عشق مجھ دل میں لبالب ہے، عجب مت کر
اگر مجھ آہ کی نے سوں صدائے بانسلی آوے
تماشا دیکھنے تیرے دہن کا اے گلستاں رو
گریباں چاک ہو کر ہر چمن سوں ہر کلی آوے
کروں کیا اے سجن تجھ پر مرا افسوں نہیں چلتا
وگرنہ اک اشارت میں پری مجھ گھر چلی آوے
غرور حسن نے تجکوں کیا ہے اس قدر سرکش
کہ خاطر میں نہ لے لیا وے تو اگر تجھ گھر ولؔی آوے

۳۹۸

یک بار گر چمن میں وو نو بہار جاوے
بلبل کے دل سوں گل کا سب اعتبار جاوے
آوے اگر کرم سوں مانند ابرِ رحمت
دیکھے سوں آب اس کی دل کا غبار جاوے
چنچل کی بات لیا وے طوطی اگر زباں پر
البتہ آرسی کے دل سوں غبار جاوے
جاتی ہے حاسداں کے یوں دل میں بیت میری
سینے میں دشمناں کے جیوں ذوالفقار جاوے
مستی نے تجھ نَیَن کی بے خود کیا ولؔی کوں
آوے جو بزم مے میں کیوں ہوشیار جاوے

۳۹۹

اگر وہ رشک گل زارِ ارم گلشن طرف جاوے
عجب نہیں باغ میں مالی کیے پر اپنے پچھتاوے
کہاں ہے تاب مانی کوں کہاں بہزاد کوں طاقت
کہ تیرے ناز کی تصویر تجکوں لکھ کے دکھلاوے
رکھے جیوں دانۂ تسبیح عنبر طبلۂ دل میں
خیالِ خال دلبر عاشقِ بیدل اگر پاوے
کہاں ہے آج یا رب جلوۂ مستانۂ ساقؔی
کہ دل سوں تاب جی سوں صبر، سر سوں ہوش لے جاوے
کیا ہے جس کی زلفاں نے ہمارے دل کوں سرگرداں
نہیں کُئی اس ہٹیلے کوں ہماری بات سمجھاوے
کرے ہر زلف کوں زنجیر کر کر شانہ آویزی
اگر انصاف کوں وو نازنیں ٹک کام فرماوے
ولؔی ارباب معنی میں اسے ہے عرش کا رتبہ
پری زادِ معانی کوں جو کُئی کرسی پہ بٹھلاوے

۴۰۰

تری زلفاں کے حلقے پر تو جب دریا پہ چل جاوے
عجب نئیں اے پری پیکر اگر گرداب بل جاوے
کہاں طاقت ہے ہر اک کوں کہ دیکھے تجھ طرف ظالم
ترے ابرو کی یہ شمشیر رستم دیکھ ٹل جاوے
لگے برسات انجھواں کی ہر اک کے دیدۂ ترسوں
جہاں مانند بجلی کے مرا چنچل چپل جاوے

تو جب نہانے کوں جاوے روزِ روشن جانب دریا
تری زلفاں کے ہندو کی سیاہی تا زحل جاوے
ترے فدوی ترے دربار آسکتے نہیں ہرگز
رقیب روسیہ جاوے تو اس گھر سوں خلل جاوے
چمن میں گر خبر جاوے ہمارے دل کی سوزش کی
دل بلبل کے مانند ہر گلِ خوش رنگ جل جاوے
کروں جب آہ و نالہ کا علم برپا ترے غم میں
مرے انجھواں کی فوجاں سوں ندی کا پل پھسل جاوے
تری انکھیاں کی ہے تعریف ہر بیت میں میری
غزالاں صید ہو آویں جہاں میری غزل جاوے
ولؔی ہے اس قدر صافی صنم کے صاف چہرے کی
کہ اُس کے وصف لکھنے میں قلم کا پگ پھسل جاوے

۴۰۱

دل چھوڑ کے یار کیوں کہ جاوے　　زخمی ہے شکار کیوں کہ جاوے
جب لگ نہ ملے شرابِ دیدار　　انکھیاں کا خمار کیوں کہ جاوے
ہے حسن ترا ہمیشہ یکساں　　جنت سوں بہار کیوں کہ جاوے
انجھواں کی اگر مدد نہ ہووے　　مجھ دل کا غبار کیوں کہ جاوے
ممکن نہیں اب ولؔی کا جانا
ہے عاشقِ زار کیوں کہ جاوے

۴۰۲

چمن میں جلوہ گر جب وو گُل رنگیں ادا ہووے
خزان خاطر عاشق بہارِ مدعا ہووے

ہوا ہوں زرد و لاغر کاہ کے مانند تجھ غم میں
بجا ہے گر کشش تیری بھواں کی کہربا ہووے
برنگ گرد باد اس کوں کرے عالم میں سرگرداں
جسے عشق بلا انگیزِ خوباں رہنما ہووے
نہ چھوڑیں راستی روشن دلاں صبح قیامت لگ
اگر جیوں شمع ہر ہر آن تن سوں سر جدا ہووے
آپس کے کعبۂ مقصد کوں بے سعی سفر پہنچوں
خیال اس کا اگر کشتی میں دل کی ناخدا ہووے
چمن میں دل کے جب گزرے خیال اس سرو قامت کا
سراپا آہِ سردِ سینہ سروِ خوش ادا ہووے
پڑھے گر فاتحہ ظالم لب جاں بخش سوں اپنے
شہادت گاہِ عاشق چشمۂ آبِ بقا ہووے
نہ ہووے یک صبح نانِ گرم سورج سوں اسے سیری
تمہارے درس کی نعمت کی جس کوں اشتہا ہووے
جدا اُس گوہر یکتا سوں ہونا سخت مشکل ہے
اگر یک آن ہم دریا دلاں سوں آشنا ہووے
ولؔی مشکل نہیں ہرگز پہنچنا آبِ حیواں کوں
اگر خضرِ خطِ خوباں ہمارا رہنما ہووے

۴۰۳

اگر موہن کرم سوں مجھ طرف آوے تو کیا ہووے
اداسوں اس قد نازک کوں دکھلاوے تو کیا ہووے
مجھے اُس شوخ کے ملنے کا دائم شوق ہو دل میں

اگر یک بار مجھ سوں آ گے مل جاوے تو کیا ہووے
رقیباں کے نہ ملنے میں نہایت اس کی خوبی ہے
اگر دانش کوں اپنی کام فرمادے تو کیا ہووے
پیا کے قند لب اوپر کیا ہے ہٹ مرے دل نے
محبت سوں اگر ٹک اُس کوں سمجھاوے تو کیا ہووے
ولؔی کہتا ہوں اس موہن سوں ہر اک بات پردے میں
اگر میرے سخن کے مغزکوں پاوے تو کیا ہووے

۴۰۴

اگر مجھ پاس وو اے رشکِ چمن ہووے تو کیا ہووے
نگہہ میری کا تیرا مکھ وطن ہووے تو کیا ہووے
سیہ روزاں کے قائم کی سیاہی دفع کرنے کوں
اگر یک نس تو شمع انجمن ہووے تو کیا ہووے
تری باتاں کے سننے کا ہمیشہ شوق ہے دل میں
اگر یک دم تو مجھ سوں ہم سخن ہووے تو کیا ہووے
موا جو شوق میں تجھ دیکھنے کے اے ہلال ابرو
اُسے انکھیاں کے پردے کا کفن ہووے تو کیا ہووے
ولؔی غنچہ نمن اک رات اس ہستی کے گلشن میں
اگر مجھ بر میں وہ گل پیرہن ہووے تو کیا ہووے

۴۰۵

گرمی سوں وہ پری رو جب شعلہ تاب ہووے
برجا ہے دل جلوں کا سینہ کباب ہووے
جو تجھ سوں ہو مقابل دو شرم سوں عجب نئیں
جیوں عکس آرسی میں گر غرقِ آب ہووے

تصویر تجھ پری کی دیکھا ہے جن نے اس کا
برجا ہے گر تخلص حیرت مآب ہووے
آلودہ کیوں نہ ہووے دامانِ پاکِ زاہد
جب دست نازنیں میں جامِ شراب ہووے
شبنم میں غرق ہووے شرمندگی سوں ہر گل
وہ گل بدن چمن میں جب بے حجاب ہووے
تیرے لباں کے آگے برجا ہے اے پری رو
گر آب زندگانی موجِ سراب ہووے
کیوں بے خودی نہ آوے اس وقت پر ولؔی کوں
ووسرو ناز پیکر جب نیم خواب ہووے

۴۰۶

تجھ رخ سوں جب کنارے صبح نقاب ہووے
عالم تمام روشن جیوں آفتاب ہووے
آوے تو کیا عجب ہے شیشے پہ دل کے آفت
جس وقت وہ ستم گر مستِ شراب ہووے
برجا ہے انجمن میں اُس دل ربا کی اے دل
گر تار سوں نگہہ کے تارِ رباب ہووے
کیوں کر رہے عزیزاں تاریکئ شبِ غم
وہ رشکِ ماہ انور جب بے حجاب ہووے
گرمی سوں دیکھتا ہوں تیری طرف اے گل رو
تا وہ رقیب بدخو جل جل کباب ہووے
ہے ماہِ نو کے دل میں یہ آرزو ہمیشہ
اے شہسوار آکر تیری رکاب ہووے

ہر ہر نگہ سوں اپنی بے خود کرے ولی کوں
وہ چشم مست سرخوش جب نیم خواب ہووے

۴۰۷

جو محبت میں تری فانی ہوے روز و شب دو محوِ حیرانی ہوے
دیکھ تجھ ابرو کی جوہر دار تیغ جوہراں تروار کے پانی ہوے
تجھ نَیَن کے خنجراں پر کر نظر دیدہ بازاں چشم قربانی ہوے
اے سجن تیری پرت کے دوست کے دوستاں کئی دشمن جانی ہوے
جب سوں تو کھایا ہے پان اے آفتاب تیرے لعلِ لب بدخشانی ہوے
تجھ دہان کالعدم کی یاد سوں بات میں عشاق کئی فانی ہوے
تجھ دسن کی دیکھ خوبی گوہراں غرق دریائے پشیمانی ہوے
تجھ کوں جو دیکھے یہاں اے صبح رو جیوں سرج دل ان کے نورانی ہوے
عشق میں اس رشک لیلیٰ کے ولی
مثل مجنوں کیں بیابانی ہوے

۴۰۸

جب کیا رات کوں تجھ زلف نے بے تاب مجھے
تب پریشانی میں جیوں کال دسے خواب مجھے
تیرے غبغب کے خیالاں میں پھنسا جب ستی دل
عشق نے بحر میں غم کے کیا گرد اب مجھے
مضطرب عشق سوں ہوں مجکوں ملامت نہ کرو
تپش دل نے دیا رعشۂ سیماب مجھے
جب کیا چاہ ترے چاہِ زنخداں کی یو دل
چرخ گرداں نے دیا گردش و دلاب مجھے

خم ہوئی قوس قزح اس کا خمِ ابرو دیکھ
جس نے محراب میں غم کے کیا گرداب مجھے
چمن امید کا گرمی سوں گنہ کی جو سُکھا
ابر رحمت نے کیا فیض سوں سیراب مجھے
جم کے رتبے سوں ولؔی مرتبہ اوپر ہو اگر
جام میں دل کے میسر ہو مے و ناب مجھے

۴۰۹

سر خوشی حاصل ہوئی ہے آج گونا گوں مجھے
سبزۂ خط نے دیا ہے نشۂ افیوں مجھے
کشتۂ منت، نہیں مینائے نرگس کا کبھی
ہے خیال چشم خوباں بادۂ گل گوں مجھے
لالۂ وگل مجھ سوں لے جاتے ہیں رنگ وبوے درد
گل رخاں کے عشق نے جب سوں کیا ہے خوں مجھے
ہوش کھونا عاشق بیدل کا کچھ مشکل نہیں
نام لے اُس رشکِ لیلے کا کرو مجنوں مجھے
کیوں نہ ہووے آہ میری ہمسر سروِ بلند
یاد آتا ہے عزیزاں وہ قدِ موزوں مجھے
کثرت اسباب دل لینے کوں کچھ درکار نئیں
یک نگاہِ لطف سوں کر اے صنم مفتوں مجھے
آبرو کی کس سوں راکھوں جگ منیں چشم امید
ہر گھڑی کرتے ہیں رسوا دیدۂ پرخوں مجھے
کیا ہوا گر عقل دور اندیش کی سنتا ہوں بات
ہوش سوں کھووے گا آخر وو لب میگوں مجھے

اے ولؔی رکھ دل میں آوے وو صنم آہنگ شوق
نغمۂ عشاق کا آوے اگر قانوں مجھے

۴۱۰

کیوں نہ حاصل ہو رمِ آہو مجھے — اُس کی انکھیاں نے کیا جادو مجھے
رات آنے کہہ کے پھر آیا نہیں — پیچ دیتا ہے وہ مشکیں مؤ مجھے
اے عزیزاں کیا کروں اخلاص کی — پہنچتی نہیں گل بدن سوں بو مجھے
کیوں کہ بیٹھوں گوشۂ آرام میں — کھینچتا ہے وہ کماں ابرو مجھے
بلبلِ نالاں ہوا ہوں درد سوں — جب نظر آیا ہے وو گل رو مجھے
شوخیِ چشمِ پری کا رنگ ہوں — حیرت افزا ہے رمِ آہو مجھے
ذہن میں بستا ہے وہ خورشید رو — گرمیِ غم سوں ہوئی ہے خو مجھے
بسکہ[۱] ہوں میری جدائی سوں ضعیف — آرسی دیتی نہیں ہے رو مجھے

اے ولؔی ہے جگ میں محرابِ دُعا
قبلہ رو کا ہر خمِ ابرو مجھے

۴۱۱

باج[۲] تج درد کے جگ میں نہیں ہمدرد مجھے — نہیں ہم دم ہے دوجا غیر دم سرد مجھے
حسن کے من سوں سرمست سدا میرا سخن — پاؤں مقصود دو جگ میں جو دیوے درد مجھے
روز و شب غم سوں مرے خواب پریشاں حیراں — بعد رسوا کیا اس جگ میں رنگ زمرد نے مجھے
آ آ دیکھ درس توں یک بار اے سلطان جہاں — نہیں کچھ کام ترے بن یہی ہے درد مجھے

نہیں درکار غزل شعر ولؔی پیو کے نزیک
سرشار پی کے کروں بس ہے یہی فرد مجھے

۴۱۲

تجھ نگاہِ مست سوں حاصل ہے مد ہوشی مجھے
تجھ لبِ خاموش نے بخشی ہے خاموشی مجھے

۱؎ یہ شعر مخطوطہ۲ میں اضافہ ہے۔
۲؎ یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں موجود ہے۔

غیر سوں خالی کیا ہوں دل کوں اپنے جیوں حباب
تجھ نگہہ نے جب سوں بخشی خانہ بردوشی مجھے
جام میں روشن ہے جم کی سلطنت کا سب حساب
عیش سلطانی کا ہے فیضِ قدح نوشی مجھے
تجھ کمر کی تاب پر طاقت ربائی ختم ہے
اِس نزاکت نے دیا میلِ ہم آغوشی مجھے
اے ولؔی از بس کہ اس کی یاد میں ہے محو دل
غیر کے خطرے سوں نس دن ہے فراموشی مجھے

۴۱۳

حافظے کا حسن دکھلاتا ہے نسیانی مجھے
ہے کلیدِ قفل دانش طرزِ نادانی مجھے
موج زن ہے دل میں میرے ہر رین میں پیچ وتاب
جب سوں تیری زلف نے دی ہے پریشانی مجھے
کیوں پری رویاں نہ آویں حکم میں میرے تمام
تجھ دہن کی یاد ہے مُہرِ سلیمانی مجھے
یک پلک دو جے پلک سوں نئیں ہوئی ہے آشنا
جب سوں تیرے حسن نے بخشی ہے حیرانی مجھے
اے ولؔی حق رفاقت کے ادا کرتے کیا
مستحقِ مغفرت آلودہ دامانی مجھے

۴۱۴

مدت ہوئی سجن نے کتابت نہیں لکھی
آنے کی اپنے رمز و کنایت نہیں لکھی
میں اپنے دل کی تجکوں حکایت نہیں لکھی
تیری مفارقت کی شکایت نہیں لکھی
کرتا ہوں اپنے دل کی نمن چاک چاک اُسے

جو آہ کے قلم سوں کتابت نہیں لکھی
تصویر تیرے قد کی مصور نہ لکھ سکے
ہرگز کسی نے ناز کی صورت نہیں لکھی
مارا ہے انتظار نے مج کوں ولے ہنوز
اُس بے وفا کوں دل کی حقیقت نہیں لکھی
وو دل ہے نور حق ستی فارغ کہ جس منیں
مصحف سوں تجھ جمال کے آیت نہیں لکھی
کیوں سنگدل تمام مُسخّر ہوے اگر
طالع میں میرے کشف و کرامت نہیں لکھی
ڈرتا ہوں سادگی ستی موہن کی اے ولؔی
اس خوف سوں رقیب کی غیبت نہیں لکھی

۴۱۵

پڑا حیرت میں دل اُس حسن عالم گیر کے دیکھے
مصور دنگ ہے جس جلوۂ تصویر کے دیکھے
ہوا جی محو یوں اُس زلف خم درخم کے دیکھے سوں
کہ جیوں ہوتی ہے طالب کی حقیقت پیر کے دیکھے
تری زلفاں کے پیچاں سوں مرے دل کو اندیشہ نئیں
کہ دیوانے کوں جیوں پروا نہیں زنجیر کے دیکھے
مرا دل دیکھ کر غمزے کوں تیرے ہوئی ہے خوش وقتی
کہ جیوں ہوتی ہے شادی شیر کوں نخچیر کے دیکھے
کھلا یوں دل مرا تیری نگاہ تیز کی خاطر
کماں آغوش جیوں کر کھولتی ہے تیر کے دیکھے
ترے مکھ کے صفے پر خط لکھا قدرت کے کاتب نے

تعجب میں ہیں سب خطاط اس تحریر کے دیکھے
ولی کے دل کوں یوں ہوتی ہے راحت تجھ گلی بھیتر
کہ جیوں ہوتی ہے خاطر منشرح کشمیر کے دیکھے

۴۱۶

کمر اس دل ربا کی دل ربا ہے
نگہہ اُس خوش ادا کی خوش ادا ہے
سجن کے حسن کوں ٹک فکر سوں دیکھ
کہ یہ آئینہ معنی نما ہے
یہ خط ہے جو ہر آئینہ راز
اسے مشکِ ختن کہنا بجا ہے
ہوا معلوم تجھ زلفاں شوں اے شوخ
کہ شاہِ حسن پر ظل ہما ہے
تغافل[۱] نے تیری زخمی کیا مجھ
تری یو کم نگاہی نیم چا ہے
نہ ہوئے کوہ کن کیوں آہ عاشق
جو وہ شیریں ادا گل گوں قبا ہے
نہ پوچھو آہ و زاری کی حقیقت
عزیزاں عاشقی کا مقتضا ہے
ولی کوں مت ملامت کر اے واعظ
ملامت عاشقوں پر کب روا ہے

۴۱۷

نگہہ کی تیغ لے وہ ظالم خوں خوار آتا ہے
جگت کے خوب رویاں کا سپہ سالار آتا ہے
ہر اک دیدے کوں حکم آرسی ہے اس کے جلوے سوں
جدہاں وو حیرت افزا جانبِ بازار آتا ہے
سُرَج کوں بوجھتا ہوں صبح کے تاراں سوں بھی کمتر
نظر میں میری جب وہ یار مہ رخسار آتا ہے
صنوبر کے دل اوپر کیوں نہ ہو قائم قیامت تب
اداسوں جب چمن بھیتر وو خوش رفتار آتا ہے
مثالِ شمع کرتا ہے سنے کی انجمن روشن
ولی جس شب کوں مجھ دل میں خیال یار آتا ہے

---

[۱] یہ شعر ذاتی مخطوطہ۳ میں زائد ہے۔

۴۱۸

مغز اس کا سو باس ہوتا ہے گلبدن کے جو پاس ہوتا ہے
آشتابی، نہیں تو جاتا ہوں کیا کروں جی اداس ہوتا ہے
کیوں کے کپڑے رنگوں میں تجھ غم میں عاشقی میں لباس ہوتا ہے
تجھ جدائی میں نئیں اکیلا میں درد و غم آس پاس ہوتا ہے
اے ولؔی دل دیا کے ملنے کوں
جی میں میرے ہلاس ہوتا ہے

۴۱۹

تیغ ابرو کی جب وو جھاڑا ہے کئی ہزاروں کو جی سے مارا ہے
ایک غمزے سوں چشم کے اُن نے کئی چکاروں کے تئیں پچھاڑا ہے
اس کی صورت[1] کوں حق مصور ہے کھینچ کیا نازسوں اُتارا ہے
ہر پلک عاشقوں کے جی کے تئیں کاٹنے کوں بس ایک آرا ہے
کان کے در کی کیا کروں تعریف پہلوئے ماہ جیوں ستارا ہے
اس کے سر چیرۂ مقیشی کا کیا جھلک اور عجب جھکارا ہے
آج اس سیّدا کی خوبی کا خیل پریوں میں کیا پکارا ہو
حق سے مغرور ہوکے پھرتا ہے
ہے ولؔی باز کیا بچارا ہے

۴۲۰

آج سر سبز کوہ و صحرا ہے ہر طرف سیر ہے تماشا ہے
چہرۂ یار و قامتِ زیبا گل رنگیں و سرو رعنا ہے
معنئ حسن و معنئ خوبی صورت یار سوں ہویدا ہے

---

[1] م۔ا۔مورت

دم جاں بخش نو خطاں مجکوں — چشمۂ خضر ہے مسیحا ہے
کمرِ نازک و دہانِ صنم — فکرِ باریک ہے معمّا ہے
موبہ مو اس کوں ہے پریشانی — زلفِ مشکیں کا جس کوں سودا ہے
کیا حقیقت ہے تجھ تواضع کی — یو تلطف ہے یا مدارا ہے
سببِ دل ربائی عاشق — مہر ہے لطف ہے دلاسا ہے

جوں ولؔی رات دن ہے محو خیال
جس کوں تجھ وصل کی تمنا ہے

۴۲۱

عشاق کی تسخیر کوں بالا یہ بلا ہے
یا ناز مجسّم ہے یا تصویر ادا ہے
ازبس کہ دل اس رشک پری پر جو بندھا ہوں
ہر مو سوں میرے رنگِ جنون جلوہ نما ہے
یا لفظ ہے رنگین ہم آغوشِ معانی
یا بر میں گل اندام کے گُل رنگ قبا ہے
جاتا نہیں گلشن کی طرف صبح وو گل رو
بوجھا ہے کہ وہاں آہ باد صبّا ہے
بیمارئی عاشق ہے تجھ انکھیاں ستی لیکن
صد شکر کہ تجھ لب منیں ہر دُکھ کی دوا ہے
مجھ حال پر اے بو علی وقت نظر ہے
تجھ چشم میں بوجھا ہوں کہ قانونِ شفا ہے
گر حکم میں میرے ہو سعادت تو عجب نئیں
سایہ ترا مجھ سر کے اُپر ظِلّ ہما ہے
یک دید کا وعدہ دیا توں اپنی رضا سوں
راضی ہوں میں اِس پر کہ تری جس میں رضا ہے
پایا ہوں ولؔی سلطنتِ ملکِ قناعت
اب تحت و چتر حق میں مرے اِرض و سما ہے

۴۲۲

نہ وو بالا نہ وو بالی بلا ہے — ملاے عاشقاں ناز وادا ہے
تغافل شوخ کا عاشق کے حق میں — ستم ہے ظلم ہے جو رو جفا ہے
کہا مژگاں نے اس کی سوزاں سوں — عاشق پر ستم کرنا روا ہے
نہ جاوے تجھ کوں چھوڑ اے گلشن ناز — مرا دل بلبلِ باغِ وفا ہے
رہے دولت کہ دائم سایۂ یار — ہمارے سر پہ جیوں ظلِ ہما ہے
مرا دل کیوں نہ جاوے اس گلی میں — گلی اس دل ربا کی دل کشا ہے
ہمیشہ عندلیبِ عاشقی کوں — گل مقصود تیرا نقشِ پا ہے

ولؔی آتے ہیں راہِ عشق میں وو
کہ جن کوں استقامت کا عصا ہے

۴۲۳

دیکھا ہوں جسے وو مبتلا ہے — خوباں کی نگاہ نئیں بلا ہے
گر تجھ کوں ہے عزم سیرِ گلشن — دروازۂ آرسی کھلا ہے
صیقل سوں تری بھواں کی اے شوخ — آئینۂ عشق کوں جلا ہے
تجھ باج نظر میں بُلبُلاں کی — گلشن نہیں دشت کربلا ہے
خوباں کا ہوا ہے سرو بازار — تجھ حُسن کا جب سوں غلغلا ہے
جیوں شمع ہوا جو تجھ پہ عاشق — وو سرسوں قدم تلک جلا ہے
اے اہل ہوس نگاہ مت کر — با لاے سہی قداں بلا ہے
یک دل[1] نہیں آرزو سوں خالی — برجا ہے محال اگر خلا ہے

تسخیر کیا ہے گوش گل کوں
بلبل کا ولؔی عجب گلا ہے

---

[1] م-ا-دم

۴٢۴

صنم میرا سخن سوں آشنا ہے
مجھے فکر سخن کرناں بجا ہے

چمن میں وصل کے ہر جلوۂ یار
گُل رنگیں بہارِ مدعا ہے

نہ بخشے کیوں ترا خط زندگانی
کہ موجِ چشمۂ آبِ بقا ہے

نہیں واں آب، غیر از آبِ خنجر
شہادت گاہِ عاشق کربلا ہے

غنیمت بوجھ ملنے کوں ولؔی کے
نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے

۴٢۵

گلستانِ لطافت میں ترا قد سرو رعنا ہے
ہمیشہ نازکی کے آبجو میں جلوہ پیرا ہے
عدم ہے تجھ دہن کا جگ میں ثانی اے پری پیکر
اگر بالفرض والتقدیر ثانی ہو تو عنقا ہے
ہوا ہے دل نشیں وہ سرو قامت بس کہ مجھ دل میں
صنوبر گر مرے سایے سوں پیدا ہو تو برجا ہے
پریشانی کے مکتب کا معلم اس کوں کہہ سکیے
تری زلفِ پریشاں کا صنم جس سر میں سودا ہے
ولؔی میری تواضع سوں رقیب سنگدل دائم
پشیماں ہے خجل ہے منفعل ہے سخت رسوا ہے

۴٢٦

قد ترا رشکِ سروِ رعنا ہے
معنیٔ ناز کی سراپا ہے

تجھ بھواں کی میں کیا کروں تعریف
مطلعِ شوخ و رمز و ایما ہے

ساقی و مطرب آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بے خودی دو بالا ہے

کیوں نہ ہر ذرہ رقص میں آوے
جلوہ گر آفتابِ سیما ہے

نہ رہے اُس کے قد کوں دیکھ بجا
سرو ہر چند پاے برجا ہے

چمنِ حُسن میں نگہہ کر دیکھ
زلفِ معشوق عشقِ پیچا ہے

نہ کرے کیوں نثار نقد نیاز
جس کوں تجھ ناز کی تمنا ہے

کیوں نہ مجھ دل کوں زندگی بخشے
بات تیری دمِ مسیحا ہے

سنبل اس کی نظر میں جا نہ کرے
جس کوں تجھ گیسواں کا سودا ہے

اس کے پیچاں کا کچھ شمار نہیں
زلف ہے یا یہ موجِ دریا ہے

ترک کر اے رقیبِ فرعونی
آہ میری عصائے موسا ہے

آج تجھ غم سوں ہے ولی گریاں
دیکھ جل پور کا تماشا ہے

۴۲۷

ترے[1] خورشید مکھ اوپر عجب جھلکار دستا ہے
ترے رخسار پر تل نقطۂ پرکار دستا ہے

اگرچہ جام جم سیں رازِ عالم نہیں عیاں لیکن
ترے مکھ سیں سجن جگ میں دوجا اسرار دستا ہے

انکھیاں نرگس زلف سنبل دہن غنچہ عذاراں گل
ترے مکھ کے گلستاں میں یو سب گل زار دستا ہے

چھپانے کوں جو تج مکھ کے بندھا ہے زلف کا حلقہ
خزینے حسن کے اوپر یو مشکیں بار دستا ہے

تری چنچل انکھیاں کی جگ میں تمثیل نئیں ظاہر
گر پتلی نین کی یو کرشن اوتار دستا ہے

تری انکھیاں کے پردے میں خدا کے راز ہیں مخفی
سیاہی نین کی یو پردۂ اسرار دستا ہے

ولی مشتاق درس کا اگر نئیں تو سب کیا ہے
جو تج درس کا دائم ہر گراں بار دستا ہے

---

[1] یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے۔کلیات کے ضمیمہ میں صرف مطلع درج ہے۔نسخۂ کراچی میں دو اشعار ہیں۔ذاتی نسخہ۲ میں سات اشعار کی پوری غزل ہے۔

۴۲۸

شوخ[۱] مستِ شراب نکلا ہے — اور[۲] بس پر شباب نکلا ہے
سپر[۳] ہور تیغ ہاتھ میں لے کر — صبح جیوں آفتاب نکلا ہے
عرق[۴] آلود ہے وو چنچل شوخ — بس کہ گھر سوں شتاب نکلا ہے
جب دیوے پیچ اپنے زلفاں کوں — ابر میں ماہتاب نکلا ہے
تیرے دیوانِ حسن سیں قامت — مطلعِ[۵] انتخاب نکلا ہے

بختِ عاشق ہوئے ولی بیدار
آج وو مستِ خواب نکلا ہے

۴۲۹

دل[۶] و جاں اس لٹک اوپر فدا ہے — ستم گر بے وفا یو کیا ادا ہے
بہ یک نظارہ دل دادیم ازدست — وفا دشمن جفا جو کچھ بلا ہے
بہ مسکیں دل بدہ دیدار کی بھیک — نہ مانے تو گدا ہے بے نوا ہے
ہوا پردیس تیرا داغ لے کر — پیار ہے ہم اتیتوں کی دعا ہے

مرا چت لے چلا بن مکھ دکھا کر
ستم اے ولی جور و جفا ہے

۴۳۰

باغ[۷] ہے سیر ہے نظارا ہے — سبزہ ہے لالہ ہے ہزارا ہے
یار کے کان میں دُرِ بالی — مہر ہے ماہ ہے ستارا ہے
بات میں پنج تارہ مطرب کے — چنگ ہے بین ہے وو تارا ہے
نگۂ شوخ قاتلِ خونخوار — سیف ہے بانک ہے دو دھارا ہے
ملک دل کے خراب کرنے کوں — شاہ ہے فوج ہے نقارا ہے
آتوں مجھ بر منیں حجاب نکر — گوشہ ہے رات ہے اندھارا ہے

مانگ اپنی مراد توں اے ولی
آہ ہو درد ہو پکارا ہے

---

۱ یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے۔نسخۂ کراچی میں بھی یہ غزل ہے۔۲ نسخۂ کراچی میں مصرع اس طرح ہے۔اس سبب بے حجاب نکلا ہے۔
۳ نسخۂ کراچی۔مرد ہے ہاتھ میں وو تیغ لے کر۔۴ م۔۲ کا یہ شعر نسخۂ کراچی میں نہیں ہے۔۵ نسخہ کراچی۔مصرع
۶۔۷ دونوں غزلیں ک کے ضمیمہ میں شامل ہیں۔

۴۳۱

معلوم[1] نہیں کن نے مرے دل کوں لیا ہے
کس شوخ ستم گرنے مجھے پیچ دیا ہے
اس شوخ نظر باز کا انداز نگہ کا
دیوانہ مرے دل کوں کہو کن نے کیا ہے
ظاہر میں تروتازۂ و باطن میں مرا داغ
جیوں لالہ اسے بوجھ کے یہ رنگ دیا ہے
عاشق کوں ہے بیتابیِ و بے طاقتیِ دل
بن عشق جو عالم میں فراغت سوں جیا ہے
تنہا نہیں سر شار ولی شوق سوں تیرے
تجھ عشق کا اس بزم میں جو جام پیا ہے

۴۳۲

گل[2] عذاروں کا صنم سردار ہے ملک خوبی کا سپہ سالار ہے
اس جہاں کے باغ میں وہ خوش نَین نشۂ خوبی سیں نت سرشار ہے
حُسن اس گل رو کے جیوں گلزار دیکھ بلبل دل کا گرم بازار ہے
بر منیں اس کے ہے جامہ صندلی گل اناری سر اُپر دستار ہے
ہیں بھواں اس کے نمن تلوار کے اس جواں کی ہر نگہ خونخوار ہے
بولتا نہیں مہرباں ہو میرے سات شوخ ہے، بے مہر ہے، عیار ہے
ہوش کھووے تیری بالی اے صنم کوں سے منتروں کا یو آثار ہے
دل کوں کیوں ہمنا کے کرتا ہے کباب پاکبازوں سیں تجھے کیا عار ہے
مہربانی سیں ولی پر رحم کر
منتظر ہے طالبِ دیدار ہے

۱،۲ یہ دونوں غزلیں ک کے ضمیمہ میں شامل ہیں۔

۴۳۳

رنج[1] اچھے تو غم نہ کر بعد خزاں بہار ہے
غم کی اندھاری سوں نہ ڈر رات پچھیں بہار ہے
لٹ کے پھنّدے میں جا پھنسا مرغ ولم بذوقِ خود
باز خود اس قدر چرا مضطر و بے قرار ہے
ابرو و چشم و زلف وبال خال وخط اس نگار کا
خنجر و سحر و عقرب و دانہ و دام و مار ہے

۴۳۴

مل[2] کے رہنا سجن عجب کچھ ہے — ہنس کر کہناں بچن عجب کچھ ہے
عاشق درد مند سیں اے جاں — دلبری کا سخن عجب کچھ ہے
صحبت غیر ترک کر پیارے — ایک تن ایک من عجب کچھ ہے
دیکھتا ہوں تو یہ دو عالم میں — عاشق کی لگن عجب کچھ ہے
کیا کرے مال د دھن خزینہ کوں — یہ خبر سن رتن عجب کچھ ہے
سیر گلشن کو میں نہیں جاناں — حسن کا یہ چمن عجب کچھ ہے
سرو تجھ قد انگے غلام دسے — اے تو نرگس نَین عجب کچھ ہے
منفعل ہو کے غنچے کہتے ہیں — خوش توں غنچہ دہن عجب کچھ ہے
حسن میں کوئی نہیں ترا ثانی — توں سدا گل بدن عجب کچھ ہے
برہ کی بات سیں نہ تلنا ہے — رمز یہ مَن ہرن عجب کچھ ہے

رکھ ولؔی پر سدا مہربانی
فکر کر یہ سخن عجب کچھ ہے

۴۳۵

کماں ابرو پہ جیو قرباں ہوا ہے — دل اس کے تیر کا پیکاں ہوا ہے
بھواں، تیغ و پلک، خنجر نگہہ، تیر — یو کس کے قتل کا ساماں ہوا ہے

۱، ۲ یہ دونوں غزلیں ک کے ضمیمہ میں شامل ہیں۔

مرا دل مجھ سوں کر کر بے وفائی — پسندِ خاطرِ خوباں ہوا ہے
پیا ہے جام دل سوں بادۂ خوں — جو بزمِ عشق[1] میں مہماں ہوا ہے
عزیزاں کیا ہے پروانے کے دل میں — کہ جی دینا اُسے آساں ہوا ہے
طبیباں کا نہیں محتاج ہرگز — جسے دردِ بتاں درماں ہوا ہے
برنگِ گل فراقِ گل رخاں میں — گریباں چاک تا داماں ہوا ہے
سوادِ خطِ خوباں دل کشی میں — بہارِ گلشنِ ریحاں ہوا ہے
ولؔی تصویر اس کی جن نے دیکھا
مثال آرسی حیراں ہوا ہے

۴۳۶

عشق نئیں یہ ہنر بر آیا ہے — دشمنِ ہوش و صبر آیا ہے
دیکھ اُس کی کلاہِ بارانی — چاند پر آج ابر آیا ہے
مجھ سوں وحشی ہیں گل نَین، گویا — فوج آہو میں ببر آیا ہے
یا صنم کا ہو غمزۂ بے ویں — یا ولایت سوں گبر آیا ہے
اے ولؔی کیا سبب کہ آج صنم
بر سر جور و جبر آیا ہے

۴۳۷

سرج ہے شعلہ تری اگن کا جو جا فلک پر جھلک لیا ہے
نمک نے اپنے نمک کوں کھوکر ترے نمک سوں نمک لیا ہے

یہ ذرسوں تیرے جونور چمکا سواس سوں تارے ہوے منور
یو چاند تجھ حُسن کا جو نکلا فلک نے تجھ سوں اچک لیا ہے

ترے درس کا یہ نورانور جدہاں سوں روشن ہوا ہے جگ میں
تدہاں سوں بجلی نے اُس چمک سوں اُپس چمک میں چمک لیا ہے

---

[1] م-ا-۲- ناز

ترے شکر لب کی کیا ثنا کہوں کہ لعل جگ میں جو ہے معزز
ترے لباں کی یہ دیکھ سرخی سو اُس نے رنگ و دمک لیا ہے
جو کھول لٹ کوں چلا لٹک کر جھمک چمک کر جو مکھ دکھایا
سو لٹ کوں دیکھے ولی لٹک کر سجن نین میں اٹک لیا ہے

۴۳۸

مکتب میں جس کے ہاتھ ادا کی کتاب ہے
خوبی میں آج ہم سبقِ آفتاب ہے
ظاہر ہوا ہے مجھ پہ ترے ناز سوں صنم
رنگیں بہار حسن بہار عتاب ہے
مانند مو ضعیف کیا اس کے شوق نے
جس مو کمر کا ناوں نزاکت مآب ہے
کیفیت بہار ادا تب سوں ہے عیاں
وو مست ناز جب ستی مستِ شراب ہے
تیرے نین کے دور میں بے وقر ہے شراب
مے خانہ تجھ نگاہ سوں دائم خراب ہے
دیوان میں ازل کے ملے جب سوں حسن و عشق
تب سوں نیاز و ناز میں باہم حساب ہے
پوشیدہ حال عشق رہے کیوں کہے اے ولی
غماز یادِ زلف خم و پیچ و تاب ہے

۴۳۹

عشق میں جس کوں مہارت خوب ہے
مشربِ مجنوں طرف منسوب ہے
عاشقِ بے تاب سوں طرزِ وفا
جیوں ادا محبوب کی محبوب ہے
عشق کے مفتی نے یوں فتویٰ دیا
دیکھنا، خوباں کا درسِ خوب ہے
لختِ دل پر خط لکھا ہوں یار کوں
داغ دل مہرِ سرِ مکتوب ہے

غمزہ و ناز و ادائے نازنیں ظلم ہے طوفان ہے آشوب ہے
لکھ دیا یوسف غلامی خط تجھے گرچہ نور دیدۂ یعقوب ہے
ہر گھڑی پڑھتا ہوں اشعارِ ولؔی
جس کوں حرفِ عاشقی مرغوب ہے

۴۴۰

جسے اقلیم تنہائی میں اندازِ اقامت ہے
جبینِ حال پر اُس کی سدا رنگِ سلامت ہے
گزر اُس سرو قامت کا ہوا ہے جب سوں مسجد میں
موذن کی زباں اوپر ہمیشہ لفظ قامت ہے
مجھے روز قیامت کا رہائیں خوف اے واعظ
خیالِ قامتِ رعنا مرے حق میں قیامت ہے
ہوا ہے صورتِ دیوار زاہد کُنجِ خلوت میں
یہی اُس حسنِ حیرت بخش کی ظاہر کرامت ہے
ہوا ہے جو جبیں فرسا تری محراب ابرو میں
صف عشاق میں اس کوں امامت ہے امامت ہے
سیہ بختی ہوئی جگ میں نصیبِ عاشق بے دل
یہ تجھ زلفِ پریشاں کی پریشانی کی شامت ہے
نہ ہو ناصح کی سختی سوں مکدر اے دل شیدا
سدا نقد محبت کا محک سنگ ملامت ہے
شرف ذاتی ہے تجھ کوں اے گلِ گل زار معشوقی
تجلّی مکھ اُپر تیرے سیادت کی علامت ہے
ولؔی جو عشق بازی میں حقیقت سوں نہیں واقف
سخن اس کا قیامت میں گلِ باغ ندامت ہے

۴۴۱

جس دلربا سوں دل کوں مرے اتحاد ہے
دیدار اُس کا میری انکھاں کی مراد ہے

رکھتا ہے بر میں دلبرِ رنگیں خیال کوں
مانند آرسی کے جو صاف اعتقاد ہے

شاید کہ دام عشق میں تازہ ہوا ہے بند
وعدے پہ گل رخاں کے جسے اعتماد ہے

باقی رہے گا جور و ستم روز حشر لگ
تجھ زلف کی جفا میں نپٹ امتداد ہے

مقصود دل ہے اُس کا خیال اے ولؔی مجھے
جیوں مجھ زباں پہ نام محمدؐ مراد ہے

۴۴۲

سرو میرا مہر سوں آزاد ہے
شوخ ہے بے درد ہے صیاد ہے

ہاتھ سوں اُس غمزۂ خوں ریز کے
داد ہے بے داد ہے فریاد ہے

آب ہووے کیونکہ دل اس سرد کا
سخت ہے بے رحم ہے فولاد ہے

عشق میں شریں بچن کے رات دن
آہِ دل پر تیشۂ فرہاد ہے

غم نہیں مجنوں کوں ہرگز اے ولؔی
خانۂ زنجیر اگر آباد ہے

۴۴۳

ہے بجا عشاق کی خاطر اگر نا شاد ہے
غمزۂ خوں خوار ظالم بر سر بے داد ہے

کیوں نہ ہو فوارۂ خوں جوش زن رگ رگ ستی
ہر نگاہِ تیز خوباں نشترِ فصّاد ہے

ایک گھڑی تجھ ہجر میں اے دل رُبا تنہا نہیں
مونس و دم ساز میری آہ ہے فریاد ہے
تل بتاتے دیکھ اس کوں مجھ پہ یوں ظاہر
صید کرنے کوں ہمارے رغبت صیاد ہے
آسماں اوپر نہ بوجھوں چادرِ ابرِ سفید
جا نمازِ زاہدِ عزلت نشیں برباد ہے
حرف شیریں اس ستی ہوتے ہیں ہردم جابجا
اہل معنی کی زباں کیا تیشۂ فرہاد ہے
سرو کی وا رستگی اوپر نظر کر اے ولی
باوجودِ خود نمائی کس قدر آزاد ہو

۴۴۴

تری زلف کے پیچ میں چھند ہے — کہ جس چھند میں چند در چند ہے
خیالِ زُلف تجھ رسا کا صنم — عشاقاں کے دل کا علی بند ہے
برہ آگ تیرا مرے کھٹ منیں — جو بندہ کیا بند در بند ہے
تکلم ہے تجھ لب سوں یوں خوش مزہ — جو بے جا کیا شکر اور قند ہے
دوانہ کیا ہے ولؔی کوں سدا
تری زلف میں کیا سجن! چھند ہو

۴۴۵

مست تیرے جام لب کا باغ میں لالا اہے
بے خودی کا ہاتھ میں اُس کے سدا پیالا اہے
شوق سوں تجھ سر و قد کے سرکشی پایا ہے سرو
سب نہالاں میں سخن اس کا سدا بالا اہے
تجھ لٹک چلنے کی کیفیت صنوبر نے سنا
تو گلاں کی انجمن میں مست و متوالا اہے

بے نشا ہے جس کے دل میں نئیں محبت کی شراب
شیشۂ خالی نمن مجلس سوں نروالا اہے
اس انکھاں ہور زلف کا از بس کہ دیکھا ہو طلسم
شعر تیرا اے ولؔی یو سحر بنگالا اہے

۴۴۶

گلرُخاں میں جس کے سر پر طرّۂ زرتار ہے
زیبِ گلزارِ ادا وو سرو خوش رفتار ہے
چہرۂ گل رنگ و زلف موج زن خوبی منیں
آیتِ جنّاتِ قراں تحتہا الانہار ہے
بس کہ بے درواں ہوئے ہیں مجتمع چاروں طرف
بستۂ زلف پری رویاں یہ مارا مار ہے
زخم دل تھا گرچہ کاری لیکن اس سوں غم نہیں
سبزۂ خطِّ دل آرا مرہمِ زنگار ہے
کیونکہ جاوے بوا لہوس اس کی گلی میں ہو دلیر
ہر نگاہ تیز اس کی تیر ہے تروار ہے
کیوں نہ لیویں زاہداں تجھ دیکھ طرز برہمن
رشتۂ اخلاص تیرا رشتۂ زنار ہے
مت نصیحت کر ولؔی کوں اسے سخن نا آشنا
ترک کرنا عشق کا دشوار ہے دشوار ہے

۴۴۷

جب[۱] سیں خیال یار آ میرے سیں یارا یار ہے
تب سوں مجھ اُوپر درد کا ہر لحظہ مارا مار ہے
جب سیں وہ خونی چشم کوں دیکھیا ہوں مست تب ستی
ہر یک مژہ کا تیر آ تجھ دل کے بھیتر پار ہے

---

[۱] یہ غزل نسخۂ کراچی میں ہے۔

ہر ایک کا ہر ایک سوں محبوب بولے بات کوں
قسمت میں میری کیا سبب یو سنگدل دل دار ہے

جوں مجھ سے آ کر بات وو کہتا ہے یارو ایک دن
تب سے رقیباں دل کہو رخ مثل جیو بیزار ہے

جب سے ہوا ہوں خبط میں اُس دلرُبا کے مُکھ اُوپر
تب سیں فدا مجھ عشق کا سب چوک اور بازا ہے

پس عشق کے میدان میں اب یو ولی منصور چوں
اس سیداکانا نوں لے جا دارِ غم پر سوار ہے

۴۴۸

عشق میں صبر و رضا درکار ہے
فکر اسبابِ وفا درکار ہے

چاک کرنے جامۂ صبر و قرار
دلبرِ رنگیں قبا درکار ہے

ہر صنم تسخیر دل کیوں کر سکے
دل ربائی کوں ادا درکار ہے

زلف کوں وا کر کہ شاہِ عشق کوں
سایۂ بالِ ہما درکار ہے

رکھ قدم مجھ دیدۂ خوں بار پر
گر تجھے رنگ حنا درکار ہے

دیکھ اس کی چشمِ شہلا کوں اگر
نرگسِ باغِ حیا درکار ہے

عزم اس کے وصل کا ہے اے ولی
لیکن امداد خدا درکار ہے

۴۴۹

بیاباں عاشقاں کوں ملک اسکندر برابر ہے
ہر اک گوہر انجھو کا تخت کے اختر برابر ہے

جنوں کے ملک کے سلطاں کوں کیا حاجت ہو افسر کی
بگولا سر اُپر مجنوں کے سو افسر برابر ہے

جو کُئی حاصل کیا ہے دولتِ عالی کوں سوزش کی
پھپھولا اس دل دریا بھتر گوہر برابر ہے
فنا کر کر جو کُئی دنیا کی سمجھا زندگانی کوں
اُسے گزران کرنے کوں جنگل ہور گھر برابر ہے
ولؔی دیوان میں میرے تودۂ دفتر کی حاجت نہیں
کہ مجھ دیوان میں ہر اک شعر سو دفتر برابر ہے

۴۵۰

نہ سمجھو خود بخود دل بے خبر ہے ۔۔۔ نگہہ میں اُس پری رو کی اثر ہے
اجھوں لگ مکھ دکھایا نہیں اپس کا ۔۔۔ سجن مجھ حال سوں کیا بے خبر ہے
محبت[۱] ترک مت کر اے پری رو ۔۔۔ محبت میں مروت معتبر ہے
ترے قد کے تماشے کا ہوں طالب ۔۔۔ کہ راہ راست بازی بے خطر ہے
تری تعریف کرتے ہیں ملائک ۔۔۔ ثنا تیری کہاں حدِ بشر ہے
بیانِ اہل معنی ہے مطوّل ۔۔۔ اگرچہ حسب ظاہر مختصر ہے
ولؔی مجھ رنگ کوں دیکھے نظر بھر
اگر وو دلرُبا مشتاقِ زر ہے

۴۵۱

نہ جانوں خط میں تیرے کیا اثر ہے ۔۔۔ کہ اُس دیکھ سوں دل زیر و زبر ہے
اسے باریک بیں کہتے ہیں عاشق ۔۔۔ نظر میں جس کی وہ نازک کمر ہے
نہ ہووے کیوں ہجومِ راست بازاں ۔۔۔ جہاں اُس سرو قامت کا گزر ہے
ہر اک سوں آشنا ہونا ہنر نہیں ۔۔۔ پری رخسار سوں ملنا ہنر ہے
نہ پاؤں تجھ سوں گر سیبِ زنخداں ۔۔۔ نہالِ عشق بازی بے ثمر ہے
رہیں گے خاک ہو تیری گلی میں ۔۔۔ وفاداری ہماری اس قدر ہے

---

[۱] م-ا- مروت ۔ م-۳ اخوت

وؔلی مجھ دل کی آتش پر نظر کر
جہنم کی زباں پر الحذر ہے

۴۵۲

مکھ ترا آفتابِ[۱] محشر ہے
شور اس کا جہاں میں گھر گھر ہے

رگ جاں سوں ہوا ہے خوں جاری
یاد تیری پلک کی نشتر ہے

پہنچتا ہے دلوں کوں ہر جاگہ
غم ترا روزی مقدر ہے

مکھ تیرا بحرِ حُسن ہے جاناں
زلف پر پیچ موجِ عنبر ہے

بات میٹھی ترے لباں کی صنم
حسد انگیز شیر و شکر ہے

قدسوں تیرے کدھیں نہ پایا پھل
حق میں میرے درخت بے بر ہے

تجھ بن اے نور بخش محفلِ دل
حال مجلس تمام ابتر ہے

آگ ہئی ہے بقدر نیزہ بلند
شمع نہیں آفتابِ محشر ہے

دود آتش کیا ہے سرمۂ چشم
داغ دل دیدۂ سمندر ہے

صفحۂ دل پہ درد کوں لکھنے
رشتۂ آہ تار مسطر ہے

آج جیوں آرسی ہوئے ہیں عزیز
خود نمائی جنوں کا جوہر ہے

سادہ رو ہیں ہمیشہ با عزت
آب نس دن محیط گوہر ہے

مجکوں پہنچی ہے آرسی سوں یہ بات
صاف دل وقت کا سکندر ہے

سیر دریائے معرفت کوں سنوار
کشتیِ دل اگر قلندر ہے

اے وؔلی کیا ہے حاجتِ قاصد
نامہ میرا پرِ کبوتر ہے

---

[۱] م-ا بے مثال

۴۵۳

قبلۂ اہل صفا شمشیر ہے — ہادیٔ مشکل کشا شمشیر ہے
غازیاں اہلِ سعادت کیوں نہ ہوں — سایۂ بال ہما شمشیر ہے
بوالہوس اُس کے اگے کیوں آسکے — صورتِ دستِ قضا شمشیر ہے
کیوں نہ دشمن کے کرے سینے میں جا — ناخنِ شیرِ خدا شمشیر ہے
اولاً ریحان و آخر لالا رنگ — ظاہرا برگ حنا شمشیر ہے
زندہ جاویدِ شہیداں کیوں نہ ہوں — موجۂ آب بقا شمشیر ہے
سالک راہ فناکوں دم بدم — آخرت کی رہنما شمشیر ہے
صاحبِ ہمت کوں نت ہے دست گیر — مرشدِ حاجت روا شمشیر ہے
راہِ غربت میں کہ مشکل ہے تمام — ناتوانوں کا عصا شمشیر ہے
دشمناں کیوں کرسکیں مکر و فریب — صیقلِ زنگِ وفا شمشیر ہے
ہے کلیدِ فتح بابِ مدعا — ناخنِ مشکل کشا شمشیر ہے
کیوں نہ ہووے آب سرسوں تا قدم — جوہر کانِ حیا شمشیر ہے
کیوں نہ ہووے قتل عاشق دم بدم — شوخ کی بانکی ادا شمشیر ہے
جن نے پکڑا گوشۂ آزادگی — اس کوں موجِ بوریا شمشیر ہے

کعبۂ فتح وظفر میں اے ولؔی
شکل محرابِ دعا شمشیر ہے

۴۵۴

عاشقاں کی قید تیرا حسن عالم گیر ہے
بلبلاں کے واسطے ہر موجِ گل زنجیر ہے
تجھ نَین کی ہے نگاہِ راست تیرِ بے خطا
کج ادائی تجھ بھواں کی جوہرِ شمشیر ہے

حسن تیرا عالمِ علوی سوں دیتا ہے خبر
یہ دم عیسیٰ کی تیرے دم منیں تاثیر ہے
کیا کہے حیراں تری تعریف اے آئینہ رو
توبہ مو تیرا سراپا ناز کی تصویر ہے
اے وؔلی کہتی ہے بلبل اس کا سُن رنگیں سخن
غنچۂ گل کے اُپر جیوں بوے گل تقریر ہے

۴۵۵

تشنہ لب کوں تشنگی مے کی نہیں ناسور ہے
پنبۂ مینا اسے جیوں مرہمِ کافور ہے
یادسوں ساقی کے نس دن ہر پلک ہو شاخِ تاک
اشکِ حسرت اس اپر جیوں خوشۂ انگور ہے
اُس کا دل ہرگز نہ ہو ویراں ازل سوں تا ابد
یاد سوں دلدار کی جس کا سِنہ معمور ہے
نفس سرکش پر جو کُئی پایا جہاں میں فتح وظفر
دارِ عقبیٰ کے بھتر الحق وہی منصور ہے
تجھ تجلّی کے صحیفے کا سُرَج ہے یک ورق
عکس تیری زلف کا جگ میں شبِ دیجور ہو
جو سیاہی سفیدی سوں ہوا ہے آشنا
اہل بنیش کی نظر میں وہ سدا منظور ہے
جلد رو ہو عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے نزیک
کاہلی کوں مست دے اے سالک کہ منزل دور ہے
خاکساری جس کوں سلطانی ہے اس عالم منیں
کاسۂ خاکی اُسے جیوں چینیٔ فغفور ہے
یار کے دیدار کا طالب ہے موسیٰ ہر زماں
اے وؔلی دربار اس کا اس کوں کوہِ طور ہے

۴۵۶

نہ پوچھو خود بہ خود موہن میں اڑ ہے
رقیبِ روسیہ فتنہ کی جڑ ہے
ہر اک زلفاں کے دیکھے نہیں اٹکتا
اٹکتا ہوں جہاں دل کی پکڑ ہے
کروں کیوں سنگ دل کے دل کوں تسخیر
زبردستی میں بیجاپُر کا گڑ ہے
نہیں بل دار چیرا سر پر اس کے
عزیزاں! یو جوانی کی اکڑ ہے
برستا ہے سجن کے مکھ اُپر نور
نگاہوں کی ہر اک جانب سوں جھڑ ہے
نکلتا ہو جب کٹاری ہاتھ لے کر
دو عالم اس کٹاری سوں دو دھڑ ہے
جگت، جوگی ہوا ہو دیکھ تجکوں
سرج جوگی فلک جوگی کی مڑ ہے
کسی کی بات پر رکھتا نہیں گوش
ہٹیلے ہٹ بھرے میں سخت اڑ ہے
ولی تو بحر معنی کا ہے غواص
ہر اک مصرع ترا موتیاں کی لڑ ہے

۴۵۷

اُس کے نیَن میں غمزۂ آہو پچھاڑ ہے
اے دل سنبھال چل کہ اگے مار دھاڑ ہے
تجھ نین کے چمن منیں کیوں آسکوں کہ یہاں
خاراں کے جھاڑ خنجرِ مژگاں کی باڑ ہے

جس کوں نہیں ہو بوجھ ترے حسنِ پاک کی
تنکا نزیک کس کے مثالِ پہاڑ ہے
نرگس کے پھولنے کی کرے سیر دم بہ دم
جو تجھ نگاہ مست کا کیفی کراڑ ہے
دل میں رکھا جدھاں سوں ولؔی تجھ وتن کی یاد
واڑم نمن تدھاں سوں سِنے میں دڑاڑ ہے

۴۵۸

حسن کا مسند نشیں وہ دلبرِ ممتاز ہے
دلبراں کا حسن جس مسند کا پا انداز ہے
غیر حیرت ہے خبر اُس آئنہ رو کی کسے
راز کے پڑدے میں جس کی خامشی آواز ہے
اس نزاکت آفریں پر ناز ہو کیا ناز کا
سرسوں لے تا پگ تلک سب ناز ہے سب ناز ہے
دل منیں آکر ہوا خلوت نشیں تیرا خیال
غم تیرا سینے میں میرے راز کا ہمراز ہے
وہ اپس کے وقت کا منصور ہے عالم منیں
صدق سوں تجھ باٹ میں جو عاشقِ سر باز ہے
سوکھ کر تجھ غم منیں یہ تن ہوا ہے جیوں رباب
دم مرا سینے میں میرے جیوں کہ تارِ ساز ہے
یاد سوں اُس رشکِ گلزارِ ارم کی اے ولؔی
رنگ کوں میرے سدا جیوں بوئے گل پرواز ہے

۴۵۹

لہر یا چیرا صنم کا بس کہ خوش انداز ہے
دل ربائی میں برنگِ موج گل ممتاز ہے

موسم خطا[۱] میں نہ کر فکر اے گلِ رنگیں ادا
سبزۂ گلزارِ خوبی کا ابھی آغاز ہے
رو برو ہوتے میں اس کے حال دل ظاہر ہوا
جلوۂ آئینہ رویاں کاشفِ ہر راز ہے
غیر سوں الفت پکڑنا ہجر میں درکار نئیں
دم بدم آہِ دلِ بے تاب اگر دم ساز ہے
زندگی میں طائرِ دِل کوں خلاصی کیوں کے ہو
پنجۂ زلف ستم گر چنگلِ شہباز ہے
درد منداں کی نظر سوں اس کا گرنا ہے بجا
جو برنگِ طفلِ اشکِ عاشقاں غماز ہے
زندہ کرنا استخواں کوں گرچہ تھا کارِ مسیح
زندہ کرنا شوق کوں تجھ ناز کا اعجاز ہے
درد منداں کوں سدا ہے قول مطرب دل نواز
گرمی افسردہ طبعاں شعلۂ آواز ہے
بزم کوں رونق دیا ہے جب سوں وہ عالی مقام
رشتۂ آہِ دلِ بے تاب تار ساز ہے
دیکھنا آئینہ روکا امر مشکل نہیں ولے
سد راہِ سینۂ صافاں طالعِ نا ساز ہے
اے ولؔی یہ مصرع موزوں ہے ہر دل کا عزیز
قامتِ رعنا صنم کا سر و باغِ ناز ہے

۴٦۰

مجھ حکم میں وہ راست قدِ دل نواز ہے
جس کے ہر ایک بول میں عشرت کا ساز ہے
دم ساز زہرہ رو ہے جو خالی ہے آپ سوں
نے کی صدائے خاص سوں واضح یہ راز ہے

۱؎ م۔۲ گل

کہتے ہیں کھول پردہ شنا سانِ مدعا
جو اوج میں ہوا کے اڑے شاہباز ہے
جب سوں رکھا ہوں عشق کی آتش اپر قدم
تب سوں مثالِ عود مرا جیو گداز ہے
اے بوالہوس نہ دل میں رکھ آہنگِ عاشقی
جاں باز عاشقاں پہ یہ دروازہ باز ہے
کرنے کوں سیر راہ حجاز و عراقِ عشق
عشاق پاس ساز نوا سب نیاز ہے
تو اصل دائرے میں ہے جگ کے، دجے فرع
اوج و حضیض بیچ تو ہی یکہ تاز ہے
تیرے خیال میں جو ہوا خشک جیوں رباب
مضرابِ غم کا ہاتھ اُس اوپر دراز ہے
محراب تجھ بھواں کی عجب ہے مقامِ خاص
ہر پنچ گاہ جس میں دلوں کی نماز ہے
سن حرف راست باز کامت مل رقیب سوں
ہر چند تیری طبع مخالف نواز ہے
خاراں دلاں کی چشم کی نسبت کے فیض سوں
سرمے کوں اصفہاں کے عجب امتیاز ہے
بولا تجھے صبا نے سرِ زلف یہ سخن
نو روز عاشقاں کا ترا حُسن و ناز ہے
بانگِ بلند بات یہ کہتا ہوں اے ولیؔ
اس شعر پر بجا ہے اگر مجکوں ناز ہے

۴۶۱

زلف موہن کی کہ عنبر بیز ہے — حسن کے دعوے کی دست آویز ہے
ہے گل رعنا بہارِ زندگی — ناز تیرا، جو نیاز آمیز ہے
شوق کے مرکب کوں راہِ عشق میں — اے سجن تیری نگہ مہمیز ہے
ہر پلک تیری کہ ہے تیغِ فرنگ — عاشقاں کے مارنے کوں تیز ہے
ہاتھ میں میرے نہ سمجھو تم بیاض — شوخ کے ملنے کی دست آویز ہے
چاہتا ہوں دل ستی اے نازنیں — جنگ تیری وہ کہ صلح آمیز ہے
تجھ سخن کے وصف لکھنے میں قلم — ابر نیساں کی نمن دُر ریز ہے
تجھ تغافل سوں ہوا ہے رونما — گریۂ عاشق کہ خوں آمیز ہے
دل مرا اے دلبرِ شیریں بچن — تجھ لباں کے شوق سوں لبریز ہے

اے ولیؔ لگتا ہے ہر دل کوں عزیز
شعر تیرا بس اک شوق انگیز ہے

۴۶۲

ہر نگاہِ شوخ و سرکش دشنۂ خوں ریز ہے
تیغ اس ابرو کی ہر دم مارنے کوں تیز ہے
عشق کے دعوے میں اُس کی بات رکھتی ہے اساس
سنبلِ زلفِ پری سوں جس کوں دستِ آویز ہے
آج گل گشت چمن کا وقت ہے اے نو بہار
بادۂ گل رنگ سوں ہر جامِ گل لب ریز ہے
جب سوں تیری زلف کا سایہ پڑا گلشن منیں
تب ستی صحنِ چمن ہر ٹھار سنبل خیز ہے
سادہ رویاں کوں کیا مشتاق اپنے حسن کا
شعر تیرا اے ولیؔ ازبس کہ شوق انگیز ہے

۴۶۳

تحصیل دل کے ہونے یہ مکھ کتاب بس ہے
دانائے منتخب کوں یہ انتخاب بس ہے
مجھ حال کا کرے گر آکر سوال دلبر
تو لا جواب ہونا مجکوں جواب بس ہے
نابِ کمر سوں تیری بے تاب بس کہ ہوں میں
مانند زلف خوباں مجھ پیچ و تاب بس ہے
جو عشق کے نگر کا ہے صوبہ دار جگ میں
مجنوں لیلی جن اس کا خطاب بس ہے
عاشق[۱] کے مارنے کوں درکار نہیں ہے خنجر
تیری دو چشم جادو مست شراب بس ہے
جو کئی ولی کے مانند پیتا ہے عشق کی مے
اُس برہا کے جلے کوں دل کا کباب بس ہے

۴۶۴

عاشق کوں تجھ درس کا دائم خیال بس ہے
خاموش ہوکے رہنا اے شاہِ قال بس ہے
گر عید کوں خلق مل سکتی ہے ماہِ نو کوں
مجھ دل کی عید ہونے ابرو ہلال بس ہے
گر کانو رو میں لوگاں عالم کوں موہتے ہیں
مجھ دل کوں موہ لینے یہ خط و خال بس ہے
ہر دلربا کوں ہرگز دیتا نہیں ہوں دل میں
دل بستگی کوں میری دو بے مثال بس ہے
ہر چند اے ولی ہوں میں غرقِ بحرِ عصیاں
مجکوں شفیعِ محشر حضرت کی آل بس ہے

---

[۱] یہ شعر مخطوطہ۲ میں اضافہ ہے۔ نسخہ۳ میں بھی ہے۔

۴۶۵

مجکوں شفیع محشرو دینِ پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذرِ گناہ بس ہے
خاطر سوں گئی ہے خواہش اسباب دنیوی کی
ہمت برہ کی رہ میں مجھ زاد راہ بس ہے
جو صاف دل ہیں ان کوں درکار نہیں ہے زینت
جیوں آرسی، نمد کی سر پر کلاہ بس ہے
اسباب جنگ رکھنا درکار نئیں ہمن کوں
دشمن کے مارنے کوں اک تیرِ آہ بس ہے
نئیں آرزو کہ بیٹھوں مسند پہ سلطنت کی
تیری گلی میں آنا یہ دست گاہ بس ہے
درکار نئیں ہے مسجد سجدے کوں عاشقاں کے
محراب تجھ بھواں کی اے قبلہ گاہ بس ہے
مت تیر ہور کماں کی کر فکر اے خوش ابرو
عاشق کے مارنے کوں سیدھی نگاہ بس ہو
تجھ عشق کے جلے کوں کیا کام چاندنی سوں
تجھ حسن کا تماشا اے رشکِ ماہ بس ہے
بے جا ہے بادشاہی ہر خوب رو کوں دینا
خوبی کے تخت اوپر اک بادشاہ بس ہے
دل لے گیا ہمارا جادو سوں وہ پری رو
دیوانگی ہماری اس پر گواہ بس ہے
درکار نہیں کہ دیکھوں ہر اک ادا کوں تیری
تجھ چال کا تماشا اے کج کلاہ بس ہے
غم نہیں اگر رقیباں آئے ہیں چڑھ ولی پر
اے دوست تجھ کرم کی مجکوں پناہ بس ہے

۴٦٦

آج ہر گل نور کی فانوس ہے کوہ و صحرا صورتِ طاؤس ہے
گر نہ نکلے سیر کوں وو نو بہار ظلم ہے فریاد ہے افسوس ہے
اے صنم تیرے دہن کے شوق سوں ہر کلی میں نغمۂ ناقوس ہے
نور سوں تجھ یاد کی اے شمع رو پردۂ دل پردۂ فانوس ہے
دیکھ کر اُس کی ادا و ناز کوں ہر پری کوں خواہشِ پا بوس ہے
دل نہ دے دوجے کوں غافل بوجھ اُسے کم نگاہی شوخ کی جاسوس ہے

دیکھنے سوں سیر نہیں ہوتا ولؔی
مدعا اُس کا کنار و بوس ہے

۴٦٧

سرو میرا جب ستی گل پوش ہے ہر طرف سوں بلبلاں کا جوش ہے
اے سجن یک بات ہے لیکن اسے بوجھتا ہے دو کہ جس کوں ہوش ہے
گول پگڑی کے نہ پھر ہرگز تو گرد گول پگڑی حسن کا سر پوش ہے
دیکھنا تجھ قد کا اے نازک بدن باعثِ خمیازۂ آغوش ہے
اب خلاصی عشق سوں ممکن نہیں دام دل، زلف دو دامی پوش ہے
کیوں نہ ہو امید کا روشن چراغ شمعِ مجلس ساقیِ مے نوش ہے

ہر سخن تیرا لطافت سوں ولؔی
مثل گوہر زینتِ ہر گوش ہے

۴٦٨

دل طلبگارِ نازِ مہوش ہے لطف اس کا اگرچہ دل کش ہے
مجھ سوں کیوں کر ملے گا حیراں ہوں شوخ ہے بے وفا ہے سرکش ہے

کیا تری زلف کیا ترے ابرو
ہر طرف سوں مجھے کشاکش ہے

تجھ بن اے داغ بخش سینہ و دل
چمنِ لالہ دشتِ آتش ہے

اے ولؔی تجربے سوں پایا ہوں
شعلۂ آہ شوق بے غش ہے

۴۶۹

ہر طرف ہنگامۂ اجلاف ہے
مت کسوسوں مل اگر اشراف ہے

ہر سحر تجھ نعمتِ دیدار کی
آرسی کو اشتہارے صاف ہے

نہیں شفق ہر شام تیرے خواب کوں
پنجۂ خورشید مخمل باف ہے

نقد دل دوجے کوں دینا تجھ بغیر
حق شناسوں کے نزک اسراف ہے

کیا کروں تفسیرِ غم، ہر اشکِ چشم
راز کے قرآن کا کشّاف ہے

مست جام عشق کوں کچھ غم نہیں
خاطرِ ناصح اگر ناصاف ہے

وسوسے سوں دل کے مت کر زر طلب
سینہ صافوں کی نظر حراف ہے

جب سوں وہ آتا ہے ہمراہِ رقیب
درد منداں کا مکاں اعراف ہے

رحم کرتا نئیں ہمارے حال پر
شوخ ہے سرکش ہے بے انصاف ہے

صورتِ نا رستہ خط ہے جلوہ گر
اس قدر چہرہ صنم کا صاف ہے

اے ولؔی تعریف اس کی کیا کروں
ہر طرح مستغنی الاوصاف ہے

۴۷۰

ہر چند کہ اُس آہوے وحشی میں بھڑک ہے
بے تاب کے دل لینے کوں لیکن ندھڑک ہے

عشاق پہ تجھ چشم ستم گار کا پھرنا
تروار کی اوجھڑ ہے یا کٹّے کی سڑک ہے

گرمی سوں تری طبع کی ڈرتے ہیں سیہ بخت
غصے سوں کڑکنا ترا بجلی کی کڑک ہے
تیری طرف انکھیاں کوں کہاں تابکہ دیکھیں
سورج سوں زیادہ ترے جامے کی بھڑک ہے
کرنے کوں ولی عاشق بے تاب کوں زخمی
وہ ظالم بے رحم نپٹ ہی ندھڑک ہے

۴۷۱

اے دوست تیری یاد میں دل کوں کمال ہے
نقشِ مراد آئینہ تیرا خیال ہے
ہے راستی سوں قد کوں ترے مرتبہ بلند
جنت میں اس کے عشق سوں طوبیٰ نہال ہے
حاجت نہیں ہے شمع کی اس انجمن منیں
جس انجمن میں شمع سجن کا جمال ہے
آ آ اے مہ دو ہفتہ مرے پاس ایک روز
ہر آن تجھ فراق کی سینہ پہ سال ہے
ہم سایۂ بتاں نے کیا قد مرا دوتا
اس مدعا پہ طرّۂ خمدار دال ہے
زاہد کوں مثل دانۂ تسبیح ایک آن
کوچے ستی ریا کے نکلنا محال ہے
لازم ہے درس یار کی تحصیل رات دن
ہر مدرسے کے بیچ یہی قیل وقال ہے
جب سوں ترے خیال نے دل میں کیا گزر
بے تاب جیو مرے پر عجب وجد و حال ہے
اے عاشقاں کی عید تامل سوں کر نظر
تیری بھواں کی یاد میں تن جیوں ہلال ہے

صد برگ سوں زباں سیتی کہتا ہے یو بچن
غنچے کوں تجھ دہن سوں سدا انفعال ہے
روئے زمیں کا خال ہے زینت میں اے صنم
تیرا جو مثل نقشِ قدم پائمال ہے
تیری نَین کی یاد میں جن نے سفر کیا
اُس کے سفر کی راہ نگاہِ غزال ہے
بانگِ بلند بات یہ کہتا ہوں اے سجن
میں تجھ جمال کے تل جیون بلال ہے
خاموش گر رہا ہے ولؔی تو عجب نہیں
غواص کا ہمیشہ خموشی کمال ہے

۴۷۲

حُسن تیرا سُرج پر افضل[۱] ہے — مکھ ترا رشکِ ماہ کامل ہے
حسن کے درس میں لیا جو سبق — مجھ نزک فاضل و مکمل ہے
رات دن تجھ جمال روشن سوں — فضل پروردگار شامل ہے
جس کوں تجھ حسن کی نہیں ہے خبر — بے گماں دو جہاں میں غافل ہے
زاد راہ سوں جو بغل میں لیا — عشق کے پنتھ میں وہ عاقل ہے
عشق کی راہ کے مسافر کوں — ہر قدم تجھ گلی میں منزل ہے

ولؔی طرز عشق آساں نہیں
آزمایا ہوں میں کہ مشکل ہے

۴۷۳

نشہ بخشِ عاشقاں وہ ساقیٔ گل فام ہے
جس کی انکھیاں کا تصور بے خودی کا جام ہے
کھولنا زلفاں کا کچھ درکار نہیں اے خوش نَین
یک نگاہِ ناز تیری دو جہاں کا دام ہے

---

[۱] ک فاضل

آفتاب آتا ہے مرحم ہوکے تجھ کوچے طرف
صبح صادق اس کے بر میں جامۂ احرام ہے
دل کوں جمعیت ہے جب جاتا ہوں دنبالِ صنم
آرسی کے ساتھ میں سیماب کوں آرام ہے
مت نظر رکھ اس طرف اے زاہدِ خلوت نشیں
غمزۂ خوں خوار ظالم دشمنِ اسلام ہے
جس صنم کی سرکشی کا جگ میں ہو صیت بلند
شکرِ حق دو کافر بد کیش میرا رام ہے
اے ولؔی کیوں خشک مغزی کا نہیں کرتا علاج
یاد اُن انکھیاں کی تجھ کوں روغنِ بادام ہے

۴۷۴

اس سرو خوش ادا کوں ہمارا سلام ہے　　اُس یار بے وفا کوں ہمارا سلام ہے
لیتا نہیں سلام ہمارا حجاب سوں　　اُس صاحب حیا کوں ہمارا سلام ہے
اُس باج دل میں میرے نئیں دوجا مدعا　　اُس دل کے مدعا کوں ہمارا سلام ہے
ناز و اداسوں دل کوں مرے مبتلا کیا　　اُس نازنیں پیا کوں ہمارا سلام ہے
آرام جان ودل ہے ولؔی جس کا دیکھنا
اُس جانِ دل ربا کوں ہمارا سلام ہے

۴۷۵

اُس شاہ نو خطاں کوں ہمارا سلام ہے　　جس کے نگینِ لبِ کا دو عالم میں نام ہے
سر شار انبساط ہے اس انجمن منیں　　جس کوں خیال تیری انکھاں کا مدام ہے
جس سرزمیں میں تیری بھواں کا بیاں کروں　　خوبی ہلال چرخ کی دہاں نا تمام ہے
جب لگ ہے تجھ گلی میں رقیبِ سیاہ رو　　تب لگ ہمارے حق میں ہراک صبح شام ہے
تنہا نہ بند عشق میں تیری ہوا ولؔی
یہ زلف حلقہ دار دو عالم کا دام ہے

۴۷۶

ترا مجنوں ہوں صحرا کی قسم ہے
طلب میں ہوں تمنا کی قسم ہے

سراپا ناز ہے تو اے پری رو
مجھے تیرے سراپا کی قسم ہے

دیا حق حُسنِ بالا دست تجکوں
مجھے تجھ سرو بالا کی قسم ہے

کیا تجھ زلف نے جگ کوں دوانا
تری زلفاں کے سودا کی قسم ہے

دو رنگی ترک کر ہر اک سے مت مل
تجھے تجھ قدِّ رعنا کی قسم ہے

کیا تجھ عشق نے عالم کوں مجنوں
مجھے تجھ رشکِ لیلیٰ کی قسم ہے

ولؔی مشتاق ہے تیری نگہہ کا
مجھے تجھ چشم شہلا کی قسم ہے

۴۷۷

چشم تیری جو مست و غلطاں ہے
عبہرے میں یو نار اراکاں ہے

یو جو دو ہونٹھ و چشم مست ہوئے
تار گیسو کے کیوں پریشاں ہے

رحم کر، لطف کر، دکھا درشن
ہجر تیرے میں یار بے جاں ہے

تیرے پلکاں، بھواں کماں ان کے
عاشقاں جان و دل سوں قرباں ہے

تجھ زنخداں کی چاہ کے بھیتر
یوسفِ مصر آج حیراں ہے

خاتم حسن دیکھ تیرے ہاتھ
تجھ اطاعت منیں سلیماں ہے

دیکھ کر تجھ لباں کی یو سرخی
خونِ دل لعل رشکِ مرجاں ہے

آج بازار حسن میں تیرے
مشتری زہرہ اور کیواں ہے

صد ہزاراں شمع رَیَن میانے
سوزسوں مکھ ترے کے گریاں ہے

عشق تیرے کا جو ہوا ہے مریض
دنگ اس کی دوا میں لقماں ہے

آفریں شعر پر ولؔی کے سُن
بولتے وہ کہ جو سخن داں ہے

۴۷۸

صنم میرا نپٹ روشن بیاں ہے — برنگِ شعلہ سرتاپا زباں ہے
نظر کرنے میں دل اس کا لیا ہوں — کمندِ گل نگاہِ بلبلاں ہے
بجا ہے گروہ سردِ گلشنِ نار — ہماری راستی پر مہرباں ہے
وفا کر حسن پر مغرور مت ہو — وفاداری بہارِ بے خزاں ہے
صنم مجھ دیدہ و دل میں گزر کر — ہوا ہے، باغ ہے، آبِ رواں ہے
ہوا تیرِ ملامت کا نشانہ — نظر نیں جس کی وہ ابرو کماں ہے

ولؔی اس کی جفا سوں خوف مت کر
جفا کرنا وفا کا امتحاں ہے

۴۷۹

یو تل رنگی و خط مشک ختن ہے — سخن مصری ولب کانِ یمن ہے
مجھ اوپر کھینچتے ہیں تیغِ ہندی — ترے ابرو کہ چیں جن کا وطن ہے
ہوے ہیں دنگ تصویرِ فرنگ دیکھ — تری صورت کہ یہ رشکِ دمن ہے
دسے تیرے نَین میں کانو رو دیس — تری باتاں میں بنگالے کافن ہے
ترے لب میں دسے لعلِ بدخشاں — سخن تیرا ہر اک دُرِ عدن ہے
تری یہ زلف ہے شامِ غریباں — جبیں تیری مجھے صبحِ وطن ہے

ولؔی ایران و توراں میں ہے مشہور
اگرچہ شاعرِ ملکِ دکن ہے

۴۸۰

عارفاں پر ہمیشہ روشن ہے — کہ فنِ عاشقی عجب فن ہے
دشمنِ دیں کا دین دشمن ہے — راہزن کا چراغ روشن ہے

کیوں نہ ہو مظہر تجلی یار / کہ دل صاف مثلِ درپن ہے
عشق بازاں ہیں تجھ گلی میں مقیم / بلبلاں کا مقام گلشن ہے
سفرِ عشق کیوں نہ ہو مشکل / غمزۂ چشمِ یار رہ زن ہے
بار مت دے رقیب کوں اے شوخ[1] / دوستاں کا رقیب دشمن ہے
تنگ چشمی ہے راہ بے بصری / گرچہ مقدار چشم سوزن ہے
مجکوں روشن دلاں نے دی ہے خبر / بزم[2] معنی کی شمع روشن ہے
گھیر رکھتا ہو دل کوں جامۂ تنگ / جگ منیں دور دور دامن ہے
عشق میں شمع رو کے جلتا ہوں / حال میرا سبھوں پہ روشن ہے
اے ولؔی تیغ غم سوں خوف نہیں / خاکساری بدن پہ جوشن ہے

اے ولؔی صاحبِ سخن کی زباں
بزم معنی کی شمع روشن ہے

۴۸۱

شکار انداز دل دو من ہرن ہے / لقب جس شوخ کا جادو نین ہے
ہوا ہے جیوں شہیدِ لالہ رویاں / برنگِ داغ دل خونیں کفن ہے
نہیں درکار گل گشتِ چمن زار / بہارِ عاشقاں وہ گل بدن ہے
کرے گی سنگ دل کے دل میں جانقش / صدائے بے دلاں فرہاد فن ہے
بجا ہے اس کوں کہنا صاحب وقت / نظر میں جس کی وہ شیریں بچن ہے
ترش روئی حسن اہلِ ہوس / زیب دامن کوں زیب دامن ہے
پاکبازی میں دل کی ہے لذت / صافی درپن میں آب درپن ہے
ترا قد اے بہارِ گلشنِ ناز / مثالِ سرو زیبِ انجمن ہے
خودی سوں اوّلاً خالی ہو اے دل / اگر اُس شمع روشن کی لگن ہے
غلام و فدوئی درگاہِ احمد ﷺ / سدا اس کی زباں پر یہ بچن ہے

---

[1] ک۔ یار
[2] ک۔ کہ سخن کا چراغ

ہوا جو خادمِ شاہِ ولایت
ولیؔ ہے والیٔ ملکِ سخن ہے

۴۸۲

ترے لب پر جو خطِّ عنبریں ہے — خطِ یاقوت سوں نقشِ نگیں ہے
چمن آرائے باغِ خوش ادائی — نہالِ قد سرو گل جبیں ہے
کہو زاہد کوں جاوے اس گلی میں — اگر مشتاق فردوسِ بریں ہے
نہ آوے گی کبھی لکھنے میں ہرگز — مصور یو ادائے نازنیں ہے
ہمیشہ دیکھتی ہے تجھ کمر کوں — نگہہ میری سدا باریک بیں ہے
مرے حق میں عنایت نامۂ یار — مثال شہپرِ روح الامیں ہے
کرے اک آن میں جگ کوں دوانہ — نگہہ تیری کہ جادو آفریں ہے
نہیں گل برگ گلشن میں اے لالن — ترے گلگوں کا یو داماں زیں ہے
سویدا کی نمط جاوے نہ ہرگز — خیال اس خال کا جو دل نشیں ہے

ولیؔ جن نے سنا میرے سخن کوں
زباں پر اس کی ذکرِ آفریں ہے

۴۸۳

ہر اک سوں مل متواضع ہو سروری یہ ہے — سنبھال کشتیٔ دل کوں قلندری یہ ہے
نکال خاطر فاتر سوں جامِ جم کا غم — صفا کر آئینۂ دل کوں سکندری یہ ہے
تو جان بوجھ، اجانا ہوا سو میں سمجھا — کہ زندگی منیں مقصود زرگری یہ ہے
خیال یار کوں رکھ اپنے دل میں محکم کر — کہ عاشقاں کے نزک شیشۂ و پری یہ ہے
بسا عزیز ہیں تجھ مکھ کے آفتاب پرست — تو جلوہ گر ہے کہ اب ذرہ پردری یہ ہے
ٹک اک نقاب[1] اٹھا کر اپس کا مکھ دکھلا — کہ دلبراں کے نزک حقِ دلبری یہ ہے

---

[1] ک۔ لباس

بسار دل سوں اپس کے تو یاد خاقانی
ولی کوں دیکھ کہ اب رشکِ انوری یہ ہے

۴۸۴

نکل اے دلربا گھرسوں کہ وقتِ بے حجابی ہے
چمن میں چل بہارِ نسترن ہے ماہتابی ہے
کسی کی بات سنتا نئیں کسی پر رحم کرتا نئیں
ہٹیلا ہے، ستمگر ہے، جفا جو ہے، شرابی ہے
گیا ہے جب سوں دو گلرؤ چمن میں میکشی کرنے
ہر اک گل صورتِ ساغر ہر اک غنچہ گلابی ہے
گلی میں اُس ستمگر کی نہ جا اے دل، نہ جا اے دل
کہ جاں بازی میں آفت ہے قیامت ہے خرابی ہے
کسے طاقت ہے انکھیاں کھول کر دیکھے تری جانب
جھلک تجھ مکھ کے روشن کی شعاعِ آفتابی ہے
تمہارے اے سجن مدت سوں فدوی ہیں دعا گو ہیں
ہمن سوں بے حسابی بات کرنا بے حسابی ہے
وفاداری بہارِ گلشن خوبی ہے اے گل رو
نہ بوجھو سرسری ہرگز سخن میرا کتابی ہے
بہار عاشقی کوں تازہ کرنا اے گلِ رعنا
تلطف ہے مدارا ہے کرم ہے بے عتابی ہے
ولی پایا رباعی چار ابرو کے تصور میں
تخلص چشم گریاں کا بجا ہے گر سحابی ہے

۴۸۵

تری انکھیاں اوپر ازبس بہار نیم خوابی ہے
گویا مضمون جامی سوں یو رنگِ انتخابی ہے
رہے کیوں ہوش عاشق کا سلامت دیکھ یو آفت

تبسم ہے، نگہہ ہے، زلف ہے، چیرا گلابی ہے
اُٹھا ہے عشق کا شعلہ درس دے دلربائی کے
دکھانا آگ مصحف کوں کہ یو مسئلہ کتابی ہے
وؔلی اس بے وفا کے قول پر کیا اعتبار آوے
کہ ظالم ہے دو رنگی ہے ستم گر ہے شرابی ہے

۴۸۶

مفلسی سب بہار کھوتی ہے　　مرد[۱] کا اعتبار کھوتی ہے
مجھ کوں جمعیت کیونکہ حاصل ہو　　زلف تیری قرار کھوتی ہے
ہر سحر شوخ کی نگہہ کی شراب　　مجھ انکھاں کا خمار کھوتی ہے
کیوں کہ ملنا صنم کا ترک کرو　　دلبری اختیار کھوتی ہے
اے وؔلی آب اُس پری رو کی
مجھ سنے کا غبار کھوتی ہے

۴۸۷

دل کوں مجھ باج بے قراری ہے　　چشم کا کام اشک باری ہے
شب فرقت میں مونس و ہمدم　　بے قراروں کوں آہ و زاری ہے
اے عزیزاں مجھے نہیں برداشت　　سنگ دل کا فراق بہاری ہے
فیض سوں تجھ فراق کے ساجن　　چشم گریاں کا کام جاری ہے
فوقیت لے گیا ہوں بلبل سوں　　گرچہ منصب میں دو ہزاری ہے
عشق بازوں کے حق میں قاتل کی　　ہر نگہہ خنجر و کٹاری ہے
آتشِ ہجر لالہ رو سوں وؔلی
داغ سینے میں یادگاری ہے

---

[۱] مختلف نسخوں میں حسن، عشق، عقل اور مرد ہیں۔ کلیات کے متن کو ترجیح دی گئی ہے۔

۴۸۸

تج[1] بناں مج کوں بے قراری ہے — میری انکھیاں سیں اشک جاری ہے
کیوں نہ ہو چاک چاک میرا دل — شوخ کے ہاتھ میں کٹاری ہے
یک نگہ سوں کیا ہے مست مجھے — تیری انکھیاں میں کیا خماری ہے
تیرے ابرو نے مج کوں قید کیا — کیا بلا اس میں آبداری ہے
اب ولی نے تیری یو گل بدنِ حسن — صفحۂ دل اُپر اتاری ہے

۴۸۹

عشق بے تاب جاں گدازی ہے — حسن مشتاق دل نوازی ہے
اشکِ خونیں سوں جو کیا ہو وضو — مذہب عشق میں نمازی ہے
جو ہے رازِ عشق سوں آگاہ — وہ زمانے کا فخرِ رازی ہے
پاک بازاں سوں یوں ہوا مفہوم — عشق مضمونِ پاک بازی ہے
جا کے پہنچی ہے حد ظلمت کوں — بس کہ تجھ زلف میں درازی ہے
تجربے سوں ہوا مجھے ظاہر — ناز مفہوم بے نیازی ہے

اے ولؔی عیش ظاہری کا سبب
جلوۂ شاہدِ مجازی ہے

۴۹۰

کوچۂ یار عین کاسی ہے — جوگی دل وہاں کا باسی ہے
پی کے بیراگ کی اداسی سوں — دل پہ میرے سدا اُداسی ہے
اے صنم تجھ جبیں اُپر یہ خال — ہندوے ہرد وار باسی ہے
زلف تیری ہے موج جمنا کی — تل نزک اس کے جیوں سناسی ہے
گھر ترا ہے یہ رشک دیول چیں — اس میں مدت سوں دل اپاسی ہے

---

[1] یہ غزل ذاتی مخطوطہ۲ میں ہے اور مخطوطہ کے آخری صفحے کے حاشیہ پر درج ہے۔

یہ سیہ زلف تجھ زنخداں پر ناگنی جیوں کنوے پہ پیاسی ہے
طاس خورشید غرق ہے جب سوں بر میں تیرے لباس طاسی ہے
جس کی گفتار میں نہیں ہے مزا سخن اس کا طعام باسی ہے
اے ولؔی جو لباس تن پہ رکھا
عاشقاں کے نزک لباسی ہے

۴۹۱

سجن تجھ کان میں بالی کہو یہ کب سوں ڈالی ہے
نہ کر بدنام پیروں کوں، نہ کہہ پیروں کی بالی ہے
کئی مقصود ہے دنیا، کئی مطلوب جنت ہے
مجھے مقصود دنیا میں مرے پتیم کی گالی ہے
ستارے بخت کے میرے عزیزاں آج روشن ہیں
کہ اس آغوش میں دن رات ابروے ہلالی ہے
میری جن تو نہ جا مکتب میں ڈرتا ہوں معلم سوں
کہ اس دن ہاتھ میں اپنے معلم لے دوا لی ہے
ولؔی حیران ہے یاراں عجب اپنے تماشے پر
ادھر پتیم کی گالی ہے ادھر لڑکوں کی تالی ہے

۴۹۲

ترا مکھ مشرقی حسن انوری، جلوہ جمالی ہے
نین جامی، جبیں فردوسی و ابرو ہلالی ہے
ریاضی فہم و گلشن طبع و دانا دل، علی فطرت
زباں تیری فصیحی و سخن تیرا زلالی ہے
نگہہ میں فیضی و قدسی سرشت طالب و شیدا
کمالی بدر دل اہلی و انکھیاں سوں غزالی ہے
تو ہی ہے خسرد روشن ضمیر و صائبِ و شوکت

ترے ابرو یہ مجھ بیدل کوں طغرائے وصالی ہے
ولی تجھ قدو ابرو کا ہوا ہے شوق و مائل
تو ہر اک بیت عالی ہور ہر اک مصرع خیالی ہے

۴۹۳

نہ پوچھو خود بخود اس شوخ میں صاحب کمالی ہے
نگاہِ پاک بازاں حسن کے گلشن کا مالی ہے
نہ جانوں وکیا بلا لاوے گی اُس کے کان سوں لگ کر
بلائے جانِ مشتاقاں کہ جس کانا نوں بالی ہے
سدا اس موکمر کا وصف آتا ہے زباں اوپر
عزیزاں طبع میں میری عجب نازک خیالی ہے
زباں پر قمریاں کی یہ سخن جاری ہے گلشن میں
کہ عشقِ سرو قد رکھتا ہے جس کی فکر عالی ہے
ہمیشہ جیوں صنوبر، راست بازاں دجد کرتے ہیں
مگر قد پری رو مصرعِ برجستہ حالی ہے
عیاں ہو شان بیت عبہری تجھ چشم جادو سوں
کرشمہ تجھ بھَواں میں معنی بیتِ ہلالی ہے
کہا اس شکّریں گفتار نے میرا سخن سن کر
کہ طوطی کی زباں اوپر عجب شیریں مقالی ہے
نہ جانوں کس پری روکا گزر ہو آج مجلس میں
کہ حیرت ہوں ہر اک گلرو مثالِ نقش قالی ہے
ولی وہ سر و قامت ہے بہارِ گلشنِ خوبی
نہ رہنا اُس کی صحبت میں نپٹ بے اعتدالی ہے

۴۹۴

باغِ ارم سوں بہتر موہن تری گلی ہے
ساکن تری گلی کا ہر آن میں ولی ہے

تجھ عشق کی سدا سوں لبریز ہوں سراپا
ہر استخواں میں میری آواز بانسلی ہے
بولے ہیں اہل دل نے یہ بات تہہ دل سوں
عارف کا دل بغل میں قرآنِ ہیکلی ہے
تجھ مکھ کے گرد یو خط باریک ہے و لیکن
انکھیاں کوں نور دینے جیوں قطعۂ جلی ہے
امید ہے کہ ہووے مجھ درد سر کا درماں
جامے کا رنگ تیرے اے شوخ صندلی ہے
یک بار دل جلے کوں تھنڈ کدھی نہ دیکھا
تیری نگاہ ظالم مانند بیجلی ہے
آتا نہیں ہے تجھ بن اک آن خواب راحت
تکیہ مرے سرہانے ہر چند مخملی ہے
ہرگز ترے دہن میں نئیں رنگ وبو سخن کا
گویا دہن یو تیرا تصویر کی کلی ہے
مجکوں کہا سجن نے لاؤں گا بندگی میں
زمرے میں شاعراں کے ہر چند تو ولؔی ہے

۴۹۵

قد میں تیرے وو خوش خرامی ہے
جس سوں تجھ ناز کی تمامی ہے
گرچہ سب خوب رو ہیں خوب ولے
سرو میرا سبھوں میں نامی ہے
ہر پلک تیری اے نگہہ بدمست
نشہ بخشی میں شعر جامؔی ہے
آتشِ شوق زلف سوں تیری
دلِ عاشق کباب شامی ہے
سرو کوں باوجود آزادی
تجھ ستی دعویٰ غلامی ہے
جو بندھا تجھ نگینِ لب سوں دل
اس کو عالم میں نیک نامی ہے

آتشِ عشق سوں نکل جانا | عشق بازاں کے حق میں خامی ہے
تب کا مشتاق جی ہے چھمن سوں | کشن سوں کب لب رام رامی ہے

اے ولؔی اس کی بیتِ ابرو میں
معنیٔ نسخۂ جامؔی ہے

۴۹۶

ناز[1] طناز[2] گرچہ آنی ہے | مایۂ عیش جاودانی ہے
یاد کرتی ہے خط کوں زلف صنم | کام ہندو کا بید خوانی ہے
تجھ سوں ہرگز جدا نہوں اے جاں | جب تلک مجھ میں زندگانی ہے
آشنا نو نہال سوں ہونا | ثمرۂ گلشنِ جوانی ہے
دل میں آیا ہے جب سوں سرو رواں | تب سوں مجھ شعر میں روانی ہے
اے سکندر نہ ڈھونڈ آبِ حیات | چشمۂ خضر خوش بیانی ہے
وقت مرنے کے بولتا ہے پتنگ | کہ محبت رفیق جانی ہے
گرچہ پابند لفظ ہوں لیکن | دل مرا عاشقِ معانی ہے

اے ولؔی فکر صاف صاحبِ دل
گوہرِ بحر نکتہ دانی ہے

۴۹۷

سدا ہم کوں خیالِ رنگ روے یار جانی ہے
ہمارے شیشۂ دل میں شرابِ ارغوانی ہے
زبانِ حال سوں کہتا ہے خضر سبزۂ نو خط
ثنا کرنا صنم کے لب کا آبِ زندگانی ہے
گیا ہے حُسن کی شادی میں ازبس بے تکلف ہے
سراپا عشق کے بر میں لباسِ زعفرانی ہے
تواضع کی توقع نو نہالاں سوں نہ رکھ اے دل

---

[1] ک۔ گرچہ طناز یار جانی ہے۔
[2] م۔۳ عیار

کہ بے باکی و شوخی لازمِ وقتِ جوانی ہے
ہوا ہے شوق زلف مو کمرسوں خوش سخن میرا
ولؔی دو شعر نازک موج دریاے معانی ہے

۴۹۸

مو بمو میں تجھ غم سوں ضعف و ناتوانی ہے
ٹک کرم کرو ساجن، وقتِ مہربانی ہے
دیکھنے سوں خوباں کے منع مت کر اے زاہد
موسم بزرگی نئیں، عالمِ جوانی ہے
جیو یاد کرتا ہے نو بہار کے خط کوں
رات دن برہمن کا کام بید خوانی ہے
کنج غم میں تنہا نئیں عاشق بلا انگیز
کہ شب جدائی میں آہِ یار جانی ہے
یک سخن ترے لب سوں اے مسیح روح افزا
حق میں جاں نثاروں کے آبِ زندگانی ہے
تجھ سوں ہم نشیں ہونا، اے گل بہارِ دل
وجہ شادمانی ہے، عیشِ جاودانی ہے
نام اُس دو رنگے کا، کیوں نہ ہو گل رعنا
چہرہ ار غوانی ہے، جامہ زعفرانی ہے
جب سوں نوخط گل رو، جلوہ گر ہو گلشن میں
سبزہ کہر بائی ہے، رنگ گل خزانی ہے
سادہ رو جہاں کے سب گوش رکھ کے سنتے ہیں
اے ولؔی سخن تیرا، گوہر معانی ہے

۴۹۹

تجھ کوں خوباں میں بادشاہی ہے ۔۔۔ سر اُپر سایۂ الٰہی ہے
باعثِ دل ربائی عاشق ۔۔۔ خوش نگاہوں میں خوش نگاہی ہے
کم نکلنے میں اُس پری رو کے ۔۔۔ عشق بازاں کی خیر خواہی ہے
جگ میں تیری بھواں کی شہرت سوں ۔۔۔ کشتیٔ عاشقاں تباہی ہے
قتلِ عشاق پر بندھیا ہے کمر ۔۔۔ غمزۂ تیغ زن سپاہی ہے
شاہِ خوباں کے رُخ پہ سبزۂ خط ۔۔۔ حُسن کی فوج کے سپاہی ہے
کیوں نہ ہو عشق باز خسروِ وقت ۔۔۔ عشق کا داغ چتر شاہی ہے
نو خطاں کی طرف نہ جا زاہد ۔۔۔ زہد و تقویٰ کی وہاں منا ہی ہے

عشق بازاں میں ہے ولیؔ ثابت
طالبِ گلرُخاں کماہی ہے

۵۰۰

دل[۱] ربائے عاشقاں وہ مہر سیم اندام ہے
جس کے تارِ زلف میں افسوں گری کا دام ہے
کیوں نہ ہوئے قمری و بلبل کا سینہ چاک چاک
جس چمن میں جلوہ گروہ سرِو سیم اندام ہے
تجکوں صہبائے تبسم ہم عناں ہے پر فسوں
مجکوں جام بے خودی ہمدست موسے نام ہے
نگہ کا ہے عشق ہے تجھ حسن عالمگیر سوں
تجکوں شیریں لعل کہنا نشۂ اسلام ہے
کیوں کرے نئیں بے قراری تجھ اوپر دائم ولیؔ
سُور سا جھلکار تیرا دشمنِ آرام ہے

۱؎ یہ غزل نسخۂ کراچی میں ہے۔

۵٠١

مت تصور کرو مجھ دل کوں کہ ہر جائی ہے
چمنِ حسن پری رو کا تماشائی ہے

گلرخاں کیوں نہ کہیں تجکوں سکندر طالع
جلوہ گر بر میں ترے جامۂ دارائی ہے

یاد کرتا ہے سدا مصرعِ زنجیرِ جنوں
دل بے تاب کہ تجھ زلف کا سودائی ہے

چشمِ خوں بار کوں رونے سوں نہیں ہرگز غم
خطِ شب رنگ ترا سرمۂ بینائی ہے

دیکھ کر اس کوں ہوے سرو و صنوبر پابند
اس قدر قد میں ترے جلوۂ رعنائی ہے

شیخ مت گھر سوں نکل آج توں خوباں کے حضور
گول دستار تری باعث رسوائی ہے

اے ولی رہنے کوں دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ یار[1] ہے یا گوشۂ تنہائی ہو

۵٠٢

شکر دو جان گئی، پھر آئی   عیش کی آن گئی پھر آئی
تیرے آنے ستی اے راحتِ جاں   شہر کی جان گئی پھر آئی
پھر کے آنا ترا ہے باعثِ شوق   جس طرح تان گئی پھر آئی
تیرے آنے ستی اے مایۂ حسن   عشق کی شان گئی پھر آئی

اے ولی قند مکرر ہے یہ بات
شکر، دو جان گئی پھر آئی

---

[1] م-٢-زلف

۵۰۳

ترا مکھ ہے چراغ دل ربائی　　عیاں ہے اس میں نور آشنائی
لکھا ہے تجھ قد اوپر کاتبِ صنع　　سراپا معنئ نازک ادائی
تو ہے سرپاؤں لگ ازبس کہ نازک　　نگہہ کرتی ہے تجھ پگ کوں حنائی
ہوا تیری نگہہ کی بس کہ ہو مجھ　　ہوا ہے دل مرا تیرِ ہوائی
ثنا تیری کیا ہوں ورد ازبس　　بجا ہے گر کہیں مجھ کوں ثنائی
محبت میں تری اے گوہرِ پاک　　ہوا ہے رنگ میرا کہربائی
تری انکھیاں کی مستی دیکھنے میں　　گئی ہے پارسا کی پارسائی
ولؔی ہنستی ہے ہر شب بزم میں شمع
پتنگ میں دیکھ کر عشقِ ریائی

۵۰۴

سجن میں ہے شعارِ آشنائی　　نہ ہو کیوں دل شکارِ آشنائی
صنم تیری مروت پہ نظر کر　　ہوا ہوں بے قرارِ آشنائی
نپٹ دشوار تھا مجھ دل میں اے جاں　　زمانِ انتظارِ آشنائی
ہوا معلوم تجھ ملنے سوں لالن　　کہ رنگین ہے بہارِ آشنائی
حیا کے آب سوں باغ وفا میں　　رواں ہے جوئبارِ آشنائی
وفا دشمن نہ ہو اے آشنا رو　　وفا پر ہے مدارِ آشنائی
مروت کے ہمیشہ ہاتھ میں ہے　　عنانِ اختیارِ آشنائی
مدارا ترک مت کر اے حیا دوست　　مدارا ہے حصارِ آشنائی
ولؔی اس واسطے گریاں ہوں ہر آن
کہ تر ہو سبزہ زارِ آشنائی

۵۰۵

تجھ مکھ کا رنگ دیکھ کنول جل میں جل گئے
تیری نگاہ گرم سوں گُل گل پگھل گئے

ہر اک کوں کاں ہے تاب جو دیکھے تری طرف
شیراں تری نگاہ کی دہشت سوں ٹل گئے

صافی ترے جمال[1] کی کاں لگ بیاں کروں
جس پر قدم نگاہ کے اکثر پھسل گئے

مرنے سے پہلے جو کہ مرے اس جگت منیں
تصویر کی نمط وہ خودی سوں نکل گئے

پائیں جو کوئی لذتِ دیں جگ میں اے ولؔی
دنیا میں ہاتھ اپنے وہ حسرت سوں مل گئے

۵۰۶

اندوہ و غم کی بات ترے باج بَن گئی
آواز میری آہ کی پھر تا گگن گئی

تا حشر اس کوں ہوش میں آنا محال ہے
جس کی طرف صنم کی نگاہِ نَیَن گئی

سرمے کا منھ سیاہ کیا اُن نے جگ منیں
جس کی نَیَن میں پیو کی خاک چرن گئی

تنہا سوادِ ہند میں شہرت نہیں صنم
تجھ زلف مشکبو کی خبر تا ختن گئی

اب لگ ولؔی پیا نے دکھایا نہیں درس
جیوں شمع انتظار میں ساری رَیَن گئی

---

[1] ک۔ بیاں

فردیات

مفلسی بے کسی کی فوجاں نے
شہروں کوں کیا ہوں ویراں آ

اُجالے کوں اس مکھ کے دیکھے ستی
خجالت سوں گئی رات چندر چھپا

اس صنم نے جب نکالا مکھ ستی اپنا نقاب
صبح صادق کا گریباں پھاڑ جیوں سورج دسا

تجھ گال پر نہ کا نشان دستا مجھے اس دھات کا
روشن شفق پر جگمگے جیوں چاند پچھلی رات کا

خجلت ستی ہر غنچہ گریباں میں رکھے سر
گر باغ میں مذکور ہو اس تنگ دہن کا

مجھے اچرج یہی آتا پیا کے پان کھانے کا
نجانوں کیا سبب یاقوت اصلی کے رنگانے کا

مذہبِ عشق میں تری صورت
دیکھنا ہم کوں فرضِ عین ہوا

باج حق کے نہیں کوئی واقف ہماری آہ کا
مد ہے یہ دیوان بیتابی کی بسم اللہ کا

مہ جبیں پر لگاے کیوں ٹیکا
ماہ میں کام کیا ہے دیو بیکا

دونوں بھواں کے میانی ٹیکا نہیں زری کا
ہے قوس کے بُرج میں جھلکار مشتری کا

انجھو کی فوج کا اے شاہ خوباں
دیا ہوں تجھ محلّے میں محلّا

تیری انکھیاں کے سامنے سرمہ ہوا ہوں میں
اے سنگ دل ہنسی کوں توں ذرّہ نظر میں لا

غرور حسن سٹ اے چار ابرداب کرم کرنا
پڑا ہے مُوترے یاقوت پر قیمت کوں کم کرنا

ہجر کے کیف میں گزک مجکوں
اِس جگر کے بنا کباب نہ تھا

تری انکھیاں نے مجھ اے شوخ بدِ مست
چھکایا ہے، چھکایا ہے چھکایا

نقاش جیوں ادا مجھ یاد کی نا لکھ سکا
میں اس کی صورت اور ادا اول کے صفحے پر سب لکھا

دیکھا نہیں کسی نے دن رات میں اجھوں لگ
مہتاب کے اُجالے میں آفتاب دیکھا

صبا جوتوں ہو مہرباں تو بول دلبر سوں
کہ تجھ اُدھر کے طلب میں یوجیو ادھر آرہا

آج دلبر نے مجھ پیام کیا
شکر اللہ فلک نے کام کیا

گھنالے بال بالے کے بلا کی بیل ہیں گویا
جنم عاشق کشی کرنا سکھی کے کھیل ہیں گویا

جن نے تیرے حسن کے دریا کوں دیکھا آنکھ بھر
وہ ہوا خالی اپس سوں جگ میں مانندِ حباب

دیکھ تجھ ابرو کوں شکلِ کژ دمِ جادو نگاہ
مار کے مانند کھایا تجھ زُلف نے پیچ و تاب

اے کعبہ رو کھڑا تو ہوا جیوں ادا کے ساتھ
بولے اکابراں نے کہ ''قد قامت الصلاۃ''

خواب خوش آتی نہیں ہے شب کوں تجھ بن اے صنم
جب سوں دیکھے ہیں تری تصویر یاراں الغیاث؟

حسن اس کا ہوا ہے خوش خط آج
ہے سزا دار گر دیوے اصلاح

سجن کے غم میں نکلتا ہے نالۂ بیتاب
ہر یک رگ ستی تار رباب کے مانند

خال بھی مکھ پر ترے یوں جو دے
جوں کہ بیٹھا زاغ آ گلشن بھتر

تجھ جام لب سوں بوند پڑے خاک جم میں گر
لے جام مثل لالہ نکالے وہ بھوئیں سوں سر

کرتا ہوں جاں سپاری، کتھئی ہیں ہاتھ جس کے
کرنے کوں دل کا چونا آتا ہے پان کھا کر

میں نہ جانا تھا کہ تو نادان ہے
دل دیا تھا تجکوں دانا بوجھ کر

گرتو چہتا ہے کہ دیکھوں رنگ وسعت مشربی
صدق نیّت سوں شتابی دامنِ صحرا پکڑ

نکو کر آشائی غیر سوں اے سیم تن ہرگز
نہ ہوا ے شمع رو ہر انجمن میں شعلہ زن ہرگز

مارے پلک کے تیراں محبوب آپ دھس دھس
روزن ہوا ہے سب تن جیتا اتال بس بس

تجھ برہ کے غم نے گھیرا ہے ملکِ دل
ہمنا کے دل شتابی کوں سہنا ہوے اتال

پُچھا چنچل سے مستی میں تری کاہے کی انگیا ہے
چھپا چھاتی چھبیلی بات سوں ہنس کر کہی ململ

اس کے نہانے کی سن خبر آیا
چشمۂ آفتاب گرم نکل

کیا غم ہے اس کوں گرمی خورشیدِ حشر سوں
بختِ سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائباں

قسم تیرے تغافل کی کہ نرگس کی قلم لے کر
تری انکھیاں کے آہو کوں لیا ہوں خون جادو سوں

نہ جانوں وہ ہلال ابرو کدھر کوں
چلا ہے باندھ تیغ مغربی کوں

ہر نقش پاسوں دیدۂ قمری دے اگر
وہ سرد خوش خرام چلے سیر باغ کوں

اور مجھ پاس کیا ہے دینے کوں
دیکھ کر تجکوں روئے دیتا ہوں

اس سرو قد کے غم سوں گردن میں طوق بھا کر
قمری نمن الم سوں کو کر پکارتا ہوں

نبض عاشق میں تان کا ہے جیو
تانت بجنے میں راگ بوجھا ہوں

نکر بات اے جان ہر ایک سوں
مگر بول میرے سبق نیک توں

ترشئ چین و شکّر لب یار
حق میں میرے ہے شربتِ لیموں

تجھ زلف سوں اے غیرتِ لیلیٰ
بید خواناں ہوئے ہیں سب مجنوں

دستا ہو تو نچھ مجھ کوں جدھر دیکھتا ہوں میں
تیرے خیال پیچ ہوا دل ہزار بیں

دور ہے لیکن نزک دستا ہے مجھ
دل ہوا تجھ دیکھنے کوں دور

گناہاں کے سیہ نامے سوں کیا غم اس پریشاں کوں
جسے یہ زلف دست آویز ہو روز قیامت میں

کشتی پہ مجھ نَین کی انجھواں کے قافلے چڑھ
مقصود کے حرم کوں احرام بندھ چلے ہیں

کیوں مارتے ہو تیغ سجن! ہم میں دم نہیں
پنہاں نگہ تمہاری یہ گپتی سوں کم نہیں

اے پتنگ جل کے تجھ موے پیچھے
شمع ثابت قدم ہے جلنے میں

موہن ادھر رنگیں بدل کھا پان مسی لائے ہیں
لب پر شفق اور شام کوں ایک ٹھار کر دکھلائے ہیں

گر تمنا ہو کہ ہوں روشن دلاں میں سر بلند
مجھ سوں پروانے اُپر ہو موم دل اے شمع رو!

یاد میں تجھ قد کی اے گلزار حُسن
آہ میری تیر ہے مانندِ سرو

کیا کام اُس کوں پھر کے شراباً طہور سوں
پی جس نے تجھ لباں سوں شراب دو آتشہ

ازبس کہ شکستہ دل ہوں غم سوں
لکھتا ہوں شکستہ خط سوں نامہ

قمر نے لاف جب مارا مرے معشوق کے مکھ سیں
ہوا حیران و سرگرداں خجالت سوں حشر لگ دو

نا جوت ہے الماس کو ظالم ترے دندان کی
نارنگ دستا لعل میں تیرے لبِ خندان کی

اسی کے نین میں مورت پیا کی نت بھری ہوگی
جگر کے کاٹ عینک کوں چنی جگ پر دھری ہوگی

گردش چشم دکھا مجکوں دیے ہیں بالے
گوشۂ چشم ستی دیکھ بہت گھر گھالے

میں کہا تیرے بدن پر کیا بھلی لگتی ہے راکھ
ہنس کہا جوگی بسر لے خاک لگتی ہے بھلی

تا چند کہوں بات تری خوش شکلی کی
اے شوخ ترے غمزے نے جو کی سو بھلی کی

رخسارۂ معشوق نہاں شد بہ تہۂ زلف
سورج نہیں دستا جو ہوا ہو بدلی کی

شعلہ خُو جب سوں نظر آتا نہیں
تب سوں انگاروں پہ لوٹے ہے وؔلی

اُس ملاحت کے لون کی لذّت
جس کا دل ہے کباب، وہ جانے

اپنی انکھیاں کوں ٹک نگاہ کرو
آج مخمور ہیں پیا کیا ہے

جب کہ تو نین میں سماتا ہے
جیو میرا انکھاں میں آتا ہے

جب نقش اس صنم کا نقاش کھینچتا ہے
بازو کے کھینچنے میں وہ بات کھینچتا ہے

روزن کوں کہا، کیا ہے ترے بر میں دکھا ٹک
بولی کہ نہ کچھ چھیڑ سُنا ہے سِنا ہے

ترے مویے میاں آنگے چیونٹا کیا بچارا ہے
تری انکھیاں انگے جاناں چکارا کیا چکارا ہے

مکھ ترا جیوں روز روشن زلف تیری رات ہے
کیا عجب یہ بات ہے یک ٹھار دن ہور رات ہے

پیو کی انکھیاں میں نشۂ معجوں
گویا نرگس کے لالہ در بر ہے

دود آہِ شوق مشتاقاں نہیں
خط نہیں یہ حُسن کا آغاز ہے

شاخِ گل ہے یا نہالِ راز ہے
سر و قد ہے یا سراپا ناز ہے

تجھ طرف اکثر ہیں آہن دل رجوع
دل ترا کیا سنگِ مقناطیس ہے

خوباں کی مجلس منیں پر تو اسی کا شمع ہے
بوجھے وہی اس بات کوں خاطر کہ جس کی جمع ہے

یک شمع گر در پیش دپس راکھے ہزاراں آرسی
دستا ہو نور ہر یک منیں لیکن وہی یک شمع ہے

تحصیل حاصل نئیں اُسے جس میں جو قیل وقال ہے
اُس کوں ندھاں فاضل کہو جو فارغ التحصیل ہے

مکھ ترا بحرِ حسن و زلفاں موج
گردشِ چشم عین طوفاں ہے

کوں دیکھا نہیں ہوں اس نوبت
دل مرا اس سبب سوں جھانجھ میں ہے

نین کشتی تری دو پتلی نوح
تس میں گردش سو عین طوفاں ہے

پوچھا مالن کوں دو گینداں سو کیا مخفی کیے بر میں
کہا تجھ کیا غرض اس سوں چلا جا تو ہر ایک کچھ ہے

بہارِ عاشق کوں تازہ کرنا اے گل رعنا
تلطف ہے مدارا ہے کرم ہے بے حجابی ہے

آپ سیں وہ ہو وے بیگانہ
عشق میں جس کوں اوس سیں یاری ہے

اوس بنا نہیں ولی کتیں کچھ کام
رات دن اوس کوں آہ و زاری ہے

کچھ بھلا نئیں رقیب کوں لگتا
ایک پاپوش خوب لگتی ہے

دیکھ کر پاؤں کی تری مہندی
مجکوں تلوؤں سوں آگ لاگی ہے

عشق کرناں تو ایک سیں کرنا
عشق دو ٹھور بے حیائی ہے

یار کوں دیکھ میں ہوا قرباں
اس تجارت میں مجکوں وارا ہے

تجھ شمع رو سے روشن ہوتی ہے شب کی مجلس
معشوق چاہتے ہیں پروانگی وہاں کی

یو نین[١] تری مج کوں دینے خوش حالی
اور کان میں بالاں کے نزدیک لوہا لی

ہر نقشِ پا سوں دیدۂ قمری دِسے اِسے
وہ سرو خوش خرام چلے میر باغ کے

کیوں نہ صافی اوس کوں حاصل ہو خیال آرسی
آئینہ جوہر کی حیا سوں سر بسر پانی ہوا

اوراں کوں کیا کہا ہے ترے بر میں دیکھا ٹک
بولے کہ نہ کچھ چھیڑ میرا سینا ہے

خمار حشر سوں کیا غم ہے مے پرستوں کوں
لکھی جو قبر کی تعویز پر دعائے قدح

---

١ ذاتی مخطوطہ٢ میں یہ پانچ اشعار زائد ہیں۔

ثلاثی

دیکھ غمزے ترے کا جور و جفا ہوش عاشق کا اُڑ چلے بہ ہوا
قہر ہے قہر تیرے ناز و ادا

نت کیا مجھ پہ تو ستم دلبر پھر توں ایسا نہ کر مرے جیو پر
رحم کر رحم توں برائے خدا

تیرے مکھ بن سرے پہ ہوتا دُکھ مت چھپا مجھ ستی اپس کا مکھ
ڈال دے مکھ ستی نقاب حیا

کہتا نئیں کوئی تجھ سوں میرا درد گل کے اس دکھ میں دل ہوا سب زرد
مہر کر کر کہ توں ہے باد صبا

پیو! رقیباں پہ نت کرم مت کر رات دن مجھ اُپر ستم مت کر
بات ہے دور یہ زراہِ وفا

صادق عاشق ہوں میں ترا دلدار! مت کرے میرے تئیں (توں) گھر گھر خوار
جگ کرے گا ترے پہ اس سوں ہنسا

دیکھ کر مکھ ترا دسے یہ چھب کہ ترا فتنہ پھر آتا ہو سب
بے کے بد میں وہ تیرے قد کا عصا

تیرے مکھ کی بنا اے نور نَین بلبلاں کے نظر منیں گلشن
دشت کربل کا جیوں ہوا ہو نما

دیکھ کر مکھ ترے کا سور جھلک بولتا ہے وہ روز حشر تلک
منبر آسماں پہ اس کی ثنا

زخمِ عشق مجھ لگے کاری اب سجن زود تر بدلداری
جا کے کر توں ولؔی کے دکھ کی دوا

رُباعیات

یک بار گی تجھ دیکھنے مجھ دل، مل جا | گُل تل ہو رہا گال منیں تل مل جا
سنسار کی انکھیاں جلے، سب جیو جلے | جینے کا بھروسا کسے، یک تل مل جا

تجھ عشق سوں عشاق کا من آگ ہوا | خورشید نمن، تمام تن آگ ہوا
ہر تختۂ لالۂ پہ لکھے لالی سوں | تجھ رنگ کی غیرت سوں چمن آگ ہوا

دل جام حقیقت ستی جو مست ہوا | ہر مست مجازی سوں زبردست ہوا
یہ باغ دسا نظر میں تنکے سوں کم | اور عرش عظیم پگ تلے پست ہوا

تجھ نین[۱] میں جی دامِ محبت دیکھا | تجھ لب منیں، دل جام مروت دیکھا
تجھ مکھ کے بھتر روز دسا روشن مجھ | تجھ زلف میں دل شامِ مشقت دیکھا

جیو دو عالم کا ترے مکھ پہ فدا | محتاج تری ذات سوں سب شاہ و گدا
عاجز بے کس پہ نظر رحم سوں کر | اے منظر ہر ناظر و منظور خدا

خانۂ جگ کا جسے سر جوش کیا | اس ہاتھ سوں عالم نے قدح نوش کیا
اس سیّدِ عالم کوں جو دیکھا یک بار | یک بارگی عالم کوں فراموش کیا

سوت کون اپس رنگ سوں گل فام کیا | جب بر میں دو دامی کوں گل اندام کیا
دو دام یا بادام نَین، دوجے زلف | شش دام نے مجھ ششدر و نا کام کیا

یہ ہستی موہوم دے مجکوں سراب | پانی کے اُپر نقش ہے یہ مثلِ حباب
ایسے کے اُپر دل کوں نہ کر ہرگز بند | آپس کوں نہ کر خراب اے خانہ خراب

۱؎ م-۱-۲ آنکھ

سورج کے اُپر جوش کرے شرم و حجاب — کر دور کرم اپنے سوں اِس مکھ سوں نقاب
تجھ مکھ کی تجلی سوں پڑیں جو نک تمام — بولیں کہ ''ہوا ہے آج یہ یوم حساب''

تجھ لب منیں دستا ہو مجھے آبِ حیات — تجھ زلف کی ظلمات میں ہے لیل برات
اے سبزۂ خضر! تجھ قدم سوں شاید — اس آب حیات کوں ملے رات برات

منگتا ہے مرا دل کہ اپس کے لیے بات — اس حسن کی دولت سوں دے یک بوسہ زکات
تج حکم پہ یہ داد و دہش ہے موقوف — تاخیر نہ کر اس منیں، ہے بات کی بات

تجھ مکھ کا ہے یہ پھول چمن کی زینت — تجھ شمع کا شعلہ ہے اگن کی زینت
فردوس میں نرگس نے اشارے سوں کہا — یہ نور ہے عالم[1] کے عَین کی زینت

ہے حسن کی اقلیم میں تو شاہ ہنوز — خوبی کا تری مشتری ہے ماہ ہنوز
اس وقت میں تو ہے مالکِ مصر بہار — یوسف کوں ہے تجھ عزیز کی چاہ ہنوز

رکھتا ہوں میں دل میں درد جاں کاہ ہنوز — اے شوخ نہیں ہوا تو آگاہ ہنوز
تجھ غم سوں ہیں گرچہ چشمِ پُر آب ولے — سینے میں بجا ہے آتشِ آہ ہنوز

نہیں نقد خزینے میں مرے غیر از داغ — جس داغ کی حسرت سوں ہوا لالہ داغ
سینے منیں اک غم کا محل باندھا ہوں — ہیں آہ کے جس بیچ کئی لاکھ چراغ

رکھ دھیان کوں ہر آن توں معبود طرف — رکھ سیس کوں ہر حال میں مسجود طرف
معدوم کوں موجود سوں کیا نسبت ہو — اولیٰ ہے کہ مائل ہو تو موجود طرف

دیوان ازل بیچ خدائے بے چوں — یہ حکم کیا عام کہ ہاں کن فیکوں
افراد دو عالم کا بندھا شیرازہ — اس دفتر کونین پہ فہرست ہے توں

---

[1] م-ا-۲ جہان

عشق سوں نت بے سروساماں ہوں میں
تجھ زلف سوں بےتاب و پریشاں ہوں میں
تجھ مکھ کی صفائی کوں نظر میں رکھ کر
مدت ستی جیوں آئینہ حیراں ہوں میں

یو مکھ کوں ترے دیکھ گلا شرم سوں ماہ
یہ چاہِ زنخ کی لے گیا یوسف چاہ
تجھ نین کے جلوے کوں جو نرگس دیکھی
اس کثرتِ جلوہ سوں ہوئی خیرہ نگاہ

اے خلق کے زیب وزین! مجھ حال کوں دیکھ!
اے جدِّ حسن حسین! مجھ حال کوں دیکھ
تجھ باج مجھے نہیں ہے دوجا جگ میں
شاہنشۂ مشرقین! مجھ حال کوں دیکھ

تجھ یاد کے تئیں روح سوں ہمدم کہتے
تجھ نام کے تئیں دافع ہر غم کہتے
تجھ باج دُجے کوں جو نہ دیکھی بہتر
تو خلق تجھے ''سیدِ عالم'' کہتے

تجھ فیض سوں انکھیاں کوں مری نت ہے تری
تجھ یاد سوں ہر اشک مرا رشک پری
ازبس کہ ترا جمال سینے میں رکھنا
پایا ہے مرے خیال نے دیدہ وری

یہ نین ترے مجکوں وسیں جنجالی
ہور کان میں بالاں کے نزک یہ بالی
کیو زلف کوں سمجھا کہ نکو مار کسی
مشہور مثل ''سانپ لڑا منھ خالی''

منصور تری دار اُپر حیراں ہے
قصّات تری راہ میں سرگرداں ہے
دربار میں تیرے نہیں موسیٰ کوں بار
یہ نور ترا بوجھ، ترا درباں ہے

کونین حسن حسین کا ممنوں ہے
اس یاد سوں عشرت کا سِنہ محزوں ہے
ایسوں کے اُپر روا رکھا داغ، فلک
جس داغ سوں لالے کا جگر پُرخوں ہے

وو زلفِ سیہ دل، کمند انداز ہوئی
اُس مُرغ اُپر دل کے سوجیوں باز ہوئی
بیکس کوں اُپس کس سوں بندھے کس سوں رکھو
ناکس کے عمل کرے سر افراز ہوئی

چاردرچار

صنم سات جب آ کے یاری لگے
جسے عشق کا تیر کاری لگے
یو دکھ درد آ عمر ساری لگے
اُسے جیونا پھر کے بھاری لگے

ہوا یار کوں دیکھ اول جو دھک
نچھوڑے محبت کوں دم مرگ لگ
رہے نیر جاری سدا اُس کے چک
جسے یار جانی سوں یاری لگے

سدا جس کے دل میں رہے یاد یار
نہ ہووے اُسے جگ میں ہرگز قرار
وہ رو رو پھرے ہجر سوں زار زار
جسے عشق کی بے قراری لگے

نہ کر بات اے جان ہر ایک سوں
کہ ہر وقت مجھ عاشقِ پاک کوں
مگر بولنا مجھ سوں اب نیک توں
پیارے! تری بات پیاری لگے

یو سن بات کوں دل ستیں گل بدن
کرے توں وؔلی سوں اگر یک بچن
خوشی سوں سنو کھول اپنا دہن
رقیباں کے دل میں کٹاری لگے

مخمّسات

(۱)

مطلب نہیں ہے ہم کوں حسیناں نعیم کا
کچھ خوف نئیں ہے ہم کوں عزیزاں جحیم کا
بندہ ہوں صدق دل سوں نبی الکریم کا
مجھ درد پر دوا نہ کرو کچھ حکیم کا
بن وصل نئیں علاج برہ کے مقیم کا
ہر یک حرَف نہ پاوے بنا لب بہ لب ستی
پایا ہوں علمِ عشق معانی قطب ستی

پیدا ہوا ہے عشق کہو کس سبب ستی
دیکھا ہوں قد و زلف د دہن پی کا جب ستی
کیتا ہوں جب سوں ورد الف لام میم کا
کاں ہے عزیز خسروِ کیواں کوں مرتبا
فغفور چین وکشور سلطاں کوں مرتبا
جو حق دیا ہے عاشقِ بے جاں کوں مرتبا
جنت میں کب دیا ہے وو رضواں کوں مرتبا
جو مرتبہ ہے تیری گلی کے مقیم کا
رونے سوں میرے فکر تجھے ذرہ دار نئیں
مجھ دل میں بن فراق ترے اور خار نئیں
یک پل ترے فراق کی مجکوں بِسار نئیں
پی کے نزک انجھو کوں مرے کچھ وقار نئیں
عالم میں گرچہ قدر ہے دُرِّ یتیم کا
ہادی یو عشق پاک[۱] کے ہیں مرتضیٰ علیؑ
ان کوں محبّ[۲] حق نے کہا ہے سینجلی
اُن کے عد و کے دل منیں ہے سخت کھلبلی
کرتا ہے اس کی زلف کی تعریف اے ولؔی
جو ہے مرید سلسلۂ مستقیم کا

(۲)

ہوس دل میں سدا تیرے ہے سونے ہور کھانے کا
پھرے اس فکر میں نس دن ہو اندھا بیل گھانے کا
ارے بے ہوش اگر کچھ اندیشہ ہے واں کے جانے کا
عبث غافل ہوا ہے فکر کر کچھ پیو کے پانے کا
صفا کر آرسی دل کی سکندر ہو زمانے کا
ترے دل کوں سمجھ یو ہے خدا کے راز کا گلبُن

---

۱ ک۔ کے عالم میں ہیں
۲ ک۔ ان کے محبّ کوں حق نے ہے دی طبع منجلی

نکو کر خار و خس سیتی یو اُس گلبن کے نئیں گلخن
بہار رنگ و بو منگتا ہے کر سیر آن یو گلشن
چراغ دل اگر گل ہے تو جیو گل کر اُسے روشن
کہ یہ تحفہ ہے سالک کوں نزک حق کے لجانے کا
نہ کر توں دوستی دنیا سوں جو مکّار فاحش ہے
جو اس کے مکر میں مارا گیا نت اس کوں کاہش ہے
کہ دنیا دہل در گنبد ہو ہور آواز درفش ہے
نہ پاوے دین کی لذت جسے دنیا کی خواہش ہے
قفل ہے لذت دنیا حقیقت کے خزانے کا
نہیں مہر و وفا کین و مکر یو گلرخاں میں ہے
ہمارا دل رکھے وو جو ہمارے دل رکھاں میں ہے
ہماری بات کی لذت جو چاکھے سو چکھاں میں ہے
نہیں یو آہ ہور زاری جو سینے ہور انکھاں میں ہے
سمجھ بے شک یو افسوں ہے اپس پیو کے لُبھانے کا
ولایت صادقی پاوے، وہی ہے شیر دل جس میں
دیا آجذبۂ کامل دکھائی اس کے تئیں اس میں
وگرنہ شیر مردی ولایت کہاں ہے جس تس میں
ولؔی تجھ کوں رکھیں گے شیر مرداں اپنی مجلس میں
رہے گر سگ ہو دایم تو نبیؐ کے آستانے کا

(۳)

ہمسر ہو ترے دعوے میں اڑ کون سکے گا
غواص ہو تجھ بحر میں پڑ کون سکے گا
ہم وصل ہو تجھ ساتھ بچھڑ کون سکے گا
تجھ غمزۂ خوں ریز سوں لڑ کون سکے گا
تجھ ناز ستم گر سوں جھگڑ کون سکے گا

ہے رات سی رنگ کہاں تیرے سوں دل کوں
تجھ حسن کے بازار میں دیوانہ دل کوں
بن زلف کی زنجیر جکڑ کون سکے گا
اے دل ربا عیار مرے دل کی خبر لے
پھرتا ہوں سدا سور سوں تجھ زلف کی جھرلے
یو مردمک چشم نے سرمے کا خنجر سے
پھرتے ہیں سیہ مست ہو شمشیر نظر سے
بن نیند اُن انکھیاں کوں پکڑ کون سکے گا
ہے گلبن پُر بار ترے حسن کا خوش چھب
الواح دسیں بحر ترے آنگ کے کھب کھب
کیتا ہوں تپاں دیکھ میں سیماب کوں جب تب
ہیں خضر کے چشمے سوں ترے لب یو لبا لب
بن سبزۂ خط اِن کوں انپڑ کون سکے گا
محصور کیا جگ کوں سجن تیری گلی نے
دیکھ نا سکے تجھ چشم سوں چنپے کی کلی نے
سانپاں کوں کرے دنگ تری لَٹ کی جھلی نے
تجھ زلف کا بستار لکھا آج ولؔی نے
اس سحر کے طو مار کوں پڑ کون سکے گا

(۴)

اے یار سن بھلا ہے گا پیچ اس کے بہت جفا ہے گا
جانِ من اس اُپر فدا ہے گا ....بہت مز مبتلا ہے گا
عشق بازوں کے پیچ شکا ہے گا
جانِ من اس طرف توں آیا کر ایک دو بات خوش سنایا کر
ہر کسی کوں گلے نہ لایا کر بات کہہ کر سبھی بھلایا کر
اس موں تیرا بہت بھلا ہے گا

جان من ہر کہوں پھر امت کر سخن بد کہوں سنا مت کر
بانکہ و غندہ سوں ملامت کر ان دخل باز کوں لیا مت کر
زاں کہ بسیار بے ہودہ ہے گا

تہمتاں لوگ کرتے ہیں مجھ پر سب ترے واسطے سُنے دلبر
توں مرا یار کسی سوں نہ ڈر لاک تلوار گر پڑے سر پر
سر تری راہ پر فدا ہے گا

ورنہ کھینچوں کہیں جو میں تلوار ملکِ ہندوستاں کروں گلزار
جس کے سر پر لگا کے ماروں وار یک سوں دو کردوں اور دو سوں چار
تیغ میری سوں لافتا ہے گا

در کف یار کافۂ تنگ است یار من دیدنش بسے رنگ است
شکر للہ کہ یار ہمرنگ است یار من در جہاں عجب رنگ است
رنگ با رنگ آشنا ہے گا

یار میرا ہے ہچو شیریں بر سارے خوب صورتوں میں ہے گا نر
نام رکھا ہوں میں جس کا اثر کر مدد اوست مرتضےٰ حیدر
دل رُبا بوے دل رُبا ہے گا

اے ولؔی توں مثال سیمیں بر ہچو جوگی ہے گشتہ ام در در
یار میرا جو ہے گا جادو گر سحر آنکھوں ستی کیا مجھ پر
نگہ اس کی میں کیا بلا ہے گا

(۵)

حضرت نبیﷺ کے نور سیں سب جہاں نورانی ہوا
روشنِ علیؔ کی آل پر جیو جان قربانی ہوا
جامؔی نظامؔی مت کہو اب شعر خاقانی ہوا
حبّ الوطن کی مصر سوں اب یوسفِ ثانی ہوا
تیرا غم مجھ دل منے اب ہمدمِ جانی ہوا
معشوق کی منزل منیں آواز آیا جرس کا

کرتا جفا جو رو ستم دیکھو حیا بے ترس کا
دنیا منیں ثابت ہوا کچھ خوف نا ہیں عرش کا
در در پکاری ہے پھروں مشتاق تیرے درس کا
جل بل برہ کی آگ میں لعلِ بدخشانی ہوا
اس ملک ہندوستان میں مشہور کامل کا شرف
صابن لگا دھویا کرو منھ تا نہیں غم کا حرف
ہر یک سوں جا روتا پھرے کم ذات جو ہے ظرف
راکھے فقیروں کا کمل شاہاں کے مسند پر شرف
ہمنا کوں جس کا بوریا تختِ سلیمانی ہوا
ناصح منع کرتا مجھے میں مست اپنے حال سوں
دیکھی عجب ہم نے صفت معشوق کے خط خال سوں
اب چھوٹنا مشکل ہوا اس بند کے جنجال سوں
سن یہ غزل کلمہ پڑھا آکاس اور پاتال سوں
دنیا کے چاروں رکن میں دورِ مسلمانی ہوا
یہ دلِ کبوتر ہو مرا گیرار پرا شاہین کا
جل بل انگّارا ہو رہا یہ کام ہے نئیں دین کا
پوچھو اگر بہر خدا ٹک دُکھ وفا مسکین کا
اس سیں پر قائم اچھو دُکھ سایہ محی الدین کا
معشوق میرے کوں مدد محبوب سبحانی ہوا

(۶)

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں سفالی نظر کیا
تجھ مکھ نے شوق بدر کوں دل سوں بدر کیا
لب نے ترے عقیق کوں خونیں جگر کیا
مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے بھواں نے تری جیوں بھنوّر کیا

تجھ چشم نیزہ باز کی جرأت کوں دل میں رکھ
تیری بھواں کی تیغ کی دہشت کوں دل میں رکھ
پلکاں کی خنجراں کی صلابت کوں دل میں رکھ
تیری نگہ کے تیر کی ہیبت کوں دل میں رکھ
سورج نے تن اپس کا سراسر سپر کیا
ہے تجھ کوں مرتبے منیں کیواں سوں برتری
تجھ مکھ کوں دیکھ دنگ ہیں کیا حور کیا پری
ناہید میں کسی نے نہ دیکھی یہ دلبری
تجھ مہر کا ہوا ہے دل و جاں سوں مشتری
جب سوں ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا
تیرا فراق تھا دل و سینہ پہ مشکلِ سِل
مدت سوں دل رہا تھا ترے غم میں پا بگل
دیکھا نہ تھا میں خواب میں آرام ایک تل
تب سوں ہوا ہے محمل لیلےٰ کی شکل دل
جب سوں ترے خیال نے دل میں گزر کیا
تیرے درس میں علم معانی پڑھا ہے جی
تجھ مکھ کوں دیکھ شرح کبھی شمشیہ کی لکھی
لیلا وتی تو خیال میں پائے ہے مُنتہی
ہر شب تری زلف سوں مطول کی بحث تھی
تیرے دہن کوں دیکھ سخن مختصر کیا
شہرت کا تیری جگ میں بجا ہر طرف دہل
تجھ سر و قد کوں دیکھ ہوے بند جزو وکُل
سر شار تجھ نین کے نشے سوں ہے جام مُل
حق تجھ عذار دیکھے سوں سُرجا رنگِ گل
پیدا ترے لباس ستی شہد و شکر کیا

تیری معاونت میں ہیں نت مرتضیٰ علیؑ
تو اس سبب سوں ملک سخن میں ہوا بلی
خورشید کی نمن ہے تری طبع منجلی
تیرا یہ شعر جگ میں موثر ہے اے ولؔی
تو دل منیں ہر ایک کے جاکر اثر کیا

(۷)

نکو کر آشنائی غیر سوں اے سیم تن ہرگز
نہ ہو اے شمع رو ہر انجمن میں شعلہ زن ہرگز
نہ مل مائل ہو ہر طوطی سوں اے شکر شکن ہرگز
نہ مل ہر بلبل مشتاق سوں اے گل بدن ہرگز
ہر اک گلشن[۱] میں جیوں نرگس نہ کھول اپنے نین ہرگز
جگت[۲] کے شاعراں سارے تجھے شیریں بچن کہتے
پشانی روز روشن ہور زلف کالی رین کہتے
مبصر ہر جواہر کے تجھے درِّ عدن کہتے
جہاں کے گلرخاں سارے تجھے نازک بدن کہتے
تو ہر پلکاں کے کانٹاں پر نہ رکھ اپنے چرن ہرگز
سدا مشتاق ہے طوبیٰ ترے قد جیوں صنوبر کا
تجلی میں ترا یہ مکھ اہے خورشید محشر کا
دہن تیرا سو خیر انجام ہے یہ جام کوثر کا
تو بے شک روح ہے جگ میں خلاصہ چار عنصر کا
بجز تجھ روح کے قائم نہ ہو جگ کا بدن ہرگز
دو رخسارے ترے روشن یہ دو انور ستارے ہیں
ترے چنچل نین آگے چکارے کیا چکارے ہیں
عزیزاں مصر کے سارے تری خاطر سنوارے ہیں
زلیخا سے کِتے عاشق ترے پر جیو دارے ہیں

۱؎ م۔۲ مجلس
۲؎ ک کو فصیحاں خلق

نہ کر مسکن ہر اک یوسف کا یہ چاہ ذقن ہرگز
نو ہے محبوب عالم کا ولے عالم سوں ہو یک سو
تو محبوباں میں عنقا ہے نکو دکھلا کسی کوں رو
جو آتش داں کیا دل کوں، لجا وہاں زلف عنبر بو
بغیر از عید مت دکھلا کسی کوں یہ ہلال ابرو
نہ مل مہتاب میں بھی کسی سوں اے چندر بدن ہرگز
جو تیرے عاشق صادق ہیں ان کو ایں و آں سوں کیا
جو تجھ برہا کے آوارہ ہیں ان کوں خانماں سوں کیا
جو دھویا ہاتھ اپس جی سوں اسے مطلب جہاں سوں کیا
جو عاشق شمع رو کا ہے اسے وسواس جاں سوں کیا
نہ دھرنا مثل پروانے کے پروائے کفن ہرگز
نشانی حق کے پانے کی جہاں کی بے نیازی ہے
کشائش کام اپنے کی جگت کی کارسازی ہے
تواضع خاکساری ہو ہماری سرفرازی ہے
حقیقت کے لغت کا ترجمہ عشق مجازی ہے
وہ پاے شرح میں مطلب نہ بوجھے جو متن ہرگز
سمجھ اے عاشقِ صادق تجھے غم عین راحت ہے
رقیب نا ملائم کی ملامت پُر ملاحت ہے
خَلَق کی سخت گوئی یہ کلام پُر فصاحت ہے
دم تسلیم سوں باہر نکلنا سو قباحت ہے
نہ دھر اس دائرے سوں ایک دم باہر چرن ہرگز
ولؔی اس منزل مشکل میں ثابت رکھ قدم اپنا
نظر میں رکھ ہر اک لمحے میں احوالِ عدم اپنا
اپس مرشد کوں دائم بوجھ رہبر دم بدم اپنا
غنیمت جان اس تن کے قفس میں مرغ دم اپنا

نہ پہنچے گا بغیر از شوق تا حُبّ الوطن ہرگز

(۸)

عاشق ترے جمال پہ شیدا ہوے اتال
وہ دل میں آئینے سوں مصفّا ہوئے اتال
جو رنگ سوں خودی کے تجلّی ہوئے اتال
طالب ترے سو طالبِ مولیٰ ہوئے اتال
تب عاشقاں کی صف میں تماشا ہوئے اتال
رخسار یہ دو مطلعِ انوار ہیں ترے
مشہور حسن خلق سوں اطوار ہیں ترے
عشاق کے برہ منیں بیمار ہیں ترے
یا دل زُلف کے بند میں گرفتار ہیں ترے
ہوکر اسیر جگ منیں رسوا ہوے اتال
مشہور جگ میں نام سوں تو ماہ رو رہے
اپنے دکھوں کے درد کا د رمان تو رہے
تیری صورت انکھاں کے اگے رو برو رہے
تجھ کو جگت میں حسن سوں نت آبرو رہے
خوبی ستی بہار کے دریا ہوے اتال
تجھ روپ کے دریا میں دو رخسار ہیں کنّول
عالم کے دلبراں میں اِتا تو ہو خوش شکل
تیرے اگلے سوں اُٹھ کے گئے دلبراں شکل
تیری انکھاں کوں دیکھ جتے مرگ ہیں چنچل
وحشی ہے اُٹھ کے جانبِ صحرا ہوے اتال
ہے چاند کی نمن تو خوبی کے گگن منیں
ہے شمع کی نمن تو ہر اک انجمن منیں
گلزار ہے بہار سوں بے شک دکن منیں

جو تھے تماشا بیں دکن کے چمن منیں
تجھ کل اُپر دو بلبلِ شیدا ہوئے اتال
تجھ برہا کے غنیم نے گھیرا ہے ملکِ دل
آرام نئیں ہے جیو کے کشور کوں ایک تل
نیناں تری یہ ملک کوں لوٹے پلک سوں مل
ہمت کوں مار صبر کوں کیتے نپٹ خجل
ہمنا کے دل ستانے کوں سنتا ہوے اتال
کہتا ہوں تجکوں دل ستی سن بات اے صنم
عاشق اُپر اتا تو نہ کر جور ہور ستم
تیغِ تغافلی کوں نہ سٹ اس پہ دم بدم
تیری صفت کے بیچ جو کرتا ولی ختم
تو شعر اس کے جگ میں ہویدا ہوے اتال

(۹)

گلشن میں مجھ سِنے کے اے صاحب جمال چل
مجھ دل کے چار باغ میں اے نو نہال چل
مجھ طبع کے چمن میں اے رنگیں خیال
میری نگہ کی رہ پہ اے فرخندہ فال
ہے روز عید آج اے ابرو ہلال چل
تجھ زلف مشکبو کی چلی باس گھر بہ گھر
اس بو سوں اج مست ہیں کیا جن و کیا بشر
دل تجھ نگہ کے دام میں ہے بند سر بسر
تیری نگہ کی دید کوں اے نور ہر نظر
شک نہیں اگر ختن ستی آوے غزال چل
عالم کے خشک و تر نے کیا دل کوں بحر و دشت
کس اہل دل کوں جا کے کہوں دل کی سرگزشت

مجھ راز دل کا آج پڑا بام پرسوں طشت
ممکن نہیں ہے تن کی طرف اس کی باز گشت
جو دل گیا ہے دلبرِ دلکش کی نال چل

ہے سبزہ زارِ حسن سراپا سوادِ ہند
خوبانِ با نمک سوں بھرا ہے بلادِ ہند
عشاق با صفا کے ہے سینے میں یادِ ہند
پتیم کے زلف پیچ دسا مجھ سوادِ ہند
اس راہ مار پیچ میں اے دل سنبھال چل

یہ حرف راست جاکے کہو خرقہ پوش کوں
اے کج خرام چھوڑ دے ظاہر کے جوش کوں
دیتے نہیں ہیں ساغر دل خود فروش کوں
وحدت کے میکدے میں نہیں بار ہوش کوں
اس بے خودی کے گھر کی طرف سدھ کو ڈال چل

دین محمدیؐ سوں ہے دو جگ کی آبرو
مطلوب ہے یہ اس کوں جو ہے کفر کا عدو
کر مختصر جہاں منیں دنیا کی گفتگو
اے بے خبر اگر ہے بزرگی کی آرزو
دنیا کی رہ گزر میں بزرگوں کی چال چل

بوجھا ہوں دل کے فیض سوں سارے جگت کی گت
آوے نہ کوئی کام بجز حق کے عاقبت
بدخصلتی کے گل میں نہیں بوے عافیت
گر عافیت کے ملک کی خواہش ہے سلطنت
خوش خصلتی کے ملک میں اے خوش خصال چل

دل کی بہشت اہلِ حقیقت کی بزم ہے
وہاں کی شراب صاحبِ معنی کوں ہضم ہے

عالی ہیں بخت اُن کے جنہیں وہاں کا عزم ہے
اس انجمن کی سیر کا گر عزمِ جزم ہے
سایہ نمن تو پیر کے دائم دنبّال چل
تجھ باج جان و دل کوں نشاط و طرب نہیں
دل بستگی زُلف سوں تری بے سبب نہیں
کہتا ہوں حرف راست اگرچہ ادب نہیں
آیا تری طرف جو ولؔی تو عجب نہیں
آتے ہیں تجھ گلی منیں صاحب کمال چل

(۱۰)

ناز سوں آ تجھے ادا کی قسم — مہرباں ہو تجھے دیا کی قسم
میں وفادار ہوں وفا کی قسم — خیر خواہوں میں ہوں خدا کی قسم
مان اس صادق آشنا کی قسم

بوالہوس تجھ اُپر رکھے ہیں نظر — جب سوں تجھ حسن کی سُنے ہیں خبر
حرف میرا سُن اے پری پیکر — کم نسائی کوں مدعا کر کر
مت کہیں جا تجھے حیا کی قسم

دل کوں تجھ عشق سوں ہے غمناکی — لیکن اس سوں نہیں ہوں میں شاکی
کم ہے عالم میں عصمت و پاکی — دیکھ اے شوخ تیری بیباکی
خوف میں ہوں سدا رجا کی قسم

گرا[۱] سخن فہم تجکوں پاؤں گا — حال دل کا تجھے سناؤں گا
بندۂ بے درم کہاؤں گا — یہ قدم چھوڑ کر نہ جاؤں گا
مجکوں ہے تیری خاک پا کی قسم

سٹ رقیباں اے نور دیدوں کے — مت ہو فرماں میں اِن یزیدوں کے
سہو کر حرف ان پلیدوں کے — لطف سوں آطرف شہیدوں کے
تجکوں ہے شاہِ کربلا کی قسم

عشق کے درس کا ہوں میں استاد — طفل مکتب ہے مجھے اَگے فرہاد

---

[۱] م-۲ میں مصرع بدلے ہوئے ہیں۔

بندہ تیرا ہوں گرچہ ہوں آزاد بس کہ رکھتا ہوں تجھ قدم کی یاد
دل مرا خوں ہوا حنا کی قسم

شوق تیرا ہوا ہے جس کوں امام اُن نے پایا ہے مدعاے تمام
عشق تیرے میں ہے حیات دوام عاشقوں کوں نہیں ہے موت سوں کام
مرقد پاک اولیا کی قسم

سر کشوں سوں ہے راہ عرفاں دور اُن کوں یک ان نئیں ہے بار حضور
خود نمائی کا ترک یہاں ہے ضرور خاکساری ہے حق اگے منظور
خاکِ درگاہِ مصطفاؐ کی قسم

نقش دنیا کا کھینچ مت دل پر دشمن جیو ہے محبتِ زر
عشق کی راہ میں قدم کوں دھر دل سوں اپنے نکال وہم و خطر
راہ سیدھی ہے راہ نما کی قسم

معرفت حق کی کام مشکل ہے چشم ظاہر ہیں اس سوں غافل ہے
اے ولؔی علم سوں یہ حاصل ہے علم انسان کوں مکمل ہے
گلِ گلزار ہل اتیٰ کی قسم

(۱۱)

رحم کر تجکوں دلبری کی قسم مہر کر تجکوں سروری کی قسم
مکھ دکھا ماہِ انوری کی قسم مان توں مہر و مشتری کی قسم
ہے تجھے شیشہ و پری کی قسم

بات نہ شمس میں ہے اظہر تر حسن کا تخت و تاج ہے تجھ سر
سُن توں خوباں کے سرکا ہے افسر مکھ دکھا دکھ مرا توں آساں کر
تج کوں خوباں کی افسری کی قسم

عشق کی رہ کا مجھ سفر ہوگا اس منیں غم ترا خطر ہوگا
مشکلاں سوں مجھے گزر ہوگا عاشقاں کوں توں راہبر ہوگا
رہ بتا تجھ کوں دلبری کی قسم

مکر کیتا تو مجھ سوں چند در چند اب نہ کر توں مرے سوں ایتا فند

زلف مشکیں کا مجھ پہ کرکے کمند جیو میرے کوں ناکر اس میں بند
تجھ کوں ہے زلفِ عنبری کی قسم

یہ ولؔی ہے بندہ ترا کمتر بلکہ ہے کمتراں منیں احقر
بندہ پرور ہے توں سدا دلبر کر بندے پر کرم کی یک توں نظر
ہے تجھے بندہ پروری کی قسم

(۱۲)

نیرنگی ترے لب کی مسیحا پہ لکھا ہوں افسوں ہے جنوں نسخۂ ایما پہ لکھا ہوں
ہر چند کہ غم کوں دل رسوا پہ لکھا ہوں تصویر تری جانِ مصفّا پہ لکھا ہوں
یو نقش پری پردۂ مینا پہ لکھا ہوں

اے سر و گل اندام عبث دنگ ہوا توں جیوں غنچۂ تصویر کے دل تنگ ہوا توں
شبنم کی گلابی کے اُپر سنگ ہوا توں مجھ عاشق یک رنگ سوں دو رنگ ہوا توں
تیری یو دو رنگی گلِ رعنا پہ لکھا ہوں

در در ہے بھٹکتا ترے یو دل کے سبب مجھ رونے مرے نے گھیر رکھا گل کے سبب مجھ
معلوم ہوا آج ترے دل کے سبب مجھ یک تل نہیں آرام ترے تل کے سبب مجھ
یو صورت تل دل کے سو یدا پہ لکھا ہوں

گل زار[۱] میں تج لب ستی غنچے نے لیا سر خورشید کے ابرو ستیں یہ ہوئے کرانور
تج زلف کے حلقے میں سہے شیشی بھری عطر تج بندے کے پیچ کی خوبی پر نظر کر
مرجاں کی کلی ہے صف دریا پہ لکھا ہوں

خورشید لیا مار کے سرِ بام سحر پر پر دانۂ مجلس نے دیا جیو شرر پر
مجنوں نے دیا شوق بیابان کے گھر پر فرہاد لکھا صورت محبوب حجر پر
میں صورتِ دلبر دلِ شیدا پہ لکھا ہوں

دوپہر تری زلف سوں مجھ رات ہے کالی گلزار کے پھل بانس سوں صیاد کی جالی
طاؤس تری تاج سری دیکھ کے خالی اے مردمکِ چشم تجھ انکھیاں کی یو لالی
نرگس کے قلم سوں گُلِ لالا پہ لکھا ہوں

ازبس کہ ہے تجھ دور میں عافیتِ مستی سب عشرت و آرام ہے در کلفتِ مستی

---

[۱] یہ بندم ذتی مخطوطہ۲ میں زائد ہے۔

زاہد نہ ہے ہر صبح کوں سب نیتِ مستی   تجھ نرگس مخمور کی کیفیتِ مستی
اکثر خطِ صہبا ستی ساغر پہ لکھا ہوں
اس سرو بلا کوں جو قیامت کا لقب ہے   ہر دل کے اُپر مہر ہو سر سر کے عقب ہے
نالہ ہو رسا کیا کہ رسا زلف کی شب ہے   اے آہ بلندی تجھے اُس قد کے سبب ہے
تنخواہ تری عالمِ بالا پہ لکھا ہوں
ہے بوسۂ دلدار میں توصیف کا نقطہ   یک دل کوں ہویدا جو ہے تشریف کا نقطہ
خورشید فلک ہے مری تصنیف کا نقطہ   اُس کے دہنِ تنگ کی تعریف کا نقطہ
صنعت سوں ولؔی دیدۂ عنقا پہ لکھا ہوں

(١٣)

تیرے قدم کے فرشِ رہ میرے نَین سب دن اچھو
تجھ نقش پا مجھ سیں کا حبّ الوطن سب دن اچھو
مجھ شاہ کے یوسف کوں یہ چاہِ ذقن سب دن اچھو
غنچہ نمط تجھ باس کا دل پیرہن سب دن اچھو
مجھ نین کے نعلین میں تیرے چرن سب دن اچھو
تجھ نور کی بخشش ستی یہ سور ہور چندر ہوا
تیری زلف کی باس سوں یہ مشک اور عنبر ہوا
یک پل میں تیرا مرتبہ افلاک سوں برتر
پیا سے محبّاں دیکھ کر تو ساقی کوثر
فردوس سوں بھی بڑھ کے ہے، یہ انجمن سب دن اچھو
یٰسں و طٰہٰ والضحیٰ نازل ہوئے تجھ شان میں
واللیل اور والشّمس ہے تجھ زلف و مکھ کے دھیان میں
افلاک سب پیدا ہوے لولاک کے الحان میں
تجھ یاد سوں راحت اچھو ہر مومناں کی جان میں
تیرے چرن کی خاک سوں روشن نَین سب دن اچھو
تجھ گل نے دل جا کر دیا گلزار میں ہر گل کے تیئں

پیچوں میں پھانسا زلف نے ہر حور کی کاکل کے تئیں
تجھ زلف ومکھ نے مبتلا کیے ہیں جز و ہور کُل کے تئیں
سایے سوں اپنے کردیا پیدا گل و سنبل کے تئیں
اے رشک گلزارِ ارم تیرا چمن سب دن اچھو
دل کی صدف میں کر جتن تجھ عشق کا گوہر رکھوں
سینے کے معدن کے بھتر تجھ نیہ کا جوہر رکھوں
دائم سخن کے لب اُپر تجھ قول کی شکر رکھوں
ہر دم طبع کی سیس پر تجھ یاد کا افسر رکھوں
تیری محبت کا رتن دل میں جتن سب دن اچھو
عمر جلانے کا حکم خورشید کوں سب دن کیا
ہر رات مہ کے بات میں تو نور کی مشعل دیا
تاروں نے موتی کے طبق پائے ہیں تجھ سے اے پیا
تیرے کرم کے ہاتھ سوں موسیٰ ید بیضا لیا
ہمدم دمِ عیسیٰ سوں ہوا مرت بچن سب دن اچھو
تجھ باج، مخصوصِ جہاں وے ذات عالی چار ہیں
اس امتِ غمناک کے وے ذات عالی چار ہیں
جن کوں محبت ان کی نئیں بے شک وہ نا ہنجار ہیں
جو اِن سوں روگرداں ہوئے دونوں جہاں میں خوار ہیں
ان کی محبت کا ولی دل میں وطن سب دن اچھو

(۱۴)

عشق کر اے دل سدا تجرید کی	عاشقی ہے ابتدا توحید کی
ترک مت کر گفتگو تفرید کی	جن کوں لذت ہے سجن کے دید کی
اُن کوں خوش وقتی ہے روز صبح کی

اے صنم یک دم نہیں تجھ سوں جدا	دل میرا موتی ہے تجھ بالی میں جا
جیو سوں حاضر ہوں خدمت میں سدا	درد مت بوجھ آپ سوں اے خوش لقا
کان میں کہتا ہے باتاں بھید کی

چھب ہے تیری نشۂ صہبائے حُسن   رنگ ہے تیرا چمن آرائے حُسن
قد ہے تیرا رحمتِ والائے حُسن   زلف نئیں تجھ مکھ پہ اے دریائے حُسن
موج ہے یہ چشمۂ خورشید کی

خرو سالی میں ہے شوخی معتبر   اس سبب ہیں عاشقاں خونیں جگر
مہرباں ہے خط نمایاں ہو اگر   اس کے خط کی خال سوں پوچھو خبر
بوجھتا ہندو ہے باتاں بید کی

بر میں تیرے ہے لباسِ صندلی   رنگ گل ہے تجکوں فرشِ مخملی
جنت فردوس ہے تیری گلی   تجھ دہن کوں دیکھ کر بولا ولؔی
یہ کلی ہے گلشن امید کی

(۱۵)

یہ برہ کی تار کیوں کہ جاوے   چلنے کی پکار کیوں کہ جاوے
جاں وار کی پار کیوں کہ جاوے   دل یار کے پھوار کیوں کہ جاوے
زخمی ہے شکار کیوں کہ جاوے

پھرتا ہوں جہان و جگ سوں بیزار   اس بند میں آٹھو ہوں لاچار
کیوں کہ ہو برہ میں مست ہوشیار   جب لگ نہ ملے شراب دیدار
انکھیاں کا خمار کیوں کہ جاوے

جب عشق کی فوج نے آئے گھیرا   حیران ہوا حواس میرا
اس دن سیں ہوا ہوں تیرا چیرا   یکساں ہے ہمیشہ حسن تیرا
جنت سوں بہار کیوں کہ جاوے

یہ تیرے دیکھنے کوں رووے   ہر شام صبح میں تل نہ سووے
یہ عمر عزیز غم میں کھووے   انجھواں کی اگر مدد نہ ہووے
مجھ دل کا غبار کیوں کہ جاوے

عاشق کی یہی ہے جگ میں باتاں   معشوق کے ناتو پر بکاناں
نئیں کام ہر اک کا اس میں آناں   ممکن ہیں اب ولؔی کا جاناں
ہے عاشق زار کیوں کہ جاوے

(۱۶)

نہ تنہا حُسنِ خوباں دلربا ہے　　ادا فہمی سخن دانی بلا ہے
سخن داں آشنا فضل خدا ہے　　صنم میرا سخن سوں آشنا ہے
مجھے فکر سخن کرنا بجا ہے

لٹک سوں آ او سرو کبک رفتار　　دکھا اپنی جھلک اے لالہ رخسار
لیا ہے دل کوں میرے صحن گلزار　　چمن میں وصل کے ہر جلوۂ یار
گلِ رنگیں بہار مدعا ہے

لیا ہے گھیر عشق بے ریا مجھ　　برہ آزار و بے صبری دیا مجھ
پلا دیدار کا شربت پیا مجھ　　تغافل نے ترے زخمی کیا مجھ
تری یہ کم نگاہی نیمچا ہے

عجب تجھ بر میں ہے اے یار جانی　　نشاطِ دل لباس زعفرانی
ترے جلوے سوں پایا ہوں جوانی　　نے بخشے کیوں ترا خط زندگانی
کہ موجِ چشمۂ آبِ بقا ہے

صف مژگانِ خوباں مل کے یکسر　　اُٹھے ہیں عاشقاں پر کھینچ جمدھر
ادا کا ہر طرف اُمڈا ہے لشکر　　نہیں وہاں آب غیر از آبِ خنجر
شہادت گاہِ عاشق کربلا ہے

وفا ہے بادشاہِ عاشقی میں　　تجمل ہے سپاہِ عاشقی میں
نہیں شوخی نگاہِ عاشقی میں　　وہی آتے ہیں راہِ عاشقی میں
کہ جن کوں استقامت کا عصا ہے

گدا ہیں جو محبت کی گلی کے　　سدا وہ ہم سفر ہیں بیجلی کے
نہیں بلبل وہ ہر گل کی کلی کے　　غنیمت بوجھ ملنے کوں ولی کے
نگاہِ پاکبازاں کیمیا ہے

(۱۷)

سجن کا ذکر میں نس دن رٹا ہے　　گراں زخم ستم دل پر بٹھا ہے
برہ اُس کی میں عاشق بولتا ہے　　عجب معشوق لڑکا مرہٹا ہے

مٹھائی قند شکر سوں مٹھا ہے

نہیں مانندِ تو اے مہ چھبیلا — گلستانِ جہاں از تو رنگیلا
نگاہِ چشم تو افعی ڈسیلا — سجن ہے سانورا سج کا سجیلا
کٹیلا اور ہٹیلا لٹ پٹا ہے

گریباں عاشق از غم پھاڑتا ہے — قمارِ عشق میں دل بارتا ہے
بغمزہ تیر مژگاں مارتا ہے — سدا طالب دل اپنا وارتا ہے
بعشوہ سر اُپر راوٗ بٹھا ہے

سو جانوں شاہ ہے حور و پری کا — سجن میرا ہر اک جادو گری کا
خجل پیش تو لعل جوہری کا — مہا راجا ہے ملک دلبری کا
بفوج حسن جیوں ہاتی چھٹا ہے

فدا کرتا ہوں دل بر تار ہر مو — چہ گویم شکوہٗ زاں یار بدخو
خجل پیشِ نگاہش نین آہو — دو چشمت بچھو و خوں ریز ابرو
دو بانکی زلف مشکنیش پٹا ہے

قلندر ہو پھرا ہوں مال تج کر — رکھا ہے عشق میں بس پاے رج کر
ووی کوں جب کھڑی کرتا ہوں سج کر — نظر کرتا ہے مجھ پر یار کج کر
بھلا راوت سپاہی ہت چھٹا ہو

نیند اے دل بلا ہے آشنائی — قیامت می شود روز جدائی
گئی یک بار شرم و پارسائی — بہ یک نیمِ نگاہِ دلرُبائی
ہزاراں عاشقاں کا گھر لُٹا ہے

رسوئی عشق کی میں جا جیوں گا — برہمن ہوے کر صدقہ لیوں گا
سجن کوں تا قیامت اہ ہیوں گا — معافی کوں گیا تھا دل دیوں گا
ولی یہ بات کہہ کر سب ہٹا ہے

(۱۸)

یا قوت لب تیرے سجن یہ دل مرے کا قوت ہے
اور خیال تیرا دل منیں جیوں کان میں یاقوت ہے

شہرت سوں تیرے حسن کی معمور سب ناسوت ہے
تجھ یاد کی تسبیح سوں سینہ مرا ملکوت ہے
تجھ عشق کا مجھ دل منیں جبروت اور لاہوت ہے
وو شاد ہے دنیا میں دل جو پُر ہوا تجھ غم ستی
زخمی تری شمشیر کا بیزار ہے مرہم ستی
جم جم جو ہے تجھ سوز میں ڈرتا نہیں وو جم ستی
جم گرچہ غالب دم پہ ہے قائم ہے جی تجھ دم ستی
نئیں دم کی کچھ پروا اسے جو عاشقِ مبہوت ہے
تجھ شوق سوں یہ دل مرا تجھ مکھ من درپن ہوا
تجھ عشق کے گوہر ستی سینہ مرا معدن ہوا
تجھ مکھ سُرج کی تاب سوں یہ جی مرا روشن ہوا
تجھ روپ کے گلزار سوں تن من مرا گلشن ہوا
میرے نین میں تو سجن جیسے چندر در حوت ہے
تیرا برہ آکر بسا مجھ خاطر رنجور میں
آوارگی لے کر سٹا اس سینۂ معمور میں
ڈالا اگن مجھ دل میں یوں جیسے اگن تھی طور میں
ثابت سجن کے عشق سوں جیوں حال تھا منصور میں
یوں عشق میرا جگ منیں اثبات ور مثبوت ہے
تجھ شوق کے دریا میں دل ماہی نمن پیراک ہے
کر صید اس کوں اے سجن یہ تجھ شکارِ پاک ہے
تجھ ماہ بن جگ میں ولی مخمور اور غمناک ہے
تجھ جان بن دل کا کفن بے شک کنول جیوں چاک ہے
تجھ غم منیں جُھک جُھک سجن یہ تن مرا تا بوت ہے

(۱۹)

صنم[۱] میرا سخن سوں آشنا ہے مجھے فہم سخن کرنا بجا ہے
سخن داں آشنا فضل خدا ہے زتنہا حسنِ خوباں دل ربا ہے
ادا فہمی سخن دانی بلا ہے

لٹک سوں آوسر کبک رفتار دکھا اپنی جھلک اے لالہ رخسار
کیا ہے دل کوں مرے صحن گلزار چمن میں وصل کی ہے جلوۂ یار
گل رنگیں بہار مدعا ہے

لیا ہے گھر عشق بے ریا مج برہ آزار بے صبری دیا مج
بلا دیدار کا شربت پیا مج تغافل نے تری زخمی کیا مج
تری یو کم نگاہی نیمچا ہے

عجب تج بر میں ہے اے یار جانی نشاط افزا لباسِ زعفرانی
ترے جلوے سوں پایا ہوں کیوانی نہ بخشے کیوں ترا خط زندگانی
کہ موج چشمۂ آب بقا ہے

صف مژگاں وخواباں مل کر یکسر انھیں ہیں عاشقاں پر باغ جوہر
ادا کا ہر طرف اڈا ہے لشکر نہیں واں آب غیر از آبِ خنجر
کہا ہے راہِ عاشق کربلا ہے

وفا ہے بادشاہی عاشقی میں تحمل ہے سپاہی عاشقی میں
نہیں شوخی نگاہِ عاشقی میں وہی آتے ہیں راہِ عاشقی میں
کہ جن کن استقامت کا عصا ہے

گدا ہیں جو محبت کی گلی کے وو دائم ہم سفر ہیں بے کلی کے

۱؎ یہ مخمس ذاتی مخطوطہ۲ میں زائد ہے۔

نہیں بلبل ہر گل کی کلی کے   غنیمت بوجھ ملنے کوں ولی کے
نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے

(۲۰)

برہا[1] لگا ہے دل کوں چو اخگر نشوں کے بیچ   نکسے ہے مکھ سیں آگ چو اخگر نشوں کے بیچ
انکھیاں ہوتی ہیں سرخ جیون اخگر نشوں کے بیچ   جیو کوں ہے جوش نور چو اخگر نشوں کے بیچ
ورنہ تو کھینچ جاؤں چو اخگر نشوں کے بیچ

حق نے کیا ہمن کوں در اقلیم عشق شاہ   از بال نے دھرا ہے مرے سر اوپر کلاہ
از درد و آہ و نالہ ہمن کوں دیا سپاہ   ناہیں کماں ہمن کوں ز افواج وملک وجاہ
کم نیستم ماز سکندر نشوں کے بیچ

جو دی ہے ہمن کوں گدائی میں سروری   از خار زرپے رخ مظہر پری
ہے سنگ ریزہ زیر سرم تکیۂ پری   حاجت نہیں ہمن کوں پھر تاج سروری
پیالا الٹ کے جب رکھا سر پر نشوں کے بیچ

مت کر مجھے نصیحت لب بستہ کوں ادیب   میں کیا کروں کہ چارہ نہیں منت بانصیب
پیدا ہوا ہے مرض مجھے نادر العجیب   واقف نہیں ہے دار سیں اس مرض کے طبیب
مارا ہے چشم یار نے خنجر نشوں کے بیچ

از بس کہ ہر دو چشم میں جریان آب ہے   دریائے اشک رواں تن من یک حباب ہے
جیورا ہمن کا سوز سوں نس دن چو آب ہے   اس برہ کی جو آگ میں جگرم کباب ہے
بیٹھا ہے با رقیب جو دل برنشوں کے بیچ

زاہد اگر نصیحت رنداں گزر کرے   تسبیح افگند و ز تقوی حذر کرے
مے خانہ میں زیادہ مصلے کوں تر کرے   بوئے شراب اوس کوں بہ میخانہ سر کرے
دستار خویش افگند از سرنشوں کے بیچ

1؎ یہ مخمس ذاتی نسخہ۲ میں زائد ہے۔

واعظ کی ہے وعظ کہ مت پیو شراب کوں　　دوزخ جزا ہے اوس کا بیوم الحساب کوں
کہتا ہے دل مجھے کہ نڈر اس عذاب کوں　　مت ڈال ہاتھ اپنے سیں جامِ شراب کوں
ہر دمبدم بنوش تو ساغر نشوں کے بیچ
اب رہ تو بے ہر اس کہ دردارت الجزا　　احمدؐ شفیع کرد و منصف شود خدا
از امر حق شود شہِ کوثر جو مرتضیٰؑ　　یک جام لطف اپنے سیں مج کوں کریں عطا
اوس سوں ولی رہے گا بہ محشر نشوں کے بیچ
کیتا[1] ہے نظر جب سیتی تج رشک پری پر　　..
دیکھے سوں ترے داغ کے جلوے کوں جگر پر　　چنچل بہ نظر ناز سوں مج آ وٗئے اوپر

مستزاد

(۱)

بے تاب کیا شوق نے مجھ دل کوں بدن میں　　گل پیر ہناں کا
جیوں غنچہ کیا بند محبت کے چمن میں　　رنگیں دہناں کا
مجھ دل کی نمن عشق سوں گردش میں ہمیشہ　　تنہا نہیں خورشید
مشتاق ہے پھرتا ہے سدا ماہ گگن میں　　سیمیں بدناں کا
مت بوجھ کہ ہے آپ سوں وحشت منیں آہو　　کشتۂ خوباں
پھیلا ہے سحر جا کے یہ اطراف ختن میں　　جادو نیناں کا
رکھتا ہے محبت کا سدا داغ جگر پر　　ہر لالۂ رنگیں
تجھ عشق سوں کیا حال ہے ٹک دیکھ چمن میں　　خونیں کفناں کا
فرہاد کی آتی ہے صدا روح صبا ہو　　مجھ شعر کوں سننے
مذکور ہے از بس کہ ولی میرے سجن میں　　شیریں بچناں کا

---

[1] مخطوطہ۲ میں ایک نامکمل مخمس کا یہ پہلا بند ہے۔

(۲)

لاگی ہے لگن تم سوں چھڑا کون سکے گا | ہے کس میں یہ قدرت
اب مجکوں وطن اپنے لجا کون سکے گا | کر دل سوں رفاقت
ہو نقش کناری کا ترے جامے کے اوپر | اے ہند کے بانکے
دامن کوں ترے ہاتھ لگا کون سکے گا | نئیں زور نہ طاقت
ہوں خاک تمہاری ہی گلی کا اے سری جن | نئیں کام کفن سوں
اب مجکوں جنازے میں اٹھا کون سکے گا | یوں گر ہے حقیقت
مت مار ولؔی کوں مرا اتنا تو کہا، کر | سُن بات ہماری
یو ناز ترا جگ میں اٹھا کون سکے گا | بن غمزہ ظرافت

(۳)

بخشے ہیں اپس رنگ سوں اس گل ترے گالاں | لالے کوں تجمل
دستے ہیں ترے گال کے اُپر لال یہ بالاں | جیون باغ میں سنبل
مدت ستی تجھ مکھ کے تصور کوں لکھا ہوں | سینے کی پتی پر
روشن ہیں ترے رنگ کی خاطر سوں خیالاں | گلشن منیں جیوں گل
تجھ عشق کی بتی ستی بے تاب ہیں یو دل | جیوں آگ پہ اسگند
تجھ یاد کے گل زار میں عشاق ہیں نالاں | پھولوں میں جیوں بلبل
صحرا کے تماشے کوں اگر دل منیں رکھ کر | گھر سوں چلے باہر
انکھیاں کوں کریں فرش خوشی ہوکے غزالاں | جنگل کے بھتر گل
تجھ پنتھ کی مجلس منیں کیفیت مے سُن | دل جوش میں ہو یوں
سرخوش ہوکے جیوں رنگ میں آتے ہیں قوالاں | سن شیشے کی قلقل
تجھ حُسن مبارک کوں جو دیکھا ہے ولؔی نے | بولا ہے سخن یو
اس مکھ کے صحیفے منیں دیکھے ہیں جو فالاں | خوش اُن کا تفا دل

(۴)

دل چھوڑ کے یار کیوں کہ جاوے کہتا ہے عیاں
زخمی ہے شکار کیوں کہ جاوے بسمل ہے یہاں
جب لگ نہ پیٔے شراب دیدار از جام لبت
انکھیاں کا خمار کیوں کہ جاوے بے بوسۂ آں
ہے حسن ترا ہمیشہ یک ساں در ناز وادا
جنت سوں بہار کیوں کہ جاوے از باد خزاں
انجھواں کی مدد اگر نہ ہووے در فرقت تو
مجھ دل کا غبار کیوں کہ جاوے شاہد ہیں انکھاں
ممکن نہیں اب وؔلی کا جانا از کوچۂ تو
ہے عاشق زار کیوں کہ جاوے کرتا ہے فغاں

(۵)

کینا ہے نظر جب ستی اس رشک پری پر کھویا ہے چمن من
باندھا ہے جو کُئی جیو کوں تجھ عشوہ گری پر پھرتا ہے وہ بن بن
دیکھے سوں ترے داغ کے جلوے کوں جگر پر بولا مجھے یوں دل
کیا خوب اُٹھا نقش عقیقِ جگری پر خورشید سوں روشن
چنچل نے نظر ناز سوں آہو پہ کیا نئیں نرگس کی ہے سو گند
قربان ہوا اُس چشم کی والا نظری پر عشاق کا تن من
ہموار کیا میرے اُپر تیغ زباں کوں ازبس کہ ہے طرّار
باندھے ہے کمر ناز سوں اب حیلہ گری پر وہ شاہد پُر فن

بوجھا ہے ولی تب ستی موہن نے سُرج کوں   ذرے سوں بھی کمتر
کرتا ہے نظر جب ستی دستارِ زری پر   لے ہاتھ میں درپن

(۶)

کیتا ہوں[۱] ترے ناؤں کوں میں ورد زباں کا   ہر دم میں دہن سوں
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا   ہر موے بدن سوں
جس گرد اُپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں   اے بار خدا یا
اُس گرد کوں میں کحل کروں دیدۂ جاں کا   صدیق ہے من سوں
مجھ صدق طرف عدل سوں اے اہل حیا دیکھ   اُلفت کی نظر بھر
تجھ علم کے چہرے پہ نہیں رنگ گماں کا   سر مست بدن سوں
ہر ذرۂ عالم میں ہے خورشید حقیقی   اے ماہ منور
یوں بوجھ کے بلبل ہوں ہر یک غنچہ وہاں کا   عشاق کی بن سوں
کیا سہم ہے آفات قیامت ستی اس کوں   اے سرورِ عالم
کھایا جو کوئی تیر تجھ ابرو کی کماں کا   بے رنج ہے بدن سوں
جاری ہوے انجھواں مرے یو سبزۂ خط دیکھ   نیناں ستی دل کی
اے خضر قدم سیر کر اس آب رواں کا   ٹک پاک چرن سوں
کہا ہے ولی دل ستی یو مصرعِ رنگیں   رجبی کی نمن آ
ہے یاد تری مجکوں سبب راحت جاں کا   ہر دم کے بچن سوں

(۷)

معلوم نہیں کن نے مرے دل کوں لیا ہے   ان عشوہ گراں میں
کس شوخ ستم گرنے اُسے پیچ دیا ہے   ان مو کمراں میں
اس شوخ نظر باز کے انداز نگہ کا   گر کام نہیں یہ
دیوانہ مرے دل کوں کہو کن نے کیا ہے   جادو نظراں میں
ظاہر میں تروتازہ و باطن میں ترا داغ   رکھتا ہے جو دائم

---

۱ موجودہ کلیات کی یہ پہلی غزل ہے۔ جسے مستزاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

جیوں لالہ اُسے بوجھ کہ نیرنگ دیا ہے
خونیں جگراں میں

عاشق کوں ہے بے تابی و بے طاقتیٔ دل
سرمایۂ بینش

بن عشق جو عالم میں فراغت سوں جیا ہے
ہے بے بصراں میں

تنہا نہیں سرشار ولؔی شوق سوں تیرے
اے ساقیٔ بدمست

تجھ عشق کا اس بزم میں جو جام پیا ہے
ہے بے خبراں میں

(۸)

ہرگز[۱] نہ لا ساتھ رقیب دغلی کوں
سن بات ہماری

مت راہ دے خلوت منیں ایسے خللی کوں
مت مار کٹاری

اے زہرہ جبیں کشن ترے مکھ کی کلی دیکھ
لے ہاتھ میں دف کوں

گاتا ہے ہر اک صبح میں اُٹھ رام کلی کوں
بازار و نزاری

تیرے لب یا قوت اُپر خطِّ خفی دیکھ
اے نو خطِ ریحاں

خطّاطِ جہاں نسخ کیا خطِ جلی کوں
کیوں ہے تو غباری

میں دل کوں ترے ہاتھ دیا روز ازل سوں
ہیہات پیارے

مت دل سوں بِسار اپنے مُحبِّ ازلی کوں
میں پیت سنواری

اے ماہ جبیں مہر بقا تیری جبیں پر
با صدق و صفا میں

کرتا ہوں ہر اک دم منیں دم نادِ علی کوں
عونًا لِک باری

نئیں منصب و جاگیر نئیں روز وظیفہ
اے دل برجانی

ہر روز ترا ناؤں وظیفہ ہے ولؔی کوں
در لیل و نہاری

---

[۱] کلیات کی اس غزل کو بھی مستزاد میں بدل دیا گیا ہے۔

ترجیع بند

(۱)

مرے دل میں وہ سرد گل فام ہے — کہ جس شوخ کا خوش ادا نام ہے
رُخ روشن و زلفِ مشکیں بار — مجھے یاد ہر صبح و ہر شام ہے
خلاصی نہیں تا دم زندگی — نگہ شوخ کی جیو کا دام ہے
برہ میں طلب مت کرو صبر کوں — برہ دشمن صبر و آرام ہے
جو دل یار کی مجکوں دیوے خبر — نہیں دل وہ جمشید کا جام ہے
شب و روز مجھ عاشق پاک کوں — فراموش کرنا ترا کام ہے
سدا تجھ پری رو کی خدمت منیں — یہی درد منداں کا پیغام ہے

شتابی خبر لے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور و خواب ہوں

کہاں ہے عزیزاں وہ رشکِ پری — کہ جس ماہ رو کا ہے جگ مشتری
کہاں ہے وہ گلزارِ باغِ وفا — کہ ہے شان جس کی سدا دلبری
کرے جگ میں شرمندہ خورشید کوں — اگر بر میں پہنے لباسِ زری
وہی ہے مرے حرف کا قدرواں — کہ جو ہر نہ بوجھے بجز جوہری
کرے کیوں نہ عشاق کے دل کوں بند — کہ رکھتا ہے انکھیاں میں جادو گری
عزیزاں کسی غیر سوں مت کہو — رقیباں کی دیکھا ہوں میں زرگری
کہو جا کے میری طرف سوں اُسے — تخلص ہے جس چشم کا عبہری

شتابی خبر لے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور د خواب ہوں

بزدرِ نزاکت بزدرِ ادا صفِ گلرُخاں میں ہے تو مقتدا
مددگار تھے جب تلک بخت سعد نہ رہتا تھا یک آن تجھ سوں جدا
یکا یک ترے ہجرنے اے صنم کیا محو سب عشرتِ ابتدا
کروں تجھ سوں کیوں آرزوے جواب سدا کوہ تمکین ہے بے صدا
ترے غم سوں تپتی ہے چھاتی مری ہوے اشک سوں دو نَیَن نربدا
بجا ہے سنو گر مری التماس کہ سنتے ہیں شہ عرضِ حالِ گدا
تغافل کوں مت کام فرما سجن مری بات سن کر برائے خدا

شتابی خبر لے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور و خواب ہوں

ترے دیکھنے کوں اے نرگس نین چلے چھوڑ آہو دیار ختن
وہ مانندِ شمشیر پانی ہوا جو دیکھا ترے ابروے تیغ زن
تری یاد کرنے سوں اے نو نہال ہوا دل مرا رشکِ صحنِ چمن
کمر بستۂ سوز ہوں جیوں پتنگ لگی تجھ سوں اے شمع جب سوں لگن
کیا دل نے تیری گلی میں مقام کہ بلبل کا دائم ہے گلشن وطن
دیا جی جو تجھ فتنۂ ناز کوں ہوا صبحِ محشر سوں اس کا کفن
سراپا بدن گل کے پانی ہوا ترے غم سوں جیوں شبنم اے گلبدن

شتابی خبر لے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور و خواب ہوں

ترے ابروؤں کا جو دیکھا کمال گدائی کا کاسہ لے آیا ہلال
ترے گوش میں گو شوارے نہیں ہے انجم کا بدر سوں اتّصال
فراموش دل سوں کیا حور کوں نظر جس کوں آیا ہے تیرا جمال

عجب روز تھا اور عجب وقت تھا　　جدائی کا ہرگز نہ تھا احتمال
نہایت کوں ہووے گا سیپارۂ دل　　ترے مکھ کے مصحف سوں نکلی ہو فال
جو کچھ اس سوں ظاہر ہوا تھا مجھے　　ہوا ہے وہی حال اے نو نہال
تمنا نہیں اور کچھ دل منیں　　سدا تجھ سوں میرا یہی ہے سوال

شتابی خبر لے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور و خواب ہوں

کہو بات اُس شوخ بیباک کی　　حقیقت کہو اس ستم ناک کی
ہوا مجھ پہ ظاہر کہ ہر سیس کوں　　لیاقت نہیں تیرے فتراک کی
زمیں پر رکھا جب سوں اس نے قدم　　ہوئی شان اس روز سوں خاک کی
ہوئی برق شاگرو آخر کوں آ　　ترے غمزۂ شوخ و چالاک کی
شراب جوانی سوں سرشار ہے　　کہاں بات سنتا ہے غمناک کی
سدا عاشقاں کھینچتے ہیں جفا　　جفا کار ہے گردش افلاک کی
اپس ناز کے مت ہو فرمان میں　　قسم ہے تجھے ایزدِ پاک کی

شتابی خبر لے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور و خواب ہوں

ترے مکھ پہ اے ناز نین یو نقاب　　جھلکتا ہے جیوں مطلع آفتاب
ادا فہم کے دل کی تسخیر کوں　　ترا قد ہے یو مصرعِ انتخاب
بجا ہے ترے حسن کی تاب سوں　　تری زلف کھاتی ہے گر پیچ و تاب
نظر کرکے تجھ مکھ صفائی اُپر　　ہوئی آرسی شرم سوں غرقِ آب
ترے عکس پڑنے سوں اے گل بدن　　عجب نئیں اگر آب ہووے گلاب
کریں بخت میرے اگر ٹک مدد　　ولؔی اس سجن سوں ملوں بے حجاب

تعلل تغافل کا اب وقت نئیں مرا حال سن کر اے عالی جناب
شتابی خبر دے کہ بے تاب ہوں
ترے عشق میں بے خور و خواب ہوں

قصائد

درحمد ونعت ومنقبت وموعظت

(۱)

لے زباں پر تو اوّل اوّل نام پاک خدائے عزَّ و جل
لائقِ حمد نئیں ہے اس بن اور اس اُپر متفق ہیں اہلِ ملل
یاد اس کی ہے سب اُپر لازم شکر اس کا ہے مدعاے سکل
آسماں اور زمیں کے سب ساکن یاد کرتے ہیں اس کوں ہر پل پل
شکر اس کا محیطِ اعظم ہے وہ ہے سلطان بارگاہِ ازل
اس کے بھیتر اگر شنا ور ہوں روز محشر تلک سکوں نہ نکل
بعد حمد خداے بے ہمتا یاد کر نعت سید مُرسل
جس کی ہمت کی ہے ترازو میں دو جہاں مثل دانہ خردل
اُس کی مجلس میں آ ہوا ہے کھڑا صف آخر میں جو ہرِ اول
گر ہو وہ آفتاب گرم عتاب آسماں جائیں مثل موم پگھل
دیکھ اس کے جلال و عظمت کوں بادشاہاں کا دنگ ہو دنگل
گر کرے بحر پر غضب کی نظر ماہیاں جائیں جل کے بھیتر جل
اُس فصاحت اَگے دسے مجکوں نطق سحباںؔ عبارتِ مہمل
کاملاں سوں سنا ہوں یہ نکتہ عشق اس کا ہے ہادیٔ اکمل

نام اس کا ہے حرزِ ہر مومن
یاد اُس کی ہے دافع کلول

دیکھ اس زلف و مکھ کوں بے جا ہے
بحر اور بر میں عنبر و صندل

بعد اس آفتاب انور کے
چار ہیں اہلِ علم و اہلِ عمل

صاحب صدق و عدل و علم و حیا
ایک سوں ایک اکمل و افضل

ان کو اصحاب میں سباقت ہے
دین کوں جو کیے قبول اول

ہیں دُجے وہ کہ دین کے بل سوں
کفر کے دست و پاکوں کینے شل

ہیں تجے وہ کہ جن کے لوہو سوں
رنگ پکڑا کلامِ عزَّ وجل

ختم خلفا کی کیا کہوں میں بات
جس کے رتبے کا عرش پر ہو محل

جب ہوا وہ سوار دُلدُل پر
فوج پر فوج دل پہ مارا دل

وہ ہے یکتاے دیں کہ جن نے کیا
لاکھ مشکل کوں ایک پل میں حل

نام اُس کا کہ جس کے تقویٰ سوں
زور نے زور بل نے پایا بل

ہے علی وہ کہ جس کی دہشت سوں
جی گیا دشمناں کا تن سوں نکل

خوف اس کا عدو کی چھاتی پر
جیوں ہرن کے سِنے اوپر چیتل

ہیں یہ چاروں ستونِ شرع متیں
دیں کا ہے ان سوں مستقیم محل

مشرق و مغرب و جنوب و شمال
سب کوں ان چار ذات سوں ہے بل

چار عنصر ہیں دین کے تن کے
چار دیوار باغ شرع نچھل

ہیں یہ اسلام کے صحیفے پر
چار اطراف صورتِ جدول

نام ان کا ہے عرش کے اوپر
گرچہ ظاہر ہیں آسمان کے تل

بعد ان کے ہیں دو امام جہاں
نور چشم پیمبرِ مُرسَل

ہر دو سلطان کشور کو نین
ہر دو مقبول شاہ روز ازل

ایک کا تن ہوا ہے اطلس سبز　　ایک خوں سوں زمیں کیا مخمل
ملک ہستی میں دشمناں کے سبب　　جو کہ گزرا ہے ان پہ حال کبل
اس میں دم مارنے کی جاگہ نہیں　　یہاں خموشی ہے سب ستی افضل
مقصد دو جہاں وہ پایا ہے　　جو کیا جی کوں ان اُپر بَل بَل
کرم حق ہے آروز سب کی　　ترک دنیں ہے مدعائے شکل
گل دنیا کوں زیب تاج نہ کر　　یہ ہے سرپا تلک محیل و دغل
اس سوں ہرگز نہ باندھ جی اپنا　　کہ مبادا ہو دین بیچ خلل
ایک گھر میں رہے نہ نچلی یہ　　طالبِ یار نو ہے یہ چنچل
اہل دانش نہ جائیں اس کے نزیک　　طلب اس کی نہیں ہے جزا جہل
پُر کدورت ہے سرسوں پانوں لگ　　گرچہ ظاہر ہے صورت نرمل
بہ کسی سوں وفانہ کی ہرگز　　بے وفا ہے مدام یہ کسمل
مثل قاروں نہ باندھ مال سوں دل　　مت زمیں زندگی میں جائے نگل
اس کی صحبت میں اے خجستہ خصال　　نہیں حاصل بغیر در دو کسل
یہ ہے پا لغز طامعان و حریص　　اکثر اس دیکھ کر گئے ہیں پھسل
ترک کر سب کوں بات میری سن　　حرفِ شیریں ہے زشیر و عمل
مرتبہ بوجھ عشق بازاں کا　　یہ ہیں ملکِ وفا کے اہل دول
عالماں سوں پچھا ہوں میں اکثر　　عقدۂ دل کوں نہیں کیا ہے حل
جو کہا حال دل کوں میں جاکر　　بے حجابانہ عشق کے آگل
مرحبا کہہ کے مجھ بلایا پاس　　عقدۂ راز کی بتایا کل
یوں کہا، دیکھ درس شاہد راز　　چھوڑ دے درس قطبی و منہل

پیچ اس زلف کا نہ پاوے کُئی — گر مطول پڑھے وگر اطول
لکھ دیے اس کوں بندگی کا خط — سب پری پیکر ان چین و چگل
اس قدر ہے وہ یار بے پروا — جب مرے عاشق اس کوں آوے کل
یوں نہ پوچھے کہ کیوں دوانے نے — عشق میرے میں جی دیا تلمل
فیض سوں اُس نَیَن کے ہو بینا — نرگستاں ہوا ہے سب جنگل
وحشتِ آہواں کوں رام کرے — گرکرے یک نگاہ وہ چنچل
جب سوں اس کا خرام دیکھے ہیں — چال اپنی بسر گئی منگل
وصف اس گیسوؤں کا کیا بولوں — مشک جس کے اگے ہو بوے بصل
ہووے غیرت سوں مہر کہ پیشانی — گرسنے اس لباں کی بات عسل
جاں تلک ہیں جہاں میں سیمیں ساق — زر درو اُس اَگے ہیں جیوں پیتل
گرم رو ہو وہ گر چمن بھیتر — جیوں گُلِ شمع گُل پڑیں گل گل
جن نے اس شمع رو کوں دیکھا ہو — جیوں پتنگ پَر گئے ہیں اس کے جل
ہوسکے اس پری کا ہم زانو — آرسی دل کی جو کیا صیقل
جس رین میں اُسے نہ دیکھوں میں — ہے مرا جیو اس اُپر بل بل
جیوں ستارے ٹوٹیں فلک اوپر — یوں انجھو مکھ اُپر پڑیں ڈھل ڈھل
عشق اس کے کا جو کٹک دیکھا — عقل کی فوج میں پڑی ہل چل
دیکھ اُس آفتاب کو جاکر — کھول انکھیاں کوں اپنی مثل کنول
عشق مرشد سوں سن کے یہ باتیں — دل سوں ہر حرف پر گیا بل بل
تجھ پیو کے گلے لگانے کوں — شوق میرا چلا کشادہ بغل
دور کر مکھ اُپر سوں یہ گھونگھٹ — پاکبازاں سوں کیوں اِتا اوجھل

اُس کے بالاں طرف چلا اُٹھ دل   مثل دیوانہ پگ میں تھا سانکل
دیکھ اُس دلربا کوں برقع میں   یوں کہا ہوکے مضطر و بے کل
نا خدا ترس آج سوں نئیں تو   تجکوں بوجھا ہوں زِروزِ ازل
مجھ اُپر یوں ستم روانہ رکھے   گر ہے خوفِ خدائے عزَّ وجل
سُن کے یہ بات مکھ سوں پردے کوں   یوں چھپایا درس کوں دینے بدل
ہو بے کل یار اپس میں ناز و نیاز   حُسن دل کی کلی ہوا ہیکل
دیکھ اس کوں کہ یک بیک آیا   یہ سخن مجھ زباں سوں بھار نکل
اس قدر ہے صفا ترے مکھ پر   کہ گیا ہے نگہ کا پاؤں پھسل
وصت تیرے کا کیوں نہ ہوں عازم   طبع یہاں دوڑتی ہے جیوں کا تل
اے شفا بخش تجھ قدم کی خاک   درد کے درد سر کا ہو صندل
تجھ قدم میں بو کچھ ہے رنگِ صفا   نہ دکھا اس کوں خواب میں مخمل
وہ ہے تیری قبائے دارائی   چرخ اطلس ہے جس آگے کمل
عشق تیرا ہے موج طوفان جوش   جس سوں ہے عقل کی بنا میں خلل
تو تغافل سوں دل کوں کھینچا ہے   بوجھی ہوئی بات میں ہے کیا اٹکل
دل جو تجھ زلف پیچ بند ہوا   کون کھولے یہ عقدۂ لاحل
دل ہے اسپند تب ستی جب سوں   غم میں تیرے ہوا ہے تن منقل
قدسوں تیرے یہ جی نہال ہوا   وصل تیرے سوں دل نے پایا پھل
جس کوں اے مہ نہیں ہے تیرا وصل   ٹک ہو اس پہ نہ طَبَق کا محل
جو ہوا تجھ سوں دور اے خورشید   ماہ کی مثل وہ پڑا گل گل
بس کہ دیکھا ہوں آب تجھ مکھ کی   آنسو آتے ہیں مجھ نَین میں اُبل

نور خورشید کی نمط اے شوخ
حسن تجھ مکھ اُپر کرے جھل جھل

دل نے بولا کہ یہ چھلاوا ہے
دیکھ کر یہ ترا جمال نچھل

آہواں لکھ دیے غلامی خط
دیکھ تجھ نین میں خطِ کاجل

دیکھ تیری یہ چشم رشکِ غزال
مدح تیری میں یہ کہا ہوں غزل

غزل

اے یہ تیرے نَین ہیں دو چنچل
دیکھنے جن کوں خلق آوے چل

عاشقاں پر چلا ہے یہ غمزہ
ہاتھ میں لے کے تیغ تیزِ اجل

تجھ پلک کا بیان کیوں کہ کروں
جس کی ہے یاد مجکوں نت پل پل

اے عدیم المثال دو نہ دکھے
گر مکرر دکھے تجھے احول

یاد تیری بھواں کی مجھ دل میں
جیوں مچھی کے گلے منیں ہو گل

دیکھ تیری نَین میں پتلی کوں
عالماں میں پڑا ہے جنگ و جدل

ایک کہتے ہیں مکھ یہ کعبہ ہے
اس میں پتلی نے کیوں کینا ہے محل

اور ہیں اس اُپر کہ مسجد میں
کن نے ڈالا ہے طرح رنگ دیول

آخرش اتفاق سوں بولے
یہ ہے صنع خدائے عزَّ وجل

اے مہ مہرباں کرم سیتی
شب تاریک بیچ گھر سوں نکل

ڈرنکو تیرے ساتھ آوے گی
آہ مجھ دل کی ہاتھ لے مشعل

اشک چشم اور غبار دل سوں لے
عاشقاں راہ میں گئے دل دل

ہاں مبادا پھسل پڑے اس ٹھار
ٹک نزاکت سوں یہاں سنبھال کے چل

کیا کہوں تجھ رقیب کے حق میں
بات جس کی ہے تلخ از حنظل

غیر اس کے کہ روز عشرت میں
نا گہاں اس کوں مکھ دکھاوے اجل

یوں رقیباں کی گفتگو ہے قبیح جیوں کہ ارذل کلی زشت ہو کِلکِل

اے ولی ترک کر یہ حرف دراز
کہ ہو خیر الکلام قلّ و دل

ابر میں یہ نہ بوجھ نعرۂ رعد باجتے وصل کی خوشی کے طبل

دل کوں شادی ہے کیوں نہ باجے آج ہر طرف جگ میں تال اور مندل

خلق عالم میں حق کی حکمت سوں جب تلک دُکھ کوں ہے دواسوں خلل

زندگانی کے درد سر کا علاج موت ہے دشمناں کے سر صندل

عمر تیری دراز ہو جگ میں جب تلک ہوں مطوّل و اطول

اے ولی یہ قصیدۂ رنگیں جگ میں رکھتا نہیں نظیر و بدل

جو ہیں پیاسے سخن کے اُن کے نزیک شعر میرا ہے آب سوں نرمل

گوش حاسد میں جب پڑے یہ شعر
راکھ ہوجائے رشک سوں جل جل

(۲)

درنعت حضرت خیرالبشر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یادِ یزدانی کرے

یاد کے گلزار پر دو نین کر ابرِ بہار
پیچ کھا سینے میں دل کوں سنبلستانی کرے

مرتبہ خُلّت پناہی کا وہ پاوے گا جو کُئی
مثلِ اسماعیل اول جی کوں قربانی کرے

جوش دے یک بارگی دل کے دریاکوں لہوستی
گوہر انجھواں کوں رو رو رنگ مرجانی کرے

جو اپس تن کوں گلاوے عشق میں ہر صبح وشام
وبجھ کامل ہے سدا جوں ماہ تا بانی کرے
سرخ رو ہو آبرو دو جگ میں پاوے اے عزیز
دل کوں لو ہو کر اول لوہو سوں جو پانی کرے
عشق کی آتش میں جالے تن کوں جو کئی رات دن
وو قیامت لگ سو جیوں سورج درخشانی کرے
وہ پاوے مطلب راضیۃ مرضیہ
محض للہ جگ میں جو اعمالِ پنہانی کرے
درد پڑھنے درد کا انجھواں کی تسبی ہاتھ لے
دل کوں کر سیپارۂ غم ذکر قرآنی کرے
عشق سوں فارغ جو ٹُک رہ نحسِ اکبر ہے مدام
ساتویں کھنڈ پر اگر ایوانِ کیوانی کرے
وبچہ دانا ہو تجے گردونِ دوں کوں اے عزیز
سٹ کے دنیا کوں جو کئی جگ میں خدا دانی کرے
اپنے مطلب کی یو لیلیٰ کا وہی دیکھے جمال
عشق میں دل کوں جو مجنونِ بیا بانی کرے
حشر میں شیریں ہے وہ حق سوں سُنے شیریں بچن
شوق میں دل کوں جو فرہادِ کہستانی کرے
بوریائے بے ریا کوں تخت سوں بوجھے ادہک
اس اُپر ہوکر سلیماں شُکرِ رحمانی کرے
جیوں انگوٹھی میں نگینہ یوں کرے تسخیرِ خلق
تخت دل کوں جو بہ از تخت سلیمانی کرے
زندگی پاوے ابد کی جگ منیں وہ خضر وقت
جو اپس کوں فدوی محبوب سبحانی کرے
یا محمد ﷺ دوجہاں کی عید ہو تجھ ذات سوں

خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے
وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے
بندگی میں آپ کو جیوں ماہِ کنعانی کرے
زینوا الحانکُم کا گر سُنے داؤد ناؤں
ہووے خوش، دربار پر تیرے خوش الحانی کرے
نوح تجھ رحمت کی کشتی باج کہیں پاوے نہ تھا وہ
تجھ غضب کا گر سمندر جوش طوفانی کرے
رتبہٗ عالی میں دیکھے حق نزیک اپنا کلام
گر کلیم اللہ آ، تیری ثنا خوانی کرے
جسم کوں سٹ روح سوں آوے بہت مشتاق ہو
گر تری امت خلیل اللہ کی مہمانی کرے
تب مسیحا فقر کے خط کوں سکھے گا تجھ نزیک
مشق کرنے فقر کی جب لوح پیشانی کرے
جس مکاں میں ہو تمہاری فکر روشن جلوہ گر
عقل اوّل آکے وہاں اقرارِ نادانی کرے
حکمتاں کی سب کتاباں دھو سٹے یک بارگی
گر فلاطوں تجھ وبستاں میں سبق خوانی کرے
تجھ قدم پر جو اپس کا سیس راکھے جیوں سُرج
وو قیامت لگ اپس چہرے کوں نورانی کرے
کیا ملک ء کیا جن وانس، یہ جگ میں کس کوں ہوسکت
خط بنا تجھ مکھ کے جو تفسیر قرآنی کرے
دیکھ طوبیٰ قد ترا جنبش میں آوے شوق سوں
جب گلستانِ ارم کی تو خرامانی کرے
عارفاں بولیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں
جب ولؔی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

(۳)

درمنقبت حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ وجہہٗ

ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں چرخ کے نیرنگ
ہوا ہوں غنچہ صفت جگ کے باغ میں دل تنگ
جہاں کے گلبدناں جلوہ گر ہوئے ہیں جہاں
اُڑا ہے اُن کی تجلی سوں عاشقاں کا رنگ
یہ عاشقاں کے جلانے کوں مستعد ہیں مدام
گواہ ہے اُس کے اُپر نور شمع و حال پتنگ
سوائے داغ کے پایا نہیں ہوں باغ میں گل
ورائے خون جگر نہیں دسا مجھے گل رنگ
دسا نہیں جو گل بے وفا میں رنگ وفا
تو یو نچھ شور میں ہیں بلبلانِ خوش آہنگ
فلک کی دیکھ کے خشکی جگت ہوا بیرم
رہا نہیں ہے فوارے کے دل میں آب امنگ
اگرچہ سرد ہے دل ایک پر ہے آتش سوں
کیا ہے منھ پہ اپس کے اگن نے پردۂ سنگ
ہوا رباب رگاں خشک و استخواں بے مغز
یہ حال دیکھ کے مجلس میں دنگ ہے مردنگ
رہے بدن پہ طنبورے کے تار گنتی کے
غصے سوں اس پہ جو آ مفلسی نے مارا چنگ
فلک ہے وہ کہ دکھو! جن نے بے مروت ہو
سُرج کوں سرسوں برہنہ کیا ہے مثل پھنگ
اثر کیا ہے ہر اک تن میں ناتوانی نے
ہوئے ہیں بوم سوں عاجز جنگل میں شیر و پلنگ

نشانہ گاہ کیے قابلاں کے دل کوں تمام
فلک کے قوس سوں چھوٹے بلا کے جو جو خدنگ
یگانگت کوں اول کی تمام بسری خلق
رکھی اپس میں عداوت مثالِ شیشہ و سنگ
ظلم پہ دل ہو رکھے منھ میں حیف سوں انگلی
لیا ہے خلق نے خاصیتِ تمام تفنگ
یہ آسمانِ ستم گر کی سر کشی دیکھو
تمام خلق سوں لڑتا ہے آپ ہوکے اکنگ
جو سیم و زر کی فکر میں قدم گھُسا سو پھنسا
اپس کی منزلِ مقصد کوں کیوں کہ پہنچے لنگ
اپس کے دشمن بے دست وپاسوں کر پرہیز
اگرچہ خاک نشیں ہے ولے گزندہ بھجنگ
جگت کے دیکھ کے حالات لا علاجی سوں
ہوے ہیں گوشہ نشیں اہل دانش و فرہنگ
ہے دست گیر مجھے یا علی ولی اللہ
کہ اس فلک نے کیا ہے کمال مجکوں تنگ
ترے جو شوق سوں حاصل کیا ہے نحویت
ہے فقر فخر مجھے، مجکوں فقر سوں نہیں ننگ
وہ شیرِ حق کہ جہاں میں وہ ناصرِ دیں ہے
کہ جس صدا سوں ہیں وحشی جنگل کے مست و تنگ
دنیا کے فتنۂ و طوفاں سوں وہ کنارے ہیں
جو اس کے عشق کے دریا میں عاشقاں ہیں نہنگ
خدا نے فضل سوں اس کوں کیا حصارِ دیں
فلک ہے جس کے قلعے کی کمینہ ایک النگ
زمیں پہ وقت اُترنے کے اس کے عدل کو سُن

گریز پا ہیں ستم آسماں کے لکھ فرسنگ
یہ دو جہاں کے غم و عیش کوں تجا وہ کوئی
جو کُئی کہ اس کی محبت منیں ہوا ہے بھڑنگ
خدا کے حکم سوں ہر پہلواں پہ ہے غالب
گر آستانے پہ آ اس کے سر گھسے جیوں سنگ
سو اک غلام ہے خدمت میں اس کی ترکش بند
کہ اس کے پاس سکھے رستم آ کے صیغۂ جنگ
وہ عبد بس ہے جو سرکشاں کوں کرلے زیر
کہ نام شتر اس کا ہو قنبرِ سرہنگ
خدا نے اس کوں دیا مرکب ایک دُلدُل نام
گیا دریا کوں جو یک پل میں لاکھ بار النگ
بجاے سرمہ اگر خاک اس قدم کی لے
نَین میں دل کے سٹیں تیز رو جگت کے ترنگ
تو حشر لگ وہ مقدم ہوں باد صر صر سوں
وو حال دیکھ کے باد شمال ہو جب دنگ
شکستہ دل کوں مرے وبچھ مومیائی ہے
کہ نام پاک ہے اس کا مدام صیقلِ زنگ
اُسی کی آل پر نت ہے ولی بلا گرداں
کیا چراغ پہ اس کے مدام جی کوں پتنگ

(۴)

درمدح بیت الحرام

کیا ہے غم مجکوں اگر جگ میں نئیں مونسِ غم
آہ یہ بس ہے مرے درد کوں دل کے مرہم
جگ کی مجلس ستی دل سوز ہوے بس کہ عدم
شمع کے باج نہ دیکھا ہوں کہیں رشتۂ غم

شمع، مجھ حال پہ دل جال اپس کا سب نس
ہوکے بیتاب دمِ صبح چلی ملکِ عدم
دل پُر درد کوں دارد ہے اگن پر روغن
داغ پر داغ ہوا زخم پہ میرے مرہم
تجھ بن اے پاک گُہر دل سوں ہوا حاصل مجھ
موج دریا کے نمن غم کے پچھے غم پئے غم
عشرت جم کی نمن عیش اچھو تجھ کوں صنم
جام لب تیرے دہن کوں ہے مبارک جم جم
گل کوں غیرت سوں کیا تو نچھ گلاب اے ظالم
سینہ چاکاں کے اُپر کیا ہے اِتا جورو ستم
سیر کرنے کوں ترے مکھ کے چمن کی اے گُل
جگ میں آیا ہے سو گلزارِ ارم سٹ آدم
تیر تجھ عشق کا منگتا ہے اپس سینے میں
جیوں کماں چاند تواضع سوں فلک پر ہو خم
صاف تجھ مکھ پہ سوں کیوں عرق نہ ہو غرقِ حیا
جاں ہوے گُل کے گہر آب مثالِ شبنم
گرمیٔ حشر سوں ہرگز نہیں دل کوں مرے غم
تاب خورشید سوں نہیں آب گُہر ہوتا کم
ہوکے غواص میں دریا میں بدن کے دیکھا
صدفِ دل ہے حقیقت سوں گہر کی محرم
دل کے دریا کوں ترقی کے اُپر نت ہے نظر
اُس کی نسبت ہے سمندر سوں ہر اک آن میں کم
خلقت حق میں تو عرفان کی نظر کھول کے دیکھ
ذرے ذرے کے بھتر یہاں ہے جدا اک عالم
اُس کے مشتاق ہیں سب اہلِ زمیں اہلِ سما

شوق کا جس کے لیا چرخ پہ خورشید علم
خاکساراں کے انچھو حق کوں ہیں منظورِ نظر
جیوں کہ مقبول ہے خورشید کو بھوئیں سوں شبنم
آرسی دل کی سکے شمع نمن روشن کر
جو ہوا عشق میں پروانہ صفت جل کے بھسم
سیاہی غم ہوئی ہے صبح نمن روشن وصاف
کہ وہ خورشید کرے گھر پہ مرے آکے کرم
راز اسرار کوں کُئی جگ کے صفے کے اوپر
گر منگے لکھنے تو جیوں ہووے قلم سرسوں قلم
آگ دوزخ کی اچھے اس پہ قیامت میں حرام
اے ولؔی صدق سوں دیکھا ہے جو کوئی بیتِ حرم

(۵)

درمدح حضرت میران محی الدین قدس سرّہٗ

دیکھے نظر سوں اگر یہ جمال نورانی — شرم سوں مصر بسے جاکے ماہِ کنانی
ترے جمال کی یہ آرسی جو کُئی دیکھے — تو حاصل اس کوں نہ ہووے سوائے حیرانی
جنوں ہے یہ کہ اچھے جی کوں اس کے جمعیت — تری زُلف ہے جسے باعث پریشانی
ترے یہ غمزۂ خوں ریز سے ہوا معلوم — کہ عاشقاں کوں اسی سوں ہے عیدِ قربانی
ستم گراں کے اُپر فخر ہے ترا برجا — کہ تجھ عہد میں ہے جور د جفا کی ارزانی
ترے حکم منیں ہے کثرت جفا اس قدر — مرے نزیک وفا کی ہے جیوں فراوانی
ترے فراق نے عشاق کوں کیا امداد — غذائے خون جگر ہور لباس عریانی
تجھ اشتیاق کی آتش سوں سرفراز ہے دل — کہ سر پہ آگ کا شعلہ ہوتا بستانی

تو مہر سرد سوں یوں مہرباں ہے عاشق پر ننگے کے حال پہ جیوں موسمِ زمستانی
تری برہ میں جو دانش کی آرسی کوں رکھا عیاں دسے ہے اسے صورتِ پشیمانی
جگت میں تجھ خمِ ابرو کی کج نگاہی دیکھ ڈُبے ہیں آب میں سر تا قدم الیمانی
یو کیا ہے زلف سحر ساز جس کے دیکھے سوں گئی ہے عابد و زاہد کی سبحہ گردانی
تری یہ تیغ تغافل سوں خلق ہوئی بسمل رہے ہیں دنگ ہو جیوں کر نگاہ قربانی
تری زلف سوں لیے کافراں سرشتہ کفر ترے جمال سوں ہے رونقِ مسلمانی
کھڑے ہوے پہ کیے سرو سے کئی آزاد ہنسی ہو ہنس کوں دکھاوے تو گر خرامانی
تری کے ملک سوں آکر ہوا سراپا خوں یہ لعل لب کے تماشے رنگ مرجانی
ترے چمن کی صبا گر کرے چراغ کوں گل گُلِ چراغ دسے جیوں گُل گلستانی
حُسَن کے ملک اچھو تجھ اُپر مسلّم نت اچھو ترے یہ مدد شہسوار گیلانی
ولؔی یہ وقت اگر اُس قدم سوں عار کرے دکھے وہ پل میں صفا سوں گئی پشیمانی
امیدوار ہوں تیری جناب سوں دائم کہ دل مرے کوں کرے تو چراغ نورانی
عیاں ہے نام مبارک ترا محی الدین ترے اسم میں ہے خورشید کی درخشانی
مکان حشر ہو فردوس کی نمن روشن تری نگاہ کرے گر بہار افشانی
بجاے خاک عجب کیا جو آہ کرے مسکن تجھ آستاں کے اُپر سرمۂ صفا ہانی
مشائخاں جو کیے ہیں مدام کسب شرف تری جناب سے پائے ہیں قرب حقانی
وہ آفتاب نمط جگ منیں ہوا روشن ترے جو نقش قدم پر گھِسا ہو پیشانی
بغیر عالم باطن کسی پہ ظاہر نئیں ترے سِنے میں جو ہیں راز ہاے پنہانی
سخن ترا ہے نزک عاشقاں کے یوں کہ جیوں کلامِ نبیؐ یا کلامِ ربّانی
تری مدد سوں ہو اکثر ضعیف کوں قوت دیے ہیں مور کوں یہاں حشمتِ سلیمانی

جگت کے بیچ وہ قانوں شفا کا کیوں بوجھے — جو تجھ سوں فیض نہ لیوے حکیم یونانی
یہ ممکنات میں تمکیں ترے پہ ہوئی ہے ختم — اِتا جہاں منیں ہے ممتنع تراثانی
ہو تجھ نزک نظری کوں حکم بدیہی کا — عیاں ہو دل پہ ترے بس کہ راز سبحانی
یقیں ہے یہ کہ فلاطون و بوعلی دونوں — ترے نزیک ہیں جیوں کو دکِ و بستانی
زمیں میں جاکے چھپے منفعل ہے جیوں سحباں — ترے اُگے جو کیے دعوئ سخن دانی
خدا کے فضل سوں مسند نشیں ہو تم اُس کے — بنی ہے نور سوں جس کے یہ شکلِ انسانی
تری گلی میں میسر ہے جس کوں بسترِ خاک — قصور ہے کہ منگے پھر کے قصر کیوانی
تری جناب سوں کینہ جو کُئی کہ دل میں رکھے — تو اُس پہ طعن کریں سب یہود و نصرانی
دُنوں جہاں میں کرے فخر ہر سخن داں پر — تو گر قبول کرے اس ولؔی کی نادانی

یقیں ہے مجکوں کہ گر یہ قصیدۂ رنگیں
سنیں تو وجد کریں انوریؔ و خاقانیؔ

(٦)

در مدح حضرت شاہ وجیہہ الدین نور اللہ مرقدہٗ

ہوا ہے خلق اُپر پھر کے فضلِ سبحانی — کیا ہے ابر نے رحمت سوں گوہر افشانی
یہ آب صاف میں گوہر کوں دیکھ خجلت سوں — صدف کی بیت میں گل کر ہوا ہو جیوں پانی
تمام پات ''یسبح بحمدہٖ'' کے بحکم — زبانِ حال سوں کرتے ہیں ذکرِ سبحانی
قطار قطرۂ شبنم سوں آج سبزۂ خضر — لے سبحہ ہاتھ میں کرتا ہے اوعیہ خوانی
ہر اک طرف جو ہوئی بس کہ ریزش باراں — کیا ہے آج تفرّج نے جوش طوفانی
اس آب روح فزا کے کمال لطف کوں دیکھ — چھپا ہے پردۂ ظلمت میں آبِ حیوانی
ہوئی ہے غنچہ نمن جگ کوں بس کہ جمعیت — عجب ہے اب رہے سنبل نمن پریشانی

ہر ایک قطرۂ شبنم ہے غیرتِ گوہر ہر ایک پات پہ برسا جو ابرِ نیسانی
ادب سوں حضرتِ حق کے لب کے سمٹے ہو ہر اک کلی ہے سو جیوں کو دکِ دبستانی
چمن میں اس کے کرم نے دیا ہے حکمت سوں ہر ایک پھول کی پکھڑی کوں رنگ مرحانی
یہ لطف دیکھ ہوا ہے دماغ بس کہ بحال بدل ہوئی ہے اِتی حافظے سوں نسیانی
تمام ملک ہوا حق کے فضل سوں آباد رہا نہیں ہے جگت میں نشان ویرانی
جو اس کے بھید کے پیاسے تھے وہ یہ پانی دیکھ پیٔے ہیں آب نمط راز ہائے پنہانی
زہے بہارِ حلاوت، زہے بہارِ طرب کہ بلبلاں نے لیا شیوۂ غزل خوانی
سو اس بہار میں آیا ہے عرس حضرت کا ہوئی ہے پھر کے عیاں حشمتِ سلیمانی
چراغ گرد میں روضے کے جو ہوئے روشن ہر اک چراغ ہے جیوں آفتاب نورانی
ہوا ہے بس کہ طرادت سوں یہ مکاں سرسبز ہر اک سفال پہ دستا ہو رنگِ ریحانی
چراغ یہاں کے ستارہ نمن ہیں گرداں نت دیے ہیں چرخ کوں تعلیم سنجہ گردانی
ہوا ہے گنبد پُر نور آج طبلہ رمشک زبس کہ عود و عنبر کی ہوئی فراوانی
قبر ہے آج لطافت سوں غیرت گلزار کیا ہے خلق نے اس پر جو بس گل افشانی
وہ جسم روح اور اُس کا ہے جسم مرقد پاک کہ جس کے گرد ملائک کریں سبق خوانی
یو دین پاک میں بے شک ہے تو وجیہہ الدین عدم ہے آج زمیں کے اُپر ترا ثانی
تری طبع کوں دیا حق نے فہم پر مقصد تری زباں کوں سزاوار ہے سخن دانی
ہے ملک دیں میں تری ذات کوں شہنشاہی ہے نقد علم ترا سکۂ مسلمانی
ہر اک کوں اس سوں خبر نئیں جگ کے صفحے پر تجھے جو کشف ہوئے راز ہائے پنہانی
دیا ہے حق نے تجھے جامع الکمالاتی عطا کیا ہے تری ذات کوں ہمہ دانی
عجب نہیں جو دے عقل کوں وہ آج سبق جو اس جناب میں آ کر کیا سبق خوانی
تج آفتاب سوں جو کُئی کیا ہے کسبِ شرف وہ سرخ رو ہے سو جیوں جوہرِ بدخشانی

رہیں اپس میں ابھی دنگ ہو سو جیوں تصویر ملائکاں جو دیکھیں یہ جمال نورانی
خدا کی یاد میں ازبس کہ محویت ہے تجھے ہوئی ہے ختم تری ذات پر خدا دانی
تو وہ ہے فیض رساں جگ میں اے مبارک ذات کہ تجھ سوں فیض لیے عالمانِ ربانی
تجھ آستاں پہ سُرَج تا کہ آ کر سے سجدہ ہوا ہے سرسوں قدم تک تمام پیشانی
تری جناب سوں ہے فیض طالباں کوں مدام ترے کرم سوں ہے اکثر کوں قرب حقانی
تری ہے ذات سراپا حقیقتِ انساں اگرچہ حق نے دیا سب کوں شکلِ انسانی
ترے کرم سوں ہوا دل خوشی سوں آج بدل وہ غم کہ طول میں تھا جیوں شب زمستانی
تجھ آستانِ مبارک پہ مثل نقشِ قدم رکھے ہیں سیس چہ ایرانی دچہ تورانی
تری جناب کا وہ صحن ہے سراپا نور کہ جس کی خاک بہ از سرمۂ صفاہانی
وہ آب خضر سوں دل سرد کیوں نہ ہو دائم یہ حوض پاک سوں جو کئی کہ آ پیا پانی
نزیک حوض کے کنواں ہے آبروے نین کہ جس کی چاہ میں دائم ہے ماہ کنعانی
عجب یہ جائے مبارک ہے موردِ رحمت نہیں ہورات کہ نئیں اس میں ذکر قرآنی
وہ فیض بخش ہے مسجد مکان برجستہ کہ جس کے وصف میں بولا ہوں کعبۂ ثانی
فلک پر فخر زمیں گر کرے تو نئیں ہے عجب کہ اس کے سر پہ یہ گنبد ہو تاجِ خاقانی
ہے آرسی کی نمط مدرسہ یہ روشن و صاف نگاہ کوں ہے تماشے سوں اُس کے حیرانی
ترے جو ذکر میں رہتے ہیں ذاکراں دائم ہے ان کوں حضرت داؤد کی خوش الحانی
کیے ہیں وصف ترے گرچہ صد ہزاراں نے ولے ولؔی نے کیا مدح میں گلستانی
نئے قلم ہے مرا نئے شکر سوں شیریں تر کیا ہوں بس کہ علاوت سوں شکر افشانی

لکھا ہوں دل کوں ولؔی کے یہ مصرع عرفؔی
کہ ایں قصیدہ بیاضی بود نہ دیوانی

(۲)
درمدح قدوۃ العارفین شاہ وجیہ الدین

اے تو مقبول سرورِ عالم — اے تو فہرست دفترِ عالم
جلوہ گر تو ہے آفتاب یقیں — تجھ سوں روشن ہے پیکرِ عالم
علم ظاہر و علم باطن سوں — تو ہے عالم میں رہبرِ عالم
دل عرفاں سرشت ہے تیرا — مظہر خلق و مظہر عالم
ہے زمیں پر یہ آستانِ شریف — مرجعِ خلق و منظرِ عالم
نام تیرا ہے ورد صاحب درد — ذات تیری ہے مفخرِ عالم
دست گیری ہو تیری ظاہری تب — جب کہ برپا ہے محشرِ عالم
ہے ترے نام پر سدا قرباں — روز و شب سال ومہ سرِ عالم
تجھ اُپر جیوں سُرَج ہو یدا ہے — مطلب جملہ مضمرِ عالم
اس زمانے میں حق نے تجکوں کیا — مہترِ خلق و بہترِ عالم

اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہہ الدیں

اے تو ہے آفتاب عالم تاب — فیض تیرے سوں جب ہو مقصد یاب
دل ترا کانِ علم و بحرِ عمل — ہر معانی ہے اس میں دُر خوش آب
روئے انور کی تیرے دیکھ ضیا — رشک سوں آفتاب ہے بے تاب
متفق ہوکے عاقلاں نے کہا — دل کوں تیرے جگت میں لبِّ لباب
فکر تیری ہے آب دانش و ہوش — ہر گلِ عقلِ تجھ سوں ہے سیراب
مکھ سوں تیرے بچن مبارک سن — گل کے گوہر ہوا سراپا آب

اے تو مجموعۂ فراستِ تام دل ترا مطلب ہزار کتاب
تا قیامت گریز پانہ اچھے تجھ محبت کی آگ سوں سیماب
مانگتے ہیں مدد سوں تجھ شہ کی روز و شب چند رستم و داراب
اس زمانے میں بے گماں بے شک تجھ میں ہے سب طریقۂ اصحاب
اے امام جمیعِ اہلِ یقیں
قبلۂ راستاں وجیہہ الدیں

فیض تیرا ہے ابر نیسانی دو جہاں پر کیا دُر افشانی
دل ترا مظہرِ تجلّی حق مکھ ترا رونقِ مسلمانی
سجدہ کرنے کوں روز آتا ہے چاند سرتا قدم ہے پیشانی
تیری درگہ کی خاک دیکھ، گیا روے آبِ حیاتِ سوں پانی
ہر سحر آفتاب کرتا ہے تیرے روضے اُپر زر افشانی
عالماں دیکھ تجھ فصاحت کوں سٹ دیے دعوئ سخن دانی
تجھ دلِ صاف سوں ہوئی ظاہر آئنے میں تمام حیرانی
ہے ولایت کے تخت پر تجکوں شوکت و حشمتِ سلیمانی
زندگی بخش ہے خیال ترا یاد تیری ہے آب حیوانی
جن نے دیکھا ہے پاک مرقد کوں اُن نے پایا ہے قربِ حقّانی
اے امام جمیعِ اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہہ الدیں

اے شہ بحر و بر ہے تجھ سر پر آسماں چتر و آفتاب افسر
تو ہے مقبول حق کی درگہ کا روح تیری کوں عرش پر ہے گزر
کاں فلک کے ملائکہ دیکھیں تجھ سری کا درجامۂ انور
آسماں سوں اُتر کے آتے ہیں تیری مجلس میں نقل ہو اختر

زہرہ آوے اگر ہفو خنیا گر — ہے سزادار انجمن میں تری
شش جہت جس کوں دیکھ ہوششدر — وہ ہے روضہ زمیں اُپر تیرا
اوج میں ہے فلک سوں بالاتر — کیا کہوں گنبد شریف کوں میں
اوٗ مبارک نہاد پاک گُہر — تجھ سوں سب خادماں کوں نت ہے شرف
کہ کرو مجھ پہ یک کرم کی نظر — دو جہاں میں مرا ہے مقصد یہ

اے امامِ جمیعِ اہلِ یقیں
قبلۂ راستاں وجیہہ الدیں

تجھ سوں روشن ہوا زمین و زمن — اے گلِ گلشنِ حسین و حسن
حق نے جنت کیا ترا مسکن — عالم فرش سوں لجا بر عرش
بحر کا پر گُہر کرے دامن — فیض تیرا عیاں ہے جس ساعت
جو ہر عقل تجھ سوں ہے روشن — گوہر فکر تجھ سوں ہے سیراب
فیض جیوں آفتاب سوں معدن — خلق یوں بہرہ تجھ سوں پاتی ہے
شوق تیرے سوں ماہ سیمیں تن — آسماں کے اُپر گداز ہے نت
سرسوں لے پگ تلک ہوا ہے اگن — عشق تیرے کی آگ میں خورشید
گلِ نرگس سوں کھول چشمِ چمن — دیکھنے کوں ترے ہوا مشتاق
جیوں کہ ہے آدمی میں نطق سخن — یوں تو ہے انتخاب عالم میں
گرد تیرے چرن کی کُحل نَین — خوش بصارت بدل کیا ہے وؔلی

اوٗ امامِ جمیع اہلِ یقیں
قبلۂ راستاں وجیہہ الدیں

مثنویات

(۱)

الٰہی دل اُپر دے عشق کا داغ
یقین کے نین میں سٹ کحل مازاغ

الٰہی عشق میں عشّاق کر مجھ
اپس کا شوق کا مشتاق کر مجھ

شریعت کا جہاں ہو شارع عام
یہ تن کا دہانچھ کر آغاز و انجام

عیاں کر دل اُپر رازِ طریقت
سِنے پر کھول ابوابِ حقیقت

پرکھنے معرفت کا جوہرِ صاف
اپس کے فیض سوں کر دل کوں صرّاف

چمن میں شوق کے دل کھول جیوں گُل
اسی گُل کے اُپر کر دل کوں بلبل

مجھے دے نقش گل سوں دل میں داغاں
مرے مقصد کے روشن کر چراغاں

برہ کی بار گہہ میں مجکوں جاوے
مجھے اس شوق کی عشرت سدا دے

یہ دل معمور کر جیوں شیشۂ مُل
پریشانی نہ دے مانندِ سنبل

محبت کی عطا کر مے پرستی
اپس کی معرفت کی بخش مستی

جہاں کی فکر سوں آزاد کر مجھ
اپس کی یاد سوں آباد کر مجھ

برہ کے باغ میں دے آب داری
ہمیشہ رکھ جھڑی نیناں کی جاری

مجازی کی مجالس سوں جدا رکھ
مجھے اس پنتھ سوں نا آشنا رکھ

حقیقت کی زُلف کا کھول بُستار
سو یک یک تار کا مجھ کر گرفتار

شتابی سوں دے اے ساقیِ مہرباں
برہ کا جام جیوں سورج درخشاں

زمانہ خواند و فلک بر بیاض دیدہ نوشت
کہ ایں قصیدہ بیاضی بود نہ دیوانی

کہ خورشیدِ نبوت کی مدح میں
کنول دل کا کھلا سینہ کے درح میں

محمد ﷺ وہ کہ جس کے حق میں لولاک
کہا ہو خالقِ املاک و افلاک

عجب گل زار ہے وہ مظہرِ گُل — کہ ہے اس باغ کا خورشید اک گل
وہی ہے بے دلاں کا دل کشا باغ — وہی ہے عاشقاں کا مرہمِ داغ
اسی کا ذکر ہے ایمانِ مومن — اُسی کا یاد اطمینانِ مومن
وہی ہے باغ اقدس سرورِ دیں — کہ جس کے باغ کا رضواں ہے گل چیں
کھِلا کو نین میں وہ دین کا گُل — دو جگ مشتاق اس کے مثلِ بلبل
دو عالم جسم وہ ہے جان عالم — نیناں امرا وہ ہے سلطانِ عالم
دکھایا عاشقاں کوں عشق کی راہ — کیا عارف کوں عرفاں بیچ آگاہ
ہوا جو کئی کہ اس گل سوں معطر — رہا وہ مست ہو، تا روزِ محشر
کیا حق اس رسول رواح خاطر — مرتب چار دیوار عناصر
ہوا جب چار باغ دین روشن — شریعت کا کھلا اس بیچ گلشن
سنواری گرد اس کے چار دیوار — حقیقت میں سمجھ، ہیں یار وہ چار
وہ ہیں مقبول درگاہِ صمد کے — وہی ہیں منتخب اس چار حد کے
دے اے ساقی پیا پے جام دو چار — کہ مائل ہوں اسی ذکا میں لاچار
جو بخشے وہ مجھے یک جوشِ مستی — فراموشی میں بھولے خود پرستی

(۲)

درتعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہے پُر نور یک شہر — بلا شک وہ ہے جگ میں مقصدِ دہر
رہے مشہور اس کا نام سورت — کہ جاوے جس کے دیکھے سوں کدورت
جگت[۱] کی آنکھ کا گویا ہے یہ نور — اچھو اس نور سوں ہر چشم بد دور
شہر جیوں منتخب دیوان ہے سب — ملاحت کی وہ گویا کھان ہے سب

---

۱ م-ا-۳- جہاں

سُرَج سن آب اس کی جگ میں کانپا / سمندر موج زن رگ رگ میں کانپا
کنارے اس کے اک دریاے تپتی / کہ دنیا دیکھنے کوں اس کے ٹپتی
کیا سب تن خجالت سوں یہ جیوں عرق / ہوا دریا اپس کے عرق میں غرق
شہر سوں ہے وہ ہم باز و ہمیشہ / دریا سوں ہے وہ ہم پہلو ہمیشہ
کہ آب خضر کی ہے اس میں تاثیر / ہوا دیتی ہے اس کی یاد کشمیر
دہان اشنان جب کرتا ہے عالم / صبح اور شام جب کرتا ہے عالم
عجب قلعہ ہے وہاں اک با قرینہ / کہ جیوں انگشتری اوپر نگینہ
نزک قلعہ کے باڑا گھاٹ ہے وہاں / کہ دائم گلرخاں کا ہاٹ ہے وہاں
رہے اس حاشیہ پر جائے آرام / طلسمی باغ وہاں ہوتا ہے ہر شام
اوَ بلبل پاک بینی سوں نظر کر / کثافت کی نظر سوں بس حذر کر
کھلے ہیں ہر طرف رخسار کے گُل / ہر اک گل کے نزک وہاں پر ہو سنبل
جو کئی دیکھا ہے اس کا باغِ رخسار / ہوا اک دید میں وہ محوِ دیدار
جو ہیں وہ محض تصویراتِ اخلاص / سو عاشق پروری میں دبچھ ہیں خاص
کہاں ہے ساقیِ اخلاص انگیز / محبت کی کرے مے مجھ اُپر ریز!
صفائی سوں کھلے مجھ جیو کا باغ / کروں اس دُرد مے کوں مرہمِ داغ
ہے سورت حقیقت کی نشانی / کہ ہیں معمور وہاں اہل معانی
زہے[1] مشہور اوس کا نام سورت / کہ جاوے جس کے دیکھیں سیں کدورت
شرافت میں یہ ہے جیوں بابِ مکّہ / تو ہے سب ملک پر اُس کا جو سکّہ
اگر دیکھے ہیں لوگاں شام و تبریز / نہ دیکھا کوئی ایسا ملک زرخیز
کہ اُس بھیتر[2] کتے ایسے ہیں تجار / کہ قاروں کوں نہیں ان کے نزک بار

۱؎ یہ شعر مخطوطہ ۲ میں زائد ہے۔
۲؎ م۔۲ اندر

اِتی آتش پرستاں کی ہے بستی — سکھے نمرود داں آتش پرستی
فرنگی اس میں اِتے ہیں کُلہ پوش — عدو وہاں جن کی گنتی میں ہو بے ہوش
وہاں ساکن اِتے ہیں اہل مذہب — کہ گنتی میں نہ آویں ان کے مشرب
اگرچہ سب ہیں وہ ابنائے آدم — ولے بنیش میں رنگا رنگ عالم
عبث۲ باتاں سوں بس کر اے ولؔی — نہ کر مقصد سوں اپنے کاہلی توں توں

دروصفِ سورت

بھری ہے سیرت و صورت سوں سورت — ہراک صورت ہے وہاں اَن مول مورت
ختم ہے امرواں اوپر صفائی — ولے ہے بیشتر حسنِ نسائی
سبھا اندر کی ہے ہر اک قدم میں — چھپا اندر، سبھا کوں لے عدم میں
کشن کی گوپیاں کی نئیں ہے یہ نسل — رہیں سب گوپیاں وہ نقل، یہ اصل
زُلف اور مکھ کے طالب سوں پچھو بات — جسے ہر دن ہو عید، ہر رات شبرات
ہزاراں اس سبب شیدا ہیں بلبل — کہ ہیں وہاں غنچۂ لب دائما گل
نہ کر وقت سوں کھینچے شوخ چنچل — وہ مکھ کے باغ کن دیوار آنچل
نظر بھر کر دِکھو ہر گل بدن کوں — کہ ہے پردے سوں بے پروا انن کوں
اہے وہاں عاشقاں کوں عام آواز — کہ نہیں پردہ بغیر از پردۂ ناز
کسی کوں نہیں نظر بازی بنا چین — کھلے ہیں رات دن سب غرفۂ نین
ہر اک لب ہیں سو جیوں یاقوت انمول — کرے وہ بات جب میٹھے لباں کھول
وہ باتاں نہیں سراپا ہے مٹھا قند — کہ جن باتاں اُپر ہے نیشکر بند
بڑا شیریں بچن سُن اُن کے بس جو — پھنسا اس شہد میں جا کر مگس ہو
ہوا ان کا نکلنا کار دشوار — رہا تھا آخری دم لگ گرفتار

شہر بھیتر جب آوے نہان کا دن
ہندو کی قوم کے اشنان کا دن

ہر اک جانب دیکھوں میں فوج در فوج
سمندر کی تجلی کی اُٹھے موج

نَیَن کی بیٹھ کشتی پر تو اے پاک
یہ طے کر سہج میں موج خطر ناک

مہربان ہوکے اے ساقی کوثر
کرم سوں کشتی مے مجکوں دے بھر

اپس کے لطف سوں کردے عطا مے
جو اِس نشئے میں دریا کوں کروں طے

قطعات

درفراق گجرات

گجرات کے فراق سوں ہے خار خار دل
بے تاب ہے سِنے منیں آتش بہار دل

مرہم نہیں اس کے زخم کا جہاں منیں
شمشیر ہجر سوں جو ہوا ہے فگار دل

ادل سوں تھا ضعیف پہ پابستہ سوز میں
جیوں بال ہے اگن کے اُپر بے قرار دل

اس شہر کے نشے سوں اول تو دماغ تھا
آخر کوں اس فراق میں کھینچا خمار دل

میرے سِنے میں آکے چمن دیکھ عشق کا
ہے جوش خوں سوں تن میں مرے لالہ زار دل

حاصل کیا ہوں جگ میں سراپا شکستگی
دیکھا ہے مجھ شکیب سوں صبح بہار دل

ہجرت سوں دوستاں کے ہوا جی مرا گداز
عشرت کے پیرہن کوں کیا تار تار دل

ہر آشنا کی یاد کی گرمی سوں تن منیں
ہر دم میں بے قرار ہے مثل شرار دل

سب عاشقاں حضور، اچھے پاک سرخ رو
اپنا اپس لہو سوں کیا ہے دل

حاصل ہوا ہے مجکوں ثمر مجھ شکست سوں
پایا ہے چاک چاک ہے شکلِ انار دل

مجمر نمن ہوا ہے بدن سوز ہجر سوں
اسپند کی مثال ہے آتش سوار دل

افسوس ہے تمام کہ آخر کوں دوستاں
اِس مے کدے سوں اُٹھ کے چلا سدھ بسار دل

لیکن ہزار شکر ولی حق کے فیض سوں
پھر اُس کے دیکھنے کا ہے امیدوار دل

(۲)

حسن دلبرا کا خواب میں دیکھا   نورِ حق تھا حجاب میں دیکھا
خود فنا ہوکے ذات میں ملنا   یہ تماشا حباب میں دیکھا

(۳)

سجن کے حسن کا قرآں پڑھا ہم نے نظر کر کر
نہ پایا کچھ غلط اس میں دکھا زیر و زبر کر کر
کلام العشق ہمنا کوں سنا حکمت سوں منطق میں
وگر نہ اس مطوّل کوں سنا تھا مختصر کر کر

(۴)

نگاہ تیز، پلک تیز، غمزہ تس پر تیز   ہوے ہیں دل کے لیے یہ تمام نشتر یز
رقیب پر جو چلے بس، تو اُس کوں چاک تو کر   پکارے حشر تلک غم سوں وہ ''بریز بریز''

(۵)

گنج مخفی کی نہیں کنجی ہے بسم اللہ بن   قفل دل کُھلتا نہیں ہوگا ہمارا آہ بن
رود نیل آنکھوں سوں جاری ہوندی نالے ہیں آب   باؤلی ہوگئی ہے یوسف کی زلیخا چاہ بن

(۶)

یوسفِ حسن آج دستا ہے   جاکے لینے کوں جیو ترستا ہے
مدعی کوں کہو کہ جیو دیوں گا   وہ نہ دیوں گا جو جیو میں بستا ہے

(۷)

آہ سوں مجھ جگر میں چھید ہوئے   فاش مجھ عاشقی کے بھید ہوئے
اُس سیہ دل سوں جا کہوں یاراں   رو رو دیدے مرے سفید ہوئے

فرہنگ

اُپاسی: بھوکا، فاقہ
اُپرال: پرُ کے اوپر
اُتال: جلدی، فوراً
اُت پَت: حسب نسب، خاندان۔
اتیت: قدیم
اٹک: روک، رُکاوٹ
اَجان: انجان، بے گانہ
اجھوُں: ابھی تک
اچرج: تعجب، حیرت
اَچھنا: ہونا، رہنا۔
اَچھے: اہے، ہو
آدھار: خوراک، غذا، سہارا، بنیاد
ادِھک: زیادہ
ارِگجا: خوشبو، مجموعہ
آسا: عصا ڈنڈا، چھڑی
اطراف: طرف، جانب
اکاس: آسمان، فلک
اِکنگ: تنہا، اکیلا
آگُل: آگے، روبرو
اَگن: آگ، آتش
آل: گیلا
آلس: بستی، آبادی، ہستی

اتنگ: پھاند، چھلانگ
امرت: آب حیات
اُمَس، اُمس: ہمت، جرات، گرمی
تقویت: مضبوط
اَنپڑنا، اپڑنا: ہاتھ آنا، پانا
انتر: راز، بھید، فرق، اختلاف
آنجن: سُرمہ
آنّکھاں، انّکھاں: آنکھیں، انکھیاں
اُنّن کوں: اُن کو
اَنچل، انچل: آنچل
اَنحل: مشکل، لاحل
انّدکار: اندھیرا، تاریکی
انّگارا: انگارا، شعلہ گمراہی
انپندی: بےخواب، خماری
اوجھڑ: تلوار کی جھڑپ
آہوپچھاڑ: ہون کو مات دینے والا
اَہے: ہو، ہونا

باٹ: راستہ، ترازو
باج: بنا، سوا، بغیر
باج: خراج، لگان
باختر: پورب، مشرق

باولی: بدلی
باڑاگھاٹ: سورت کے قریب شہر
باسک: سانپوں کا راجہ
باسی: باشندہ، دیر کا پکا ہوا
بال پن: لڑکپن، بچپن
بان: تیر، خدنگ
بَتا: سونا چاندی گلانے کی گھریا
بَتی: بتی
بٹ مار: لیڑا چور
بُجنا: بجھنا
بچن: بات، گفتگو
براگی، بیراگی: مسافر، بے خانماں
بِرہ برہا: ہجر، دوری
بسارنا: بھُلانا، بھولنا
بستار: سازوسامان، تفصیل، وضاحت
بسَرنا: فراموش کرنا
بکتر، بکتری: زرہ، لوہے کا بنا ہوا لباس
بکنا: نکلنا، کھِلنا، مرجھا جانا
بل بل: نثار ہونا۔ واری جاتا
بلی: قوی، پہلوان، طاقت ور
بِناں، بِنا، بِن: بغیر، مقیّد ہونا۔
بنّدا، بنّدھنا: ایک ہونا
بوت: بہت، زیادہ
بوج، بوجھ: بار
بوجنا، بوجھنا: سمجھنا،

بوے: مہک، بو
بھار: باہر، وزن
بُہارنا: جھاڑ و دینا۔ خاکِ روبی
بھبھاس: ایک قسم کی راگنی
بھبھوتی: راکھ جو جوگی راکھ ملنے والے
بھتر: اندر
بھُجنگ: سانپ سیاہ نما
بھڑنگ: سادہ لوح، سیدھا سادہ، مٹ بھیڑ
بھنّور: بھونْرا
بھوجن: خوراک کھانا غذا
بھوئیں: زمین۔ مٹی
بیاضی: اچھے شعر
بَید: طبیب، حکم، ہندوؤں کی مذہبی کتاب
بیگ، بیگی: جلد، عجلت

پات: پتّا
پاتال: زمیں کا سب سے نچلا حصہ
پائنام: نامزد
پتا: زہرہ
پتنگ: پروانہ، چکر کاٹنے والا
پتیانا: اعتبار کرنا، بھروسہ کرنا
پجن ہاری: پوجنے والی، عقیدت مند
پران: جان، زندگی، سانس
پربت: پہاڑ، کوہ
پرت: دوستی، محبت

پر بسی: بے بسی، مجبوری
پڑ: پڑھنا
پکھری: پنکھڑی
پگ: قدم، پانوں
پنتھ: مذہب طریقہ
پوا: پہ، پر، اوپر
پور: بچہ، لڑکا،
پورا: پُرا، گانو، آبادی
پَہر: ساعت گھڑی
پُھننگ: پیڑ کی اونچی ٹہنی
پھوُل بن: پھوُلوں کا جنگل،
پی، پیّو: محبوب، دوست
پیتم: معشوق، محبوب، پیارا
پیڑ: تکلیف، درد

تازی: عرب گھوڑا
تال: تھاپ، ساز پر ہاتھ مارنا
تپتی: تاپتی ندی کا نام
تٹنا: توٹنا، توڑنا
تجنا: ترک کرنا
تجے: تیسرے، تین
تدھاں: تب، تبھی
تُرنگ: گھوڑا
تروار: تلوار
اترے: تجھ پر، کنارے پر لگنا

تِس سوں: اس لیے، جس لیے
تسی: تسبیح
تصویر کرنا یا لکھنا: تصویر پر بنانا یا کھینچنا۔
تکڑی: تک، ترازو
تِل مِل (بظاہر، تلملانا) بے قرار
تمنا: تم کو، تم، تمہارے
تِن: اُن، جن
تُنگ: چھوٹے مُنہ کا شیشہ یا گلابی
توُں: بجائے تب، تو
توُں: تو
توُنچ، تو نیچ: تو ہی
تھاٹ: (ٹھاٹ) ساز و سامان، ارادہ، قصد
تھانو: تھاہ
تھٹ: بھیڑ
تھٹک: رکاوٹ
تیئں: کو
تے: سے
تیں: تو، تونے
تیوں اس طرح
تیونچ: اُسی طرح

ٹک: زرا، تھوڑا سا
ٹھار: جگہ
ٹھار: پکّا ارادہ، ٹھانی ہوئی بات
ٹھانو، ٹھاوں: جگہ، مقام

ٹھورا: جگہ، پناہ کی جگہ

ثُلُث :خطِّ ثُلُث

جات: جانا
جالنا: جلانا
جاں: جہاں
جَپ کرنا: جپ یا جاپ کرنا، وظیفہ پڑھنا، عبادت کرنا۔
جِتا: جِتا، جتنا
جگ، جگت: جہان، عالم
جَلبَل: غصّے کی حالت، جل بلا کر
جل پور: وہ جگہ جو پانی سے بھری ہو
جمدھر: کٹار
جوت: روشنی، دمک، نور
جودھا: پہلوان، طاقتور، بہادر
جوکھنا: تولنا، وزن کرنا
جھاڑ: درخت، پیڑ۔ پودا
جھالا: بنا ہوا جال
جھانجا، جھانجھ: پانو کا زیور
جھڑ: جھڑی، مسلسل لگاتار
جھل جھل کرنا: جگمگانا، روشن ہونا
جھلسکار: روشنی، جگمگاہٹ

جی باندھنا: دل لگانا۔

چَپَل: تیز، مُتلوِّن
چترنا: بنانا، کھینچنا، تصویر کسی
چخماخ: چقماق
چرن: پانو، قدم
چکارا: ایک طرح کا ہرن
چکُرَت: تعجب، حیران
چگل: ترکستان کا ایک شہر
چنچل: چنچل، شوخ، بے تکلف
چندر: چاند، ماہ تاب
چوندھر: چُندھا، خیرگی، چاروں طرف
چھند: فریب، ناز
چیتل: خاص قسم کا ہرن
چیرا: پگڑی، عمامہ، کھڑکی دار پگڑی

حدیث: آنحضرت ﷺ کا قول
حرامی: لٹیرا، چور
حُسامی: تلوار والا ایک کتاب کا نام

خوش باش: خوشبو، عطر

دان: صدقہ، خیرات، زکوٰۃ

داوات: روشنائی کی چھوٹی شیشی
دتن: دانت
دُجا: دوسرا
دَرا: دریا، ندی
درپن: آئینہ
دَرَس: وصل، ملاقات، دید، زیارت
دَرَس: سبق، نصیحت
دڑاڑ: شگاف، لکیر
دِسنا: دکھائی دینا، بصارت
دُکھ سرو: دُکھ مٹانے والا
دُنبال: پیچھے، بعد میں
دوبھاسی: دو زبان جاننے والا
دودامی: ایک قسم کا اچھا کپڑا
دَہ: گہرا پانی، ندی یا تالاب کی گہرائی
دھات: ڈھنگ، طریقہ
دھرم دھاری: مذہبی، پرہیز گار
دَیا: مہربانی، عنایت، کرم
دیس: ملک، وطن
دیول: مندر
دیوا: دِیا، چراغ

رام رامی: صاحب سلامت، خیریت
رام کلی: ایک راگنی کا نام
راوت: جنگ جو، پہلوان
رتن: ہیرا، جواہر

رُج: خاک، شہواتی قوت
رِل جانا: مل جانا
رؤسنا: روٹھنا، ناراض ہونا
رہس: اُمنگ، بھید
رین: رات، اندھیرا
زرینا: قیمتی پوشاک
ساجن: محبوب، دوست
سباقت: سبقت، آگے
سُبَل، سُنّبَل: خوش گفتار
سُتے: سوتے ہوئے سونا
ستی، سیتی، سوں: سے
سٹ دنیا: بھلا دینا، ترک کر دینا
سُدھ: یاد، خبر گیری
گاڑسٹ: گاڑرکھ
سِحر: جادو، ٹونا
سِرَجنا: پیدا کرنا، تخلیق کرنا، بنانا
سری جن: محبوب، دوست
سرکہ پیشانی: ترش رو، خفا
سُگل: سب جگہ، ہر طرف
سلونا: ملیح، سانولا نمک والا
سمرن: تسبیح، وظیفہ، یاد کرنا
سناسی، سنیّاسی: ہندو فقیر، جوگی
سِنا: سینہ، چھاتی
سنتا: کنجوس، پریشان حال
سنسار: دنیا، جہاں

سجل: آئینہ، درپن
سنّکل: زنجیر، کڑی
سنّگات: ساتھ، دوستی
سنگرام: جنگ و جدل، لڑائی
سنّگم: ملنا، ملاقات
سانا: بھرنا، لت پت کرنا، گوندھنا
سوباس: خوشبودار
سوں: سے
سہج: سہل، آسان
سیس: سر
سینہ سخت: سنگ دل، بے رحم

شانِ عسل: شہد کا چھتّا
شِفا: ابوعلی ابن سینا کی مشہور کتاب
شیرنی: شیرینی، مٹھائی

طاس: کٹورا، پیالہ
طاسی: ایک ریشمی کپڑا

فائدۂ فواد: تصوف کی کتاب کا نام

کارَن: وجہ، سبب
کاڑنا: نکالنا، رنگ کرنا
کال: وقت، قضا، قحط
کال: کالا، سانپ

کُبل: دشوار، مشکل
کبھو: کبھی
کَتّا: جلاد کی تلوار
کِتا: کتنا
کتابت: خط، لکھاوٹ
کَٹّا: زہریلا
کٹیلا: کاٹنے والا، کانٹوں بھرا
کدھا: کبھی
کریلا دھار: دکن میں چوٹی کی ایک خاص صورت
کَسَل: لباس
کِل کِل: نااتفاقی، جھگڑے، تکرار
کلوَل: مصیبت، بلا
کنٹّھا: بالا
کھان: کان، ذخیرہ
کھب: لہریا لچک دار
کِتک: کچھ، چند، تھوڑا
کِتکی: تیلی
کینا: کرنا، انجام دینا

مصادر

مخطوطات

۱۔	دیوانِ ولی	مملوکہ	عبدالحق
۲۔	دیوانِ ولی	//	عبدالحق
۳۔	دیوانِ ولی	//	عبدالحق
۴۔	دیوانِ ولی	//	عبدالحق
۵۔	دیوانِ ولی	//	عبدالحق
۶۔	دیوانِ ولی	انجمن ترقی اردو، دہلی	۱۱۳۴ھ
۷۔	دیوانِ ولی	انجمن ترقی اردو، دہلی	مکتوبہ ۱۱۳۵ھ
۸۔	دیوانِ ولی	کتب خانہ سالار جنگ، حیدر آباد	مکتوبہ ۱۱۲۵ھ
۹۔	دیوانِ ولی	کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد	
۱۰۔	دیوانِ ولی	انڈیا آفس، لندن	مکتوبہ ۱۱۵۵ھ
۱۱۔	دیوانِ ولی	کتب خانہ آصفیہ، حیدر آباد	
۱۲۔	دیوانِ ولی	کتب خانہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ	مکتوبہ ۱۱۵۸ھ

دواوین (مطبوعہ)

۱۳۔	کلیاتِ ولی	مرتبہ: مولانا احسن مارہروی	۱۹۲۷ء
۱۴۔	کلیاتِ ولی	مرتبہ: نورالحسن ہاشمی، دہلی	۱۹۴۵ء
۱۵۔	یادگارِ ولی	محی الدین قادری، حیدر آباد	۱۹۳۸ء
۱۶۔	ولی گجراتی	ظہیرالدین، مدنی، بمبئی	۱۹۵۰ء
۱۷۔	بکٹ کہانی	مرتبہ: نورالحسن ہاشمی، حیدر آباد	۲۰۶۵ء
۱۸۔	تیرہ ماسہ	مرتبہ: عبدالحق، نئی دہلی	۱۹۱۷ء
۱۹۔	دیوانِ آبرو	مرتبہ: محمد حسن، نئی دہلی	۱۹۹۰ء

۲۰۔ دیوانِ تاباں | عبدالحئی تاباں اورنگ آباد | ۱۹۳۵ء

۲۱۔ دیوان حاتم (قدیم) | مرتبہ: عبدالحق، نئی دہلی | ۲۰۱۰ء

۲۲۔ دیوان زادہ | مرتبہ: عبدالحق، نئی دہلی | ۲۰۱۱ء

۲۳۔ دیوان سجاد | مرتبہ: شمیم احمد، پٹنہ | ۱۹۷۵ء

۲۴۔ دیوان شاکر ناجی | مرتبہ: فضل الحق، دہلی | ۱۹۶۸ء

۲۵۔ دیوان فائز | مرتبہ: سعود حسن رضوی، علی گڑھ | ۱۹۶۵ء

۲۶۔ دیوان نصرتی | مرتبہ: جمیل جالبی، لاہور | ۱۹۷۲ء

۲۷۔ دیوان یقین | مرتبہ: فرحت فاطمہ، نئی دہلی

۲۸۔ دیوان یکرو | مرتبہ: شمیم احمد، مظفر پور | ۱۹۷۸ء

۲۹۔ کدم راو و پدم راو | مرتبہ: جمیل جالبی، کراچی | ۱۹۷۴ء

۳۰۔ کلیاتِ سودا | مرتبہ: شمس الدین صدیقی، لاہور | ۱۹۷۳ء

۳۱۔ کلیاتِ شاہی | مرتبہ: زینت ساجدہ، حیدرآباد

۳۲۔ کلیاتِ قلی قطب شاہ | مرتبہ: محی الدین قادری زور حیدرآباد | ۱۹۲۹ء

معاون مطبوعات

۳۳۔ آبِ حیات | محمد حسین آزاد، لاہور

۳۴۔ اردو سہ ماہی | کراچی، جولائی | ۱۹۶۶ء

۳۵۔ اردو شہ پارے | محی الدین قادری زور حیدرآباد | ۱۹۲۹ء

۳۶۔ ایوان اردو | ماہ نامہ، دہلی، جون | ۲۰۱۶ء

۳۷۔ تاریخِ ادب اردو جلد اول | جمیل جالبی، دہلی | ۱۹۷۷ء

۳۸۔	تذکرہ شعرائے اردو	میر حسن، دہلی	۱۹۴۰ء
۳۹۔	دکن میں اردو	نصیرالدین ہاشمی، کراچی	۱۹۶۰ء
۴۰۔	تذکرۂ ہندی	مصحفی اورنگ آباد	۱۹۳۳ء
۴۱۔	قدیم اردو	عبدالحق، کراچی	۱۹۶۱ء
۴۲۔	متن شناسی	عبدالحق، دہلی	۲۰۱۶ء
۴۳۔	مخزنِ نکات	قائم چاندپوری، لاہور	۱۹۴۴ء
۴۴۔	مقالات شیرانی	جلد اول، لاہور	۱۹۶۶ء
۴۵۔	نکات الشعراء	میر تقی میر، اورنگ آباد	۱۹۳۵ء
۴۶۔	نوادر الفاظ	مرتبہ: سید عبداللہ، کراچی	۱۹۵۱ء
۴۷۔	نیا دور	ماہنامہ لکھنو، نومبر	۱۹۹۵ء

کیا سہم ہے آفات فلک سے رکھوں

بالکیا یا جو کوئی ہے تیر نگہ ابرو کے کماں کا

جاری ہوئے ہے رنگ روان

اے خضر قدم ... رس لب روان کا

مخطوط ١

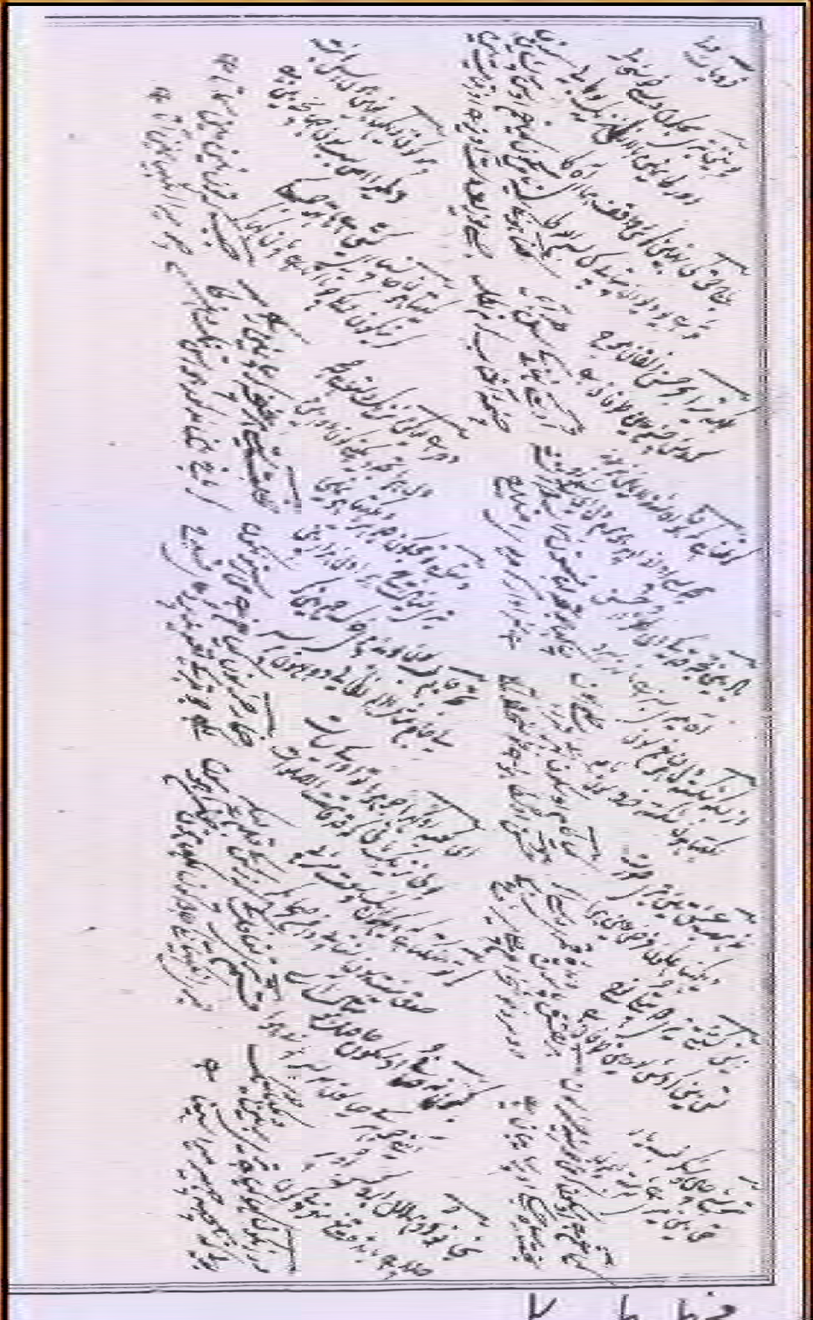

مخطوطة ٢

کاملیت کا تجھ کوں دکھوں اہما | حق سنا دستوں ترا اہمام کیا
کلفہ اں حروف کوں ہر رنگیں | تجھ نگہ میں جیب اہمام کیا
دی بہاراں کیوں تیرا اہم کو ہ | ماہ نو سا جبیں سلام کیا
غمزہ تو سبے بیم نگاہ | کام غنچ کا تمام کیا
حق سا تجھ قد کوں دیکھ مثل الف | خوش قد لگ تجھ اوام کیا
کاف کر سرو تجھ کم کا سیج | حلقے زلف کوں سر کلام کیا
تجھ دہن یار سیم معنے ہے | دل اسیاب میں مقام کیا
تا کہ تجھ کوں حق ماہ تمام | زلف سیہ کوں حق میں لازم کیا
نام تیرا او سا سا اں گل سے رو | شوق توں ولا صحی دن کن
تجھ زلف کے نشاں کوں نگ دہر کوں کام | خالی حوریں کے سیل انکوں نکو کا
تو جہی جہر کوں حرف اور لاع کوں لوح جبی جہر | زلف عاشق تھا کوں لعل حور کاں کام

مخطوط ط ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیتا ہوں تیری نام کوں میں ورد زبانکا
کیتا ہوں تیری شکر کوں خوان بیانکا

دیوان ولی کے قدیم ترین دستیاب شدہ نسخے کا پہلا صفحہ (مکتوبہ ۱۱۲۵ھ۔مخزونہ کتب خانۂ سالار جنگ، حیدر آباد دکن)

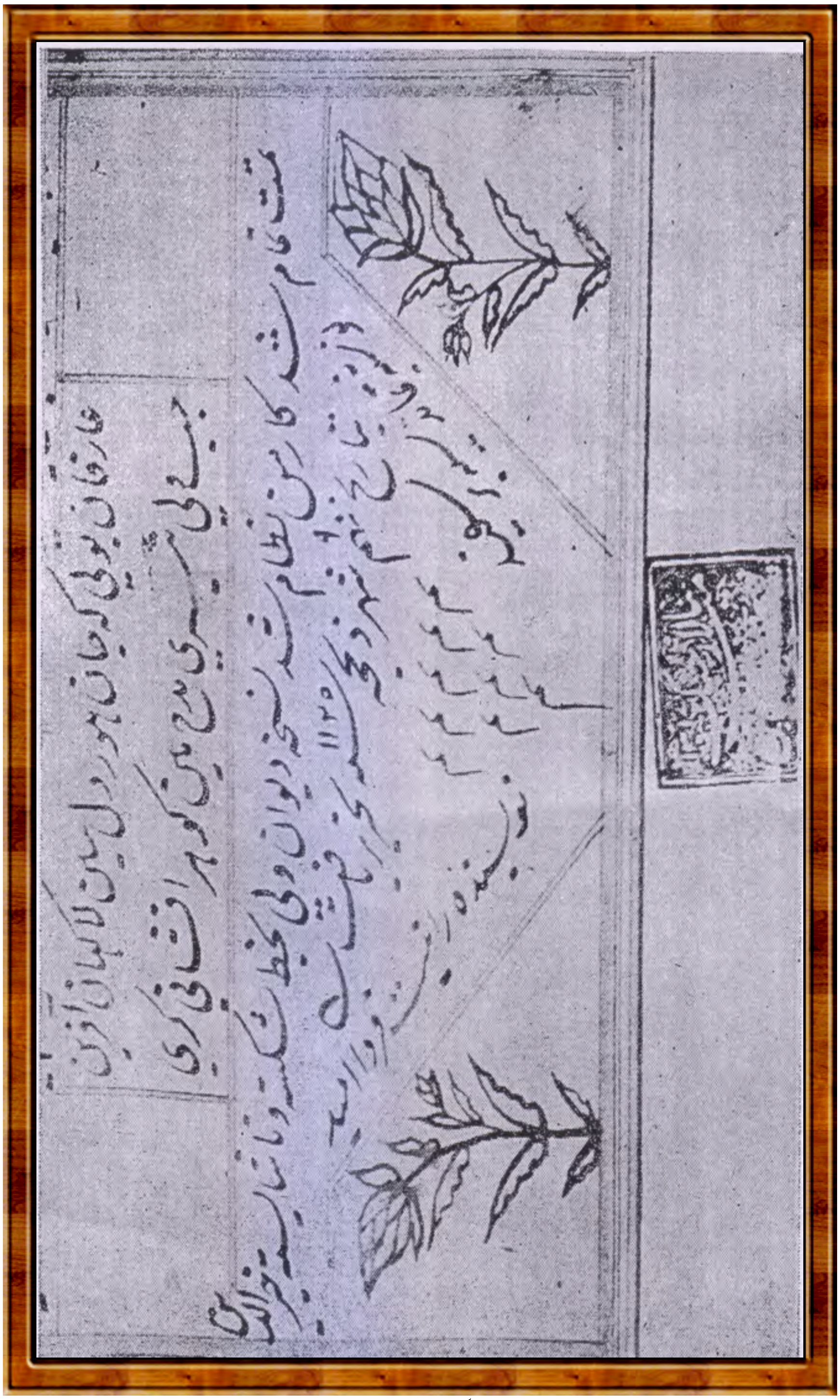

دیوان ولی مکتوبہ ۱۱۲۵ھ کا ترقیمہ

वली मुख्यता ग़ज़ल का शायर है जिसे उन्होंने आकाश की बुलन्दी दी है। ग़ज़ल को काव्य जगत का सर्वाधिक लोकप्रिय बनाने में वली का सबसे बड़ा एहसान और योगदान है। और ग़ज़ल में भी सौन्दर्य वर्णन में वली की कोई दूसरी मिसाल नहीं है। मैं डाक्टर संगहिता वसु का दिल से आभारी हूँ कि उन्होंने राष्ट्रीय पान्डुलिपि मिशन के माध्यम से मुझे वली के अध्ययन का मौक़ा दिया।

अब्दुल हक़
प्रोफेसर इमरेटस
दिल्ली विश्वविद्यालय
मो. 9340461394

लबो लहजे का प्रतीक है। उन्हीं के जज़्बे, अहसास को उन्हीं की ज़बान में पेश करने का हुनर वली की देन है।

इस रात अन्धयारी में मत भूल पडूं तुज सों
टुक पाँव के झांझे की झनकार सुनीती जा
तुझ नेह में दिल जलजल जोगी की लिया सूरत
एक बार इसे मोहन छाती सो लगाती जा
तुझ घर की तरह सुन्दर आता हे वली दायम
मुश्ताक़ दरस का है टुक दर्स दिखाती जा

एक दूसरी बहुत महशूर ग़ज़ल के कुछ शेर देखिये-

किया मुझ इश्क़ ने ज़ालिम कों आब आहिस्ता आहिस्ता
कि आतिश गुल कों करती है गुलाब आहिस्ता आहिस्ता
वली मुझे दिल में आता है ख़्याले यार बे परवा
कि ज्यों अखियाँ में आता है ख़्वाब, आहिस्ता आहिस्ता
हुये है राम पीतम के नयन आहिस्ता आहिस्ता
कि ज्यों फान्दे में आते हैं हिरन आहिस्ता आहिस्ता

वली ने अपनी रचनाओं में काव्य शास्त्र, सौंदर्य शास्त्र के साथ छंद, अलंकार, रस, रितु, उपमा, सलेष, इमेजरी आदि की बहुत अदभुत और आकर्षक मिसालें प्रस्तुत की हैं। उन्होंने व्याकरण के नियमों का परवाह किये बिना नयी काव्य शैली की राह दिखाई है। वली की शायरी भाषा और नियमों के बहुत से बन्धनों से बेपरवाह एक प्रबल प्रवाह की तरह आगे बढ़ने की शक्ति और शौक़ से भरपूर है।

सम्बन्ध नहीं था कुछ पढ़े लिखे ऊँचे वर्ग के लोगों में ही प्रयोग हो रही थी। आम जनता से इसका बहुत कम ताल्लुक था। वह जब दिल्ली आये तो उनके गुरु सादुल्लाह गुलशन ने वली को मश्वरा दिया कि फ़ारसी छोड़कर उर्दू में शायरी करें। वली ने ऐसा ही किया। उन्होंने अवामी बोली और भाषा में रचना शुरू की और फ़ारसी कहने से बाज़ आये। फ़ारसी की बराबरी करने वाली काव्य शैली ने धूम मचगई। इस संदर्भ में कहना उचित होगा कि वली ने भारतीय भाषाओं की खुद मुखतारी का एलान किया और मार्ग दर्शन भी किया। उन्होंने फ़ारसी शायरी को ललकारा।

बिसार दिल सों अपरु के तू यादे ख़ाक़ानी
वली कों देख कि अब रश्के अनवरी है यह
हम पास आके बात नज़ीरी की मत कहो
रखते नहीं नज़ीर अपरु की सुख़न में हम

वली की इस आवाज़ ने राजधानी दिल्ली के दूर नज़दीक इलाक़ों में एक हलचल पैदा की और देखते ही देखते विशेषरूप से उर्दू शायरी में एक नया जोश और शोक़ पैदा हुआ। हम वली के आभारी हैं कि उन्होंने मातृ भाषा को लोकप्रिय साहित्य की रचना के क़ाबिल बना दिया। लोगों के आचार विचार के साथ उनकी संवेदनर्शीलता को प्रकट करने का एक शक्तिशाली माध्यम मिला। कुछ ही वर्षों में कवियों का एक समूह पैदा हो गया। हर वर्ग के कवियों की नुमाइन्दगी होने लगी। वली की शायरी की यह सबसे बड़ी विशेषता है कि वह जन साधारण के

इस प्रकार की सैकड़ों मिसालों से वली का दीवान भरा पड़ा है। यही वली का सबसे मूल्यवान धरोहर है जो उर्दू शायरी की पहचान बन गया। वली का यह सर्वधर्म सम्मान की विचारधारा एक नज़रया या दृष्टिकोण बन कर उर्दू साहित्य की विशेषता बन जाती है। दूसरी भारतीय भाषाओं से अलग यह आदर्श वली की बनाया हुआ है। वह केवल शायर न थे परन्तु समाज के शुभचिन्तक भी थे। इसी सोच ने उनसे इस तरह के शेर कहलवाये।

मुफ़लिसी सब बहार खोती है
मर्द का एतबार खोती है।

निम्नलिखित शेर को संसार के मानव हित का संविधान कहा जा सकता है-

है सुलह कुल के गोहरां मेरे सुख़न सों जलवागर
अज़ बस कि वुसअते मशरबी सों दिल मेरा दरया हुआ

वली का यह शेर सम्पूर्ण मानव समाज का आदर्श और व्यवहारिक संस्कार के रूप में रोशनी का केन्द्रबिन्दु कहा जा सकता है। वह महा काव्यकार तो हैं ही मानव समाज के महापुरुष भी हैं। ऐसे ही बड़े बुज़ुर्गों की कृतियाँ खास व आम के दिलों पर राज करती है। ऐसी कला पर समय या काल भी बेअसर होता है।

वली दूरदर्शिता को भलीभांति आभास हो चुका था कि फारसी बहुत दिनों तक साथ नहीं दे पायेगी। क्योंकि वह एक बाहरी ज़बान थी और सरकारी काम काज में प्रचलित थी। उसका जन साधारण से

वली दरवेश थे। उनक संसकार फक़राना था। जीवन शैली भी सूफ़ी सन्तों की थी। वह देश विदेश भ्रमण करते रहे। दखिन से लेकर दिल्ली तक घूमते फिरते रहे। जगह जगह की बोलियाँ, लोक कथायें और आचार विचार से संपर्क रहा। उनका असर पड़ना ही था। इस विचारधारा और संसकार से ही उनकी सोच का निर्माण हुआ है जिसमें तमाम धर्मों, भाषाओं और मानव का आदर और सम्मान शामिल है। वली का मित्र भी ऐसे ही रूपरंग का मालिक है।

दिसे तेरे नयन में कांवरो देस
तेरी बातां में बंगाले का फ़न है
ऐ सनम तुझ जबीं ऊपर यह ख़ाल
हिन्दुए हर द्वार वासा है
मगर पुतली नयन की यू कृष्न औतार दिसता है
ऐ ज़ोहरा जबीं कृष्ण तेरे मुख की कली देख
गाता है हर एक सुबह मैं रामकली कों

दूसरी तरफ़ दूसरा दृष्य और एक बड़े आदर्श की मान्यतायें मौजूद है।

रात को आउं अगर तेरी गली में ऐ हबीब
ज़ेवरे लब ज़िक्र सुबहानल्ल्ज़ी असरा करूं
मोहम्मद वह कि जिसके हक़ में लौलाक
कहा है ख़ालिक़े इमलाक व अफ़लाक
वह नक़शे पाक ज़ीनते रूएज़मीं हुआ
मुख सूरते क़ुरान रोशन है।

प्रकाशित किया। उनकी शायरी के कई संग्रह बार-बार प्रकाशित होते रहे है।

बार-बार छपने और नये नुसख़ों की खोज से उनका नया कलाम भी सामने आता रहा है। परिश्रम और शोध के बाद डॉ. नूरुलहसन हाश्मी ने 1945 में उनका संग्रह प्रकाशित किया था। इस बीच कई हस्तलिखित संग्रह सामने आये और अप्रकाशित काव्य भी सामने आया, ज़रूरत महसूस की गई कि वली के काव्य संग्रह को दोबारा प्रकाशित किया जाय। मैने जून 2016 में दिल्ली सरकार की उर्दू पत्रिका "एवाने उर्दू" में दो पान्डुलिपियों का परिचय पेश किया और उनके सौ अप्रकाशित शेर भी प्रस्तुत किये। फिर और पान्डुलिपियों की तलाश करता रहा और उनका कुछ अधिक कलाम भी मिला। उन सबको जमा करके यह नया संग्रह राष्ट्रीय पान्डुलिपि मिशन के सौजन्य से प्रकाशित हो रहा है। कई वर्ष पूर्व हिंदी रूपान्तर में वली का दीवान प्रकाशित हो चुका है।

वली बहुभाषी कवि हैं। उनकी सबसे बड़ी विशेषता यही है कि उनकी रचनाओं में अरबी, फ़ारसी, हिंदी, संस्कृत, गुजराती, दक्षिणी, द्रावड़ी भाषाओं की शब्दावली मौजूद है। लिपि उर्दू ज़रूर है मगर भाषाओं का एक अदभुत मिश्रण मौजूद है। कुछ उदाहरण देखिए-

सुरमे का मुंह सियाह किया जगमने उन ने
जिसकी नयन में पीव की ख़ाके चरन गई
अब लग वली पिया ने दिखाया नहीं दरस
ज्यों शमा इन्तेज़ार में सारी रयन गई।

मुहम्मद वली 1700 में दिल्ली आये। उनके आने से पहले वली का दीवान या काव्य संग्रह दिल्ली में परिचय हासिल कर चुका था और काफी हद तक परचलित हो चुका थ। यहाँ पर कविता कहने वालों में एक नयी जागरूकता, साहस और जोश पैदा हुआ और एक मापदण्ड भी मिला। उत्तरी भारत की उर्दू शायरी में यकायक एक नयी रोशनी पैदा हुई और कवियों का एक समूह नज़र आने लगा आबरु, हातिम, फायज़ मिर्ज़ामज़हर, शाकिर नाजी, मज़मून, यक़ीन, यकरू, सज्जाद आदि प्रभावशीली कविताएँ लिखने लगे इन सभी लोगों ने वली को आदर्श मानकर उनका सम्मान किया। वली का अनुशरशा किया और मान्यता दी। पढ़ा और अनपढ़ भी वजी की ग़ज़ले गुनगुनाने लगा। दिल्ली अर्थात् उत्तरी भारत का पूरा वातावरण वली की शायरी से गूंजने लगा। घरों में वली का कलाम संजोय कर रखा जाता- दूर तक लोग तोहफ़ा समझकर ले जाते। ऐसी प्रशन्सा या प्रेरणा साहित्य जगत में बहुत कम दिखाई देती है।

दूसरे पहलू से भी देखिए कि संसार में वली के कलाम के हस्तलिखित पान्डुलिपियों की बहुत बड़ी तादाद मिलती है वह किसी उर्दू कवि की नहीं है। अब तक की शोध के अनुसार 60 से भी अधिक पान्डुलिपियाँ हमारे परिचय में आ चुकी हैं जो देश विदेश के संग्रहयालों में मौजूद हैं। इससे वली के आदर और प्रशंसा का अंदाज़ा लगाया जा सकता है। फ्रांस में रहने वाले सुप्रसिद्ध भारतीय भाषाओं के ज्ञानी गारसां दतासी ने 1833 में वली की कुल्लियात अर्थात् काव्यसंग्रह को पेरिस से

वली की कविताओं में अरब और ईरान के सैंकड़ों संदर्भ और इशारे मौजूद हैं साथ ही भारत की मिट्टी से उसकी शयरी की रचना हुई है। मुझे यह कहने में गर्व है कि शायद ही किसी की शायरी में इतने नाम, हवाले या निशान मिलते हों। आवश्चर्य की बात यह है कि वली से पहले उनके मार्गदर्शन के लिए कोई उदाहरण भी न था। दक्षिण में बेशक बड़े और महान साहित्यकार थे मगर उनके रचनाओं की दुनिया अलग थी- वह दास्तानों यानी कहानीकार थे और पुराने या पौराणिक कहानियों को लेकर बड़ी रचना की थी। ग़ज़ल में कोई बड़ा नाम न था। क़ुली क़ुतुबशाह की ग़जले वली के मार्ग दर्शन के लिये काफी न थी। वली ने अपनी दुनिया आप पैदा की है। उन्होंने गज़ल की शायरी को आसमान की बुलन्दी दी है। उनकी पहचान ग़ज़ल से है और निस्सन्देह इस शायरी ने जो शोहरत हासिल की है वह किसी और काव्य शैली को न प्राप्त हो सकी। यही कारण है कि वली को उर्दू शायरी का बाबा आदम कहा जाता है। वली की रचनाओं की बदौलत ही उत्तरी भारत यानी दिल्ली की शायरी में इन्क़लाब आया। दिल्ली के इलाक़े में उर्दू शायरी हो रही थी जो अपनी पसंद और गंभीरता से ख़ाली थी यूं कहिए कि टूटी फूटी भाषा में कुछ कहने की कोशिश जारी थी। अमीर खुसरों की हिन्दी शयरी केवल भरम है या धोखा देने की मित्थया। उसका कोई अस्तित्त्व नहीं है। उनका हिन्दवी कलाम केवल रहस्य है उसकी हक़ीक़त कुछ भी नहीं है। ऐसे वातावरण में वली को महान रचनाओं का सामने आना एक आश्चर्य की बात है।

मेरे क़लम से

मुहम्मद वली (1650-1720) उर्दू साहित्य का सबसे अदभुत और प्रभावशाली पहला कवि है, जिसकी कविताओं ने काव्य रचना में एक इन्क़लाब पैदा किया। वह उर्दू का आदिकवि है। जिससे पहले रचनाओं की ऐसी आश्चर्य जनक मिसाल नहीं मिलती और उनके बाद वली का दूसरा उदाहरण सामने नहीं आया। वली गुजरात के हों या औरंगाबाद के उनकी शायरी में उत्तर दक्षिण ही नहीं बल्कि पूरा भारत दिखाई देता है। उनके पूर्वज गुजरात के रहने वाले थे जो बहुत पहले औरंगाबाद में जा बसे थे। इसीलिये वली अपने को गुजराती कहते हैं तो दखिनी भी कहते हैं। परन्तु सच्चाई यह है कि वह उतने ही दिल्ली या उत्तर भरत के भी है। उनकी कविताओं में पूरा भारत बड़ी सुन्दरता के साथ दर्शता है। सत्य यह है कि वली एक एक महान रचनाकार है जिन्होंने दक्षिण और उत्तर की दूरिया दूर की है। और एक नये भारत का साहित्य जगत में निर्माण किया है जिसमें साहित्य, रचना, सभ्यता और भाषा का ऐसा मिश्रण नज़र आता है जो कहीं और नहीं दिखाई देता। दक्षिण की भाषाओं और बोलियों के साथ गुजरात से लेकर अवध तक की भाषाओं और सांस्कृति की गहरी छाप दिखाई देती है। इन सरहदों से भी पार वली की शायरी में मधयपूर्व एशिया की भी झलकियां नज़र आती है। वली ने ग़लत नहीं कहा था-

वली इरां व तूरां में है मशहूर
अगरचे शायरे मुल्क दकन है।

कुल्लियाते वली

(वली का काव्य संग्रह)

संपादक

अब्दुल हक़

National Mission for Manuscripts

प्रकाशकः

राष्ट्रीय पान्डुलिपि मिशन, नई दिल्ली

असीला ऑफ़सेट प्रिंटर्स, नई दिल्ली

FOREWORD

It gives me immense pleasure to announce the publication of the critical edition of Kulliyat-e-Wali under the Prakashika series of National Mission for Manuscripts. The book is a collection of Urdu poetry of Wali (1650-1720 A.D), who is the most celebrated poet of Urdu language. He inspired urdu-speaking people of Northern India to compose poetry. Moreover, Wali had been instrumental in bridging the gap between the South and the North through his poetry. His poetry is a fine amalgam of cultural heritage and literary acumen. His works have been translated in many other Indian languages like Hindi, Gujarati, Dakhni etc.

The collection of Wali's work was published first in 1945, but since then many other manuscripts of his work have been discovered in various parts of the country. The present volume, the critical edition of Kulliyat-e-Wali is a complete work of the famous Urdu poet, Wali. It contains all genres of Urdu poetry like Ghazal, Masnavi, Qaseedah, Rubai etc. More than 400 Ghazal, 2 Masnavi, 5 Qaseedah and more than 90 Rubai are written by him.

Professor Abdul Haq, an eminent critic and outstanding scholar of the Urdu language and literature has prepared this volume after going through more than sixty valuable manuscripts of Wali-work, available all over the country in various languages. The Mission is thankful to Abdul Haq, a Professor Emeritus in Delhi University for his contribution in restoring this classical work of Urdu literature and it is hoped that the work will be useful to scholars and interested readers alike.

Pratapanand Jha
Director
National Mission for Manuscripts

Published by:
National Mission for Manuscripts
11-Mansingh Road,
New Delhi-110001
Phone : +91 11 2307 3387
E-mail : director.namami@nic.in
Website : www.namami.org

Co-Published by:
ASILA OFFSET PRINTERS
1307-8, Kalan Mahal, Darya Ganj,
New Delhi-110002
Phone : +91 11 23289539
Mobile : +91 9871202888
Email : javedasila@gmail.com

Price : Rs. 400/-

ISBN : 978-93-80829-02-9 (Series)
978-93-80829-73-9

First Published 2019

© 2019, National Mission for Manuscripts
All rights reserved, including those of translation into foreign languages. No part of the book may be reproduced, stored in a retrieval system, or transmitted in any form, or by any means, electronic, mechanical, photocopying, recording or otherwise, without the written permission of the publisher.

KULLIYAT-E-WALI

Edited by

Abdul Haq

राष्ट्रीय पाण्डुलिपि मिशन
॥ विज्ञानमुपास्व ॥
National Mission for Manuscripts

Published by

National Mission for Manuscripts, New Delhi

Asila Offset Printers, New Delhi

PRAKASHIKA

Number 47

General Editor

Pratapanand Jha

KULLIYAT-E-WALI